توضیح القرآن

سورۃ آلِ عمران

شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی) ایم اے (فلسفہ) ایم اے (اسلامیات)

علمی کتاب خانہ۔ اردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

عنوانات

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
زمزمۂ آغاز	۷	نبوّت عطیۂ الٰہی ہے	۸۰
تسمیہ	۹	ولادتِ مریمؑ اور بشارتِ یحییٰؑ	۹۴
زمانۂ نزول	۱۰	حضرت مریمؑ کو اصطفا کی بشارت	۱۰۰
وفدِ نجران	۱۰	آلِ عمران کی تصحیح تاریخ صرف قرآن	
مضامین	۱۰	میں ہے۔	۱۰۲
توحید	۲۰	حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت	۱۰۵
ذاتِ الٰہی	۲۱	حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اور حیات	۱۰۶
صفاتِ الٰہی	۲۲	حضرت عیسیٰؑ کے معجزات	۱۱۲
محکمات و متشابہات	۳۱	حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات	۱۱۴
اللہ کی مدد	۳۶	حواری	۱۱۶
انعامِ آخرت کے حقدار کون ہیں	۴۲	یہود کی سازش کو شکست	۱۱۷
اللہ تعالیٰ کا نظامِ عدل	۴۴	حضرت عیسیٰؑ کا رفعِ جسمانی	۱۲۰
دین میں خود پرستی کی ممانعت	۴۹	حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی مثال یکساں ہے	۱۲۲
دینِ اسلام کی اہمیت	۵۱	مباہلہ کی دعوت	۱۲۶
یہود کی سنگدلی	۵۵	توحید کی عملی تعبیر	۱۳۱
یہود کا تورات سے تکبّر	۵۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا	۱۳۲
کفار مغلوب اور مومنین غالب ہوں گے	۶۱	تاریخِ نبوت میں مقام	
غیر مسلموں سے ولایت کی ممانعت	۶۶	حق پوشی کی ممانعت	۱۳۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور اہمیتِ حدیث	۷۲	یہود کی فریب کاری	۱۴۰

یہود کی بد دیانتی	۱۴۶	توبہ	۲۵۰
ایفائے عہد کی اہمیت	۱۴۷	سرکشوں کا انجام	۲۵۳
کسی نبی نے اپنی بندگی نہیں کرائی	۱۵۰	جہاد میں آزمائش ہے (۱)	۲۵۷
ایمان (قسمیں)	۱۵۸	جہاد	۲۵۸
سب انبیاء نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے تھے۔	۱۶۴	موت کے خوف سے جہاد ترک نہ کرو۔	۲۶۸
دشمنانِ حق عذاب میں گرفتار ہوں گے۔	۱۶۸	مجاہدین کی استقامت	۲۷۱
مالی ایثار کا کمال	۱۷۰	کفار کی مرعوبیت	۲۷۴
شریعتِ اسلام برحق ہے	۱۷۳	برتری استقامت سے مشروط ہے	۲۷۷
کعبۂ اولین عبادت گاہ ہے	۱۷۸	تنازع اور دنیا طلبی کے نقصانات	۲۸۳
تقویٰ	۱۸۰	موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔	۲۸۷
۱۷ ملی اتحاد	۱۸۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم	۲۹۰
۱۷ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۱۹۳	حسن خلق	۲۹۱
اہلِ ایمان کی آبرومندی اور کفار کی رسوائی	۲۰۶	عفو	۲۹۲
امتِ مسلمہ اور فریضۂ امامت	۲۱۱	شوریٰ	۲۹۴
غیر مسلموں سے مایوسی کی ممانعت	۲۱۴	توکل	۲۹۵
اعمال کا مدار نیت پر ہے	۲۱۶	دیانت داری	۳۰۰
۱۷ جنگِ احد	۲۲۱	فرائضِ نبوت	۳۰۲
امرِ الٰہی میں کوئی شریک نہیں	۲۴۱	جہاد میں آزمائش ہے (۲)	۳۰۸
سود کی حرمت	۲۴۳	شہداء کی زندگی	۳۱۱
احسان	۲۴۹		

Marfat.com

جہاد کی فضیلت	۳۱۲
لشکرِ قریش کا تعاقب اور صحابۂ کرام کا توکل	۳۱۶
کفار کی تگ و دو عذاب کی تیاری ہے۔	۳۲۰
منافقین کا کردار اور ان سے احتراز	۳۲۲
بخل کی تباہیاں	۳۲۶
یہود کا دل آزاری کرنا	۳۲۹
یہود کی کٹ حجتی	۳۳۱
عزم و ہمت کی تلقین	۳۳۵
حق پوشی کی ممانعت	۳۳۸
اصحابِ خرد کا اقرار و استغفار اور اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد	۳۴۴
ذکر و فکر (تفکر فی الخلق)	۳۴۵
کفار کی شوکت ظلم کاری ہے	۳۴۹
دلِ بیدار اور صلاحِ کار	۳۵۱

Marfat.com

Marfat.com

زمزمۂ آغاز

یہ کس کے در پہ تمنا کے کارواں کے ٹھہرے
خوشا نصیب کہ ٹھہرے تو ہم کہاں ٹھہرے

دو اشک نذر کیے مسکرا کے فرما یا
ہماری یاد ترے دل کی پاسباں ٹھہرے

شہِ مدینہ فرنگی ہوا ہے باطن سوز!
پناہِ پیرِ جواں تیرا آستاں ٹھہرے

تری تلاش میں پھرتے رہے صبا کی طرح
قدم رکے نہ کہیں زیرِ آسماں ٹھہرے

ہمارے دل میں تصور ترا فروزاں ہے
ہمارے در پہ نہ کیوں آج کہکشاں ٹھہرے

ہمارا داغِ جگر عشق کا نشاں ہو جائے
ہمارا حرفِ جنوں زیست کا بیاں ٹھہرے

ہمارا رازِ نہاں شعلۂ عیاں بن جائے
ہمارا سوزِ سخن آتشِ رواں ٹھہرے

جو تیرے نام پہ مٹ جائے کامراں ٹھہرے
جو تیری آن پہ کٹ جائے جاوداں ٹھہرے

Marfat.com

کلی کے دوش سے گزرے ہیں ہم مثالِ نسیم
ترے عدو کے مگر دل پہ ہم گراں ٹھہرے

عجب ہے دردِ جگر اس پہ اختیار نہیں
کبھی یہ نغمہ بنے اور کبھی فغاں ٹھہرے

نہ ذکرِ غیر وں میں تھا اور نہ یاروں میں مذکور
ہوئے ہیں جانِ سخن تیرے نغمہ خواں ٹھہرے

خدا کے دوست کا سیرت نگار ہے اقبال
وہ دوست جو کہ خدائی کا مہرباں ٹھہرے

Marfat.com

سُورۃ آلِ عمران

تعارف

تسمیہ اس سُورت میں آلِ عمران کا ذکر ہے۔ عمران حضرتِ مریمؑ کے والد کا نام تھا۔ وہ حضرتِ عیسٰی علیہ السّلام کے نانا تھے۔

سورت میں اولادِ عمران میں سے صرف حضرتِ مریم اور حضرتِ عیسٰیؑ کا ذکر آیا ہے۔ چوں کہ عیسائیوں میں ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرتِ عیسٰیؑ (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں اس لیے اُن کا آلِ عمران میں شمار کرکے اس عقیدہ کی نفی کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا بعض لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور حیران ہوتے ہیں کہ ایک انسان باپ کے بغیر کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو ان کے نانا عمران کی آل میں شمار کرکے یہ بتا دیا کہ اُن کا کوئی باپ دادا نہ تھا۔ جو لوگ یوسف نجار کو حضرتِ عیسٰیؑ کا باپ کہتے ہیں ان کی تردید کے لیے منجملہ دیگر دلیلوں کے یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے۔

اس سورت میں آلِ عمران کے لفظ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے سورت کا یہی نام ہوا۔

Marfat.com

حضرت مریم کے والد عمران حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی نسل سے تھے۔ بعض علماء عمران کے والد کا نام آشیم[1] بن آمون اور بعض ماثان بتاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام بھی عمران تھا لیکن اس سورت میں وہ مراد نہیں۔

زمانۂ نزول یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس کی صرف ایک آیت لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ ..... مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۸۶) مکی ہے (خازن) سورت کا پہلا حصہ یعنی اسّی نوّے آیات وفد نجران کے بارے میں ہیں جو ہجرت کے نویں برس آیا تھا۔ اگلی آیات بدر اور اُحد کی جنگوں کے بعد نازل ہوئیں۔

وفدِ نجران نجران کے علاقے میں عیسائیوں کی بہت آبادی تھی۔ جب مکہ فتح ہوا اور عرب کے لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے تو نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کی نیّت سے نہیں آئے تھے۔ اسلام کی سلطنت چونکہ سارے عرب پر چھا رہی تھی اس لئے انہوں نے پیش بینی کی اور عہد نامۂ اطاعت طے کرنے کے لئے چلے آئے۔

اس وفد میں ساٹھ شہسوار تھے جن میں چودہ رؤساء تھے۔ امیرِ وفد کا نام عبدالمسیح تھا۔ ان کے ہمراہ ابو حارثہ بن علقمہ اُسقف یعنی بڑا پادری بھی تھا جس کو یورپ کے عیسائی بادشاہ بہت تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

وفد کے قائدین نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مباحثہ کیا۔ آخر حضورؐ نے مباہلہ کی دعوت دی۔ یہ لوگ ہمت ہار گئے اور جزیہ پر عہد نامہ طے کر کے وطن روانہ ہوئے۔

مضامین سورۃ کے پہلے حصّہ میں غیر مسلموں بالخصوص اہلِ کتاب کے عقائد اور ان کی اخلاقی حالت کا مختصر سا جائزہ ہے۔ اس کے بعد اہلِ اسلام کو بتایا گیا ہے کہ غیر مسلموں سے تعلقات نہ بڑھائیں۔

---

[1] یا آشَم

Marfat.com

آخری حصہ میں انہیں دینی حمیّت اور جذبۂ حرّیت کا درس دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں بدر و اُحد کے پیوستہ واقعات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ مضامین کا مختصر تجزیہ درج ذیل ہے:

اہلِ کتاب کے عقائد اور اُن کا کردار

یہود کا مدینہ اور اس کے آس پاس بہت زور تھا۔ وہ مذہبی تفوّق اور نسبی تقدّس کے بڑے مدعی تھے۔ اس لئے سورۃ ہٰذا میں ان کے عقائد کا خصوصی تذکرہ آیا ہے۔ اُن کے کردار کا بھی جا بجا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں نصاریٰ کے اخلاق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اہلِ کتاب کے لئے دلائل

اہلِ کتاب کو اسلام کی تبلیغ کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں اُن کو مختصراً درج ذیل دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

(۱) تورات، انجیل اور قرآن کا ایک ہی سرچشمہ ہے یعنی وحیِ الٰہی۔ قرآنِ حکیم اصولی لحاظ سے تورات اور انجیل کی تردید نہیں کرتا، ان کی بنیادی تعلیمات کی حفاظت کا ضامن ہے۔ تورات اور انجیل اصل حالت میں موجود نہیں۔ اس لئے عقائد کے سلسلہ میں اس وقت فُرقان یعنی فیصلہ کن چیز قرآنِ حکیم ہے۔

(۲) اہلِ کتاب کا کہنا ہے کہ ہم شرک کے مخالف ہیں۔ اُن سے ارشاد ہے کہ آؤ توحید کی عملی تعبیر پیش کریں۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائیں اور اسی کو خالق و مالک جانیں۔

(۳) اہلِ کتاب کو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا دعویٰ ہے۔ یہی دعویٰ اہلِ اسلام کا بھی ہے۔ اس کا فیصلہ صرف اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ آج ان کے دین کا صحیح معنی میں کون پیرو ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ دیکھنا ہے کہ ان کی بتائی ہوئی خالص توحید کے تصوّر کو کس نے سنبھال رکھا ہے اور کون

Marfat.com

لوگ ان کے شعائر مثلاً کعبہ اور حج وغیرہ کے قائل ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچّا اور دائمی دین صرف اسلام ہے۔ یہ دین آدم کے وقت سے چلا آتا ہے۔ سب انبیاء علیہم السّلام اسی دین کے پیرو تھے اسلام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سکھاتا ہے۔ یہ دین فطرت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو آخری اور کامل صورت میں پیش کیا۔

(۵) سب کو مر کر اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونا ہے۔ آخرت کا دن اٹل ہے۔ دنیا کی رعنائیاں عارضی ہیں۔ دل کو مال و دولت کی محبّت اور قبیلہ و وطن کے تعصب سے آزاد کر کے حق کی تلاش کرنی چاہیے۔ اسی صورت میں صحیح راہ نظر آ سکتی ہے۔

اہلِ اسلام کو نصائح

سورت میں جگہ جگہ اہلِ اسلام کو اسلام پر پختہ رہنے کی تلقین ہے۔ مثلاً

(۱) **اللہ تعالیٰ کی اطاعت**: اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار رہو۔ تقویٰ رکھو۔ سستی اور غفلت نہ کرو۔

(۲) **سنّتِ نبوی کی پیروی**: اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت کے لئے کوشاں رہو۔ حضورؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

(۳) **محکمات و متشابہات**: قرآنِ حکیم کی متشابہ آیات اور محکم آیات میں تفریق نہ کرو۔ محکم آیات بھی قرآن کی جڑ اور اصل ہیں۔ متشابہات کے معانی ان سے وابستہ ہیں۔ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑنا الٹی ذہنیت کا کام ہے۔

(۴) **منافقت سے احتراز**: اطاعت کا حق صرف زبان سے ادا نہیں ہوتا، عمل بھی لازم ہے۔ اسلام کے دل و جان اور قول و عمل سے تابع رہو۔

(۵) **دین پر پختگی**: اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اس

ملت کو قطعاً ڈھیلا نہ پڑنے دو۔ دین پر پختہ رہو۔

(۶) **اتحاد**: ایک ہو کر رہو۔ اتحاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ سب مسلمانوں کی ایک برادری ہے۔

(۷) **امر بالمعروف و نہی عن المنکر**: نیک ہو کر رہو اور نیکی پھیلاؤ۔ دنیا کی امامت اور رہنمائی کے لئے آئے ہو۔ اس منصب کا تقاضا ہے کہ لوگوں کی تبلیغ کرو اور برائی کے قلع و قمع میں کوشاں رہو۔ تم نے اگر منصب امامت کا حق ادا کر دیا تو تم دنیا کی بہترین امت ہو گے۔

(۸) **مالی ایثار**: مال و دولت کے جال میں پھنس کر نہ رہو۔ اس جال کا ایک ایک پھندا توڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کے بغیر چارہ نہیں۔ بخل کے سبب قومیں اقوام اور افراد تباہ ہوتے ہیں اور سخاوت کے طفیل آباد و شاداب۔

مالی ایثار کا کمال یہ ہے کہ ان چیزوں کو خرچ کرو جو تمہارے دل کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

(۹) **سود کی حرمت**: سود مالی ایثار کے منافی ہے اس لئے حرام ہے۔ سود کھانا کافروں کا شعار ہے۔ اس سے دور رہو۔

(۱۰) **غیر مسلموں سے ولایت کا انقطاع**: ولایت قلبی تعلق کو کہتے ہیں۔ مسلمان کو چونکہ کسی سے کینہ رکھنے کی اجازت نہیں اس لئے وہ اکثر غیروں کے پھندے میں آ جاتا ہے اور غیر مسلموں پر دل کے راز کھول دیتا ہے۔ غیر مسلم کبھی مسلمانوں کے خیر اندیش نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان سے قلبی تعلق قائم رکھنے کی ممانعت ہے ورنہ وہ اپنے ساحرانہ انداز سے تمہارے دلوں میں اس طرح گھر کریں گے کہ تمہارے ایمان پر بھی اثر انداز ہونے لگیں گے اور گوشش کریں گے کہ تم اسلام سے رشتہ توڑ دو۔

(۱۰) **ایفائے عہد**: غیر مسلموں سے قلبی تعلق نہ رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ ان سے فریب کرو۔ اسلام فریب کاری کا روادار نہیں غیر مسلموں سے

Marfat.com

دنیوی تعلقات بہرحال قائم رہیں گے۔ اس سلسلہ میں اُن سے معاہدے بھی طے ہوں گے بشرطیکہ وہ اسلامی روح کے خلاف نہ ہوں اور ولایت کے دائرہ میں نہ آتے ہوں۔ ان معاہدوں کو نباہنا ازبس لازم ہے۔

(۱۱) **جہاد**: بسورتِ ہٰذا میں جہاد کی نہایت بصیرت افروز تلقین اس سلسلہ میں بدر و اُحد کے بعض واقعات سے سبق دلایا گیا ہے۔

اہلِ اسلام کو ظاہری اور باطنی دشمنوں سے خبردار رہنا چاہیے۔ ان کے مقابلہ کے لئے ہمیشہ مُستعِد رہیں۔

جہاد اٹل ہے۔ اس سے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اسی سے منافقوں کی قلعی کھل جاتی ہے اور اہلِ ایمان کی شان ابھرتی اور نکھرتی ہے۔

بُزدلی حرام ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے (۱۷۵) دشمن کی طاقت بہ ظاہر کتنی ہی زیادہ ہو ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ شکست سے نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا طریق یہ ہے کہ وہ حالتیں بدلتا رہتا ہے ہمیشہ فتح نہیں دلواتا ورنہ آزمائش کیسے ہوتی؟ صحابہ کرامؓ میں سے بھی افراد نے اُحد کے میدان میں شکست اٹھائی لیکن ان کا عزم پھر بحال ہوا اور دشمن کی ہمت ٹوٹ گئی (۱۵۱)

اہلِ ایمان پر بارہا تشیب و فراز آئے تاہم انہوں نے امید کا دامن نہ چھوڑا۔ کبھی نقصان اٹھانا پڑا تو اپنی کوتاہی پر نادم ہوئے اور اللہ کی جناب میں استغفار کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

موت کا وقت مقرر ہے (۱۴۵) آدمی ہزار چھپ کر بیٹھے آخر موت کی آغوش میں جانا ہے (۱۵۶) پھر کیوں نہ شہادت کی موت مرے اور اس کی طرح مر کر بھی زندہ رہے (۱۶۹-۱۷۱)

دولت کی بندگی نہ کرو۔ شہادت دولت سے بہتر ہے۔ اگر دنیا سے محبت رکھو گے تو بُزدل ہو جاؤ گے اور مغلوب رہو گے۔

Marfat.com

کوئی تعجب نہیں کہ تمہاری صفوں میں منافقوں کا بھی وجود ہو۔ یہ بے دین لوگ ہنگامِ جنگ بھاگ اٹھیں تو ہمت نہ ہارو اور ان کی مدد سے بے نیاز رہو (۱۶۷)

(۱۲) دعا: آخری آیات میں دعا اور استغفار کی تلقین ہے۔ آدمی ہزار نیک عمل کرے جنّت آخر رحمتِ کریم کی رحمت ہی سے ملتی ہے اس لئے کوئی آدمی اعمال پر نازاں نہ ہو۔ ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہے اور اس کی بارگاہ میں معافی اور رحمت کی دعا مانگتا رہے۔ دعا مانگنا فی نفسہٖ بہت بڑی عبادت ہے بلکہ سب عبادتوں کی روح ہے ٭

Marfat.com

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ① اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ

الف۔لام۔میم	اللہ	نہیں	معبود	سوا وہ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ②

زندہ	نظام قائم کرنے والا
(جو) زندہ ہے،	نظام قائم کرنے والا ہے

الٓمّٓ : الف۔لام۔میم

یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ ان کے معانی کی گہرائی میں جستجو کرنا ممنوع ہے۔ جو معانی پہلی نظر میں یا آسانی سے معلوم ہو جائیں ان کا

حرج نہیں بشرطیکہ محکم آیات کے منافی نہ ہوں۔

حروفِ مقطعات کے معنی کے بارے میں کوئی احادیث نہیں ملتیں۔ صحابہ کرامؓ نے ان کی بابت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی پوچھا ہی نہیں اور نہ حضورؐ نے از خود بتایا۔

الٓمّٓ کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ یہ انا اللہ اعلم کا مخفف ہے الف انا کے، لام اللہ کے لئے اور میم اعلم کے لئے آیا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اتاری اس نے اوپر تیرے کتاب ساتھ حق

اس نے آپؐ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ

نَزَلَ اترا نَزَّلَ اتارا اَنْزَلَ اتارا

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تصدیق کرنے والی لئے جو آگے اس کے

تصدیق کرتی ہوئی اس وحی کی جو اس سے آگے آئی تھی

وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۝۳

اور اتاری اس نے تورات اور انجیل

اور اس نے اتاری تورات اور انجیل

بَيْنَ يَدَيْ آگے، سامنے، پہلے

Marfat.com

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ

سے پہلے (پہلے)	ہدایت	لِ (لئے)	لوگ	اور اتارا	فرقان

اس سے قبل لوگوں کے لئے بطور ہدایت اور اتارا فرقان،

مِنْ قَبْلُ کے لغوی معنی تو ہیں "قبل سے" لیکن محاورہ میں اس کے معنی صرف قبل ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

یقیناً	جنہوں نے	انکار کیا	۔ آیتیں	اللہ کی

یقیناً جن لوگوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴

لئے	ان کے	عذاب	سخت۔	اور اللہ	غلبہ والا انتقام والا

ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ غلبہ والا ہے، انتقام والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ

یقیناً	اللہ	نہیں پوشیدہ رہتا	اُس پر	کچھ	

یقیناً اللہ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہتا

فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۝۵ هُوَ

میں	زمین	اور نہ	میں	بلندی	وہ

زمین میں اور نہ بلندی میں وہی

Marfat.com

اَلَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ

جو صورت بناتا ہے تمہاری میں بچہ دانیاں

ہے جو بچہ دانیوں میں تمہاری صورت بناتا ہے

کَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

جیسے وہ چاہتا ہے نہیں معبود سوائے وہ

جیسے چاہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۶

غلبہ والا حکمت والا

غلبہ والا، حکمت والا

خِفی پوشیدہ ہوا یَخْفٰی پوشیدہ ہوتا ہے صَوَّرَ صورت گری کی۔
یُصَوِّرُ صورت گری کرتا ہے۔ اَرْحَام جمع ہے رَحِم یا رِحْم (بچہ دانی) کی
مثلاً اُس نے چاہا یَشَآءُ وہ چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۱ — ۶

توحید

آیتِ زیرِ نظر کے پہلے حصہ میں توحید کا غیر مبہم اعلان ہے۔ دوسرے میں الحَیّ
اور القیوم کے دو لفظ اللہ تعالیٰ کی دو ایسی صفات کا پتہ دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ
کے ازلی و ابدی اور لم یزل اور لا یزال ہونے کی گواہ ہیں۔

معنی و مفہوم۔ لغت میں توحید کے معنی ہیں، کسی چیز کو ایک جاننا اور ماننا۔

شرع میں توحید سے مراد ہے:

اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا ماننا۔

یعنی دل سے تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح نہ اور کسی کی ذات ہے اور نہ اس کی صفات کی سی کسی اور کی صفات۔ اس کی ذات میں کوئی شریک یا حصہ دار نہیں۔ بہ الفاظ دیگر:

وہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ کسی اور کی اگر کوئی ہستی ہے یا وہ کوئی صفت رکھتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ہی عطیہ ہے۔ وہ خالق ہے اور کائنات اس کی مخلوق ہے۔ مخلوق کی ذات و صفات عارضی و فانی ہیں اور ہر دم تغیر کی زد میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تغیر و تبدل ہے، نہ اس کو زوال اور نہ زیان ہے۔ اس کی ذات و صفات کی نہ حد ہے نہ کنارہ۔

اللہ تعالیٰ کو ذات میں یکتا ماننے کو توحید فی الذات اور صفات میں یکتا ماننے کو فی الصفات کہتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ توحید فی العبادت ہے یعنی جس کی ذات و صفات کا یہ عالم ہو کہ ہر چیز اس کے سامنے ہیچ اور بے مقدار ہے اور اپنی حیات کے لئے اسی کی محتاج ہے اس کے سوا عبادت کے لائق اور کون ہو سکتا ہے۔ لہٰذا غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے۔

ذاتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیا مراد ہے؟ اس کا دو ٹوک اور حتمی جواب محال ہے۔ قرآن میں آیا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی اس کے مانند کوئی چیز نہیں۔ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ اس کے سامنے عاجز ہیں۔ کائنات کی کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی۔ مادی اشیاء میں جوہر بھی ہوتا ہے اور عرض بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے، نہ عرض۔

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا وجود زمان و مکان کی حدود میں گھرا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان ہر دو سے ورا ہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کا نور ہے لیکن یہ نور اس نور سے جداگانہ ہے جو سورج

Marfat.com

کی کرن یا بجلی کی چمک میں جھلک رہا ہے۔ اس نور کی حقیقت الفاظ میں نہیں سما سکتی اور نہ استعاروں میں بیان ہو سکتی ہے۔

صفاتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی حد یا کنارہ نہیں۔ اگر سب سمندروں کا پانی دو چند ہو کر بھی سیاہی میں تبدیل ہو جائے اور سب درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور کچھ نہ لکھتا چلا جائے یہاں تک کہ کل سیاہی خرچ ہو جائے اور سب قلمیں گھس کر رہ جائیں تو جب بھی اس کی صفات کا شمار نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی ہمارے حواس اور افکار کی دسترس سے وراء ہیں۔ وہ بصیر ہے لیکن اس کی بصارت ہماری بصارت کی سی نہیں۔ وہ سنتا ہے لیکن اس کی شنوائی سے ہماری شنوائی کو کوئی مشابہت نہیں۔ یہی کیفیت اس کی دیگر صفات کی ہے۔

انسان کی دنیا مجاز کی دنیا ہے، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ بھی مجاز کے محدود آئینہ ہی میں کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذہن اور حواس کی مناسبت سے قرآنِ حکیم میں اپنی وہی صفات بیان کی ہیں جن سے انسانی فہم کو بقدرِ ضرورت آگاہی اور اطمینان حاصل ہو سکے۔ ان صفات کی نشان دہی عموماً ان اسماء سے ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو موسوم فرمایا ہے۔ یوں تو ان اسماء کی تعداد بہت ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں سے ننانوے ایسے نام ایک ترتیب سے بیان فرما دیے ہیں جن میں کامل جامعیت ہے۔ ان میں ایک نام ذاتی ہے یعنی اللہ اور باقی اٹھانوے نام صفاتی ہیں۔ ان ناموں کی روشنی میں ہم اپنی بساط کے بموجب اللہ تعالیٰ کے حسن کا جلوہ دیکھ سکتے ہیں، لہٰذا ان کو اسمائے حسنیٰ یعنی حُسن والے نام کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے باقی نام بھی اسمائے حُسنیٰ ہیں لیکن ننانوے ناموں کو حدیثِ نبوی میں یکجا مرتب ہو کر جو خصوصیت حاصل ہو گئی ہے اس کے پیشِ نظر خاص و عام میں اسمائے حُسنیٰ انہی کو کہا جانے لگا۔ ان میں سے بعض اسماء یہ ہیں:

رحمٰن، رحیم، خالق، مُصوِّر، غفّار

Marfat.com

قَہَّار، وَہَّاب، رَزَّاق، علیم، سمیع،
بصیر، عظیم، جلیل، کریم، حکیم،
صَمَد، قادِر، رَءُوْف وغیرہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اَسمائے حُسنٰی کے بارے میں فرمایا ہے، مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ مراد یہ کہ جس نے ان اسماء کو اپنے دِل و دماغ میں بسالیا وہ جنّت میں داخل ہوا۔ اس ارشاد میں یہ تلقین ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ ان کی روشنی میں کیا جائے اور اپنے اَخلاق میں ان کا پرتو اتارا جائے۔

آیت زیرِ نظر میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی یہ کہ وہ حَیّ اور قیوم ہے بنیادی طور پر بیان ہوئی ہیں اور ان کے ضمن میں چند دیگر صفات بھی آئی ہیں جیسا کہ سطورِ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

(۱) وہ حَیّ ہے۔ یعنی دائم اور باقی ہے۔ اس پر موت واقع نہیں ہو سکتی، وہ لافنا ہے۔

(۲) وہ قَیُّوم ہے۔ قیّوم اُسے کہتے ہیں جو خود قائم و لازوال ہو اور دوسروں کو بھی قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا قیّوم ہے یعنی اس کا نظام سنبھالے ہوئے ہے۔

قیّومیت کے ضمن میں وہ **ھادی** بھی ہے یعنی مخلوق کی مادی اور روحانی ہدایت کا سلسلہ کارا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی ہدایت سے جو شخص بغاوت کرنا چاہے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ **عزیز** یعنی غلبہ والا اور **ذُوانتقام** یعنی سزا دینے والا ہے: اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس کی قدرت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، یہاں تک کہ ماں کے پیٹ میں بچہ بھی اُسی مُصَوِّر کی صورت گری کا مرہون ہے۔ الغرض وہ الحکیم یعنی لاشریک حکمت والا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مادی نظام ہی نہیں سنبھال رکھا بلکہ روحانی نظام کو بھی قائم کیے ہوئے ہے۔ بچہ اپنی پیدائش سے ہی جبلّی صلاحیتیں ساتھ لاتا ہے۔ بھوک لگنے پر روتا ہے۔ ماں چھاتی سے لگاتی ہے تو دودھ پینے لگتا ہے۔ یہ باتیں اُسے کس نے سکھائیں؟ اللہ نے۔ اللہ تعالیٰ پیدائش سے لے کر موت تک جبلّی اور روحانی ہدایت کے سامان کرتا ہے۔ انسان کے دل میں توحید کا طبعی احساس پیدا کرتا ہے اور اسے صفائی پسند ضمیر دیتا ہے۔ لیکن توحید کے اس احساس اور ضمیر کی صفائی میں اکثر دنیا کے زنگار سے فرق آجاتا ہے۔ اس لئے اللہ نے مزید رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ اُنہیں الہامی کتابیں دیں۔ تورات، انجیل اور قرآن ان میں سب سے آخری ہیں۔ تورات اور انجیل کی شریعتیں چونکہ دائمی نہ تھیں اس لئے محفوظ نہ رہ سکیں۔ قرآن آخری کتاب ہے لہٰذا آج تک محفوظ ہے۔

کُل انسانوں کی فطرت ایک سی ہے اس لئے ان کی ہدایت کے بنیادی اصول بھی یکساں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان بنیادی اصولوں کی تبلیغ کرتے رہے۔ جو نبی بھی آیا اس نے پہلے انبیاء کی تعلیمات کی نفی نہ کی، بلکہ اس کے بتائے ہوئے بنیادی اصولوں کو محفوظ رکھا البتہ وقتی اور مقامی تغیرات سے شریعتوں میں فرق آتا رہا۔

قرآن حکیم میں سابقہ ادیان کی بنیادی تعلیمات محفوظ ہیں۔ وہ تورات اور انجیل کی تردید نہیں کرتا بلکہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اصل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سلسلۂ ہدایت کی زرّیں کڑیاں تھیں۔

قرآنِ حکیم نے سابقہ کتابوں کی بنیادی تعلیمات محفوظ کر لیں۔ لیکن یہ کتابیں خود اپنی اصل حالت پر قائم نہ رہ سکیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ تورات و انجیل کی کونسی تعلیمات ان میں محفوظ ہیں۔ اس غرض کے لئے قرآنِ حکیم کسوٹی کا کام دے گا۔ جو تعلیمات اس کے موافق ہیں وہی قابلِ عمل ہیں۔ قرآنِ حکیم فرقان ہے۔ فرقان کے معنی ہیں فرق کرنے والا یعنی حق و باطل اور صدق و کذب کو الگ الگ کر دکھانے والا۔ تورات و انجیل کے مضامین کے لئے قرآن نہ صرف مصدّق یعنی

تصدیق کرنے والا ہے بلکہ فُرقان بھی ہے۔

کائنات کا مادی اور روحانی نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کائنات پہ ایک نگاہ ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی یکتا ہستی کی تخلیق ہے۔ ورنہ اس میں یہ وحدت، توازن، ہم آہنگی اور دوام نہ ہوتا۔ اس کا تار و پود از خود بکھر چکا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ زمین کا ذرّہ ذرّہ اس کے علم میں ہے۔ اس کا علم اور قدرت ہر شے پر حاوی ہے۔ لہٰذا اس نظام میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اس کی حکمت اور غلبہ کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ انسان ماں کے شکم میں بھی اس کی دسترس سے آزاد نہیں۔ وہ جیسے چاہے صورت گری کرتا ہے۔ چاہے تو صورت سنوار دے اور چاہے تو بگاڑ دے۔

روحانی نظام بھی اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا مرہونِ منّت ہے۔ اسی نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ الہامی کتابیں بھی اسی نے ارسال کیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصولی لحاظ سے ان میں کوئی اختلاف نہیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ

وہ جو اتاری اُس نے اوپر تیرے کتاب

وہی ہے جس نے (اے نبیؐ) آپؐ پر کتاب اتاری

مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

سے وہ آیات محکم

اس میں سے (بعض) محکم آیات ہیں

Marfat.com

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہ جڑ۔ اصل کتاب اور دیگر متشابہات

وہ کتاب کی اصل ہیں اور دیگر متشابہہ ہیں

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ

تو سو جو میں دل ان کے کجی (ٹیڑھ)

تو سو جن کے دلوں میں کجی ہے

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

تو وہ اتباع (پیروی) کرتے ہیں جو متشابہ ہوا سے وہ (اس سے)

تو وہ اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو اس (میں) سے متشابہ ہوا

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ

وقف النبی علیہ السلام

طلب گمراہ کرنا اور طلب تاویل اس کی

گمراہ کرنے کی طلب میں اور اس کی تاویل کی طلب میں

وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ

وقف منزل وقف لازم

اور نہیں جانتا ہے تاویل اس کی سوائے اللہ

اور اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے

وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ

اور پختہ کار میں علم

اور جو علم میں پختہ ہیں

Marfat.com

يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ

کہتے ہیں وہ ایمان لائے ہم ساتھ اس کے سب سے پاس رب ہمارا

وہ کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے (یہ) سب اللہ کے پاس سے ہے

وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اور نہیں نصیحت پکڑتا ہے مگر والے عقلیں

اور صرف اصحاب عقل نصیحت قبول کرتے ہیں۔

اُخَر جمع ہے اُخْرٰی کی۔ فَاَمَّا مرکب ہے فَ (تو) اور اَمَا (سو) قُلُوْبِهِمْ مرکب ہے قُلُوْب (دل) اور هِمْ (وہ) سے یعنی اُن کے دل۔ اِتَّبَعَ اس نے اتباع کیا یَتَّبِعُ وہ اتباع کرتا ہے۔ یَتَّبِعُوْنَ وہ اتباع کرتے ہیں۔ پیروی کرتے ہیں۔ فَتَنَ فریب دیا، بہکایا، پھیرا، گمراہ کیا۔ فِتْنَة آزمائش، فساد، رُکاوٹ، گمراہی، عذاب۔ سزا اٰمَنَ وہ ایمان لایا اٰمَنَّا ہم ایمان لائے۔ ذَكَرَ اُس نے یاد کیا۔ ذَكَّرَ اس نے یاد دلایا، سمجھایا، نصیحت کی تَذَكَّرَ اس نے یاد کیا، سمجھا، نصیحت پکڑی۔ يَذَّكَّرُ دراصل يَتَذَكَّرُ ہے وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ اُولُو (والے) یہ ذَوُوْ (جمع ذُوْ) کی جگہ آتا ہے۔ اَلْبَاب جمع ہے لُبّ (عقل) کی۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ

اے رب ہمارے نہ ٹیڑھا کر دل ہمارے بعد جب

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر جب

هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا

ہدایت دی تونے ہمیں اور عطا کر ہمارے لئے

تو ہمیں ہدایت دے چکا اور ہمیں عطا کر

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ

سے پاس تیرے رحمت یقیناً تو

اپنے پاس سے رحمت یقیناً تو

اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ

تو عطا کرنے والا اے رب ہمارے یقیناً تو

عطا کرنے والا ہے اے ہمارے رب! یقیناً تو

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ

جمع کرنے والا لوگ لئے دن نہیں شک اس میں

یک جا کرنے والا ہے لوگوں کو اس دن جس میں شک نہیں

ع ۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾

یقیناً اللہ نہیں منسوخ کرتا عہد

یقیناً اللہ عہد منسوخ نہیں کرتا

زَاغَ ٹیڑھا ہوا اَزَاغَ اُس نے ٹیڑھا کیا یُزِیْغُ وہ ٹیڑھا کرتا ہے لَاتُزِغْ
نہ کر۔ هَدٰی اُس نے ہدایت دی هَدَيْتَ تُو نے ہدایت دی۔ وَهَبَ
نے عطا کیا۔ يَهَبُ عطا کرتا ہے هَبْ عطا کر وَهَّاب بہت بخشنے والا

Marfat.com

مِنْ لَّدُنْكَ دراصل ہے: مِنْ (سے) لَدُنْ (پاس) كَ (تیرے) یعنی تیرے پاس سے
لَا يُخْلِفُ (نہیں منسوخ کرتا) میعاد (عہد) مصدر میمی ہے۔ اِخْلَاف کے معنی ہیں
ایک حکم کے بعد دوسرا حکم بھیجنا جو پہلے کو غیر نافذ کردے یا ایک بات کے بعد دوسری
بات کہنا جو پہلی کو منسوخ کردے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ

یقیناً جنہوں نے کفر کیا نہیں کفایت کریں گے سے وہ (ان کے)

یقیناً جو لوگ کافر ہوئے ان کو کفایت نہیں کریں گے

اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ

اموال ان کے اور نہ اولاد ان کی

اموال اُن کے اور نہ اولاد ان کی

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ

سے اللہ کچھ اور وہ وہ

اللہ سے (بچانے میں) کچھ (بھی)۔ اور وہ

وَقُوْدُ النَّارِ ۝١٠ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

ایندھن آگ مانند وتیرہ قوم فرعون

آگ کا ایندھن ہیں۔ جیسے وتیرہ تھا فرعون والوں کا

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اور جو پہلے ان سے جھٹلائیں آیات ہماری

اور اُن کا جو ان سے قبل تھے انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔

Marfat.com

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ

تو پکڑا انہیں باعث گناہ ان کے ۔

تو اللہ نے انہیں اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا

وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

اور سخت سزا

اور اللہ سخت سزا (دینے) والا ہے

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ

کہہ لئے جو کافر ہوئے جلد تم مغلوب کیے جاؤ گے

(اے نبیؐ!) آپؐ کہہ دیں ان سے جو کافر ہیں کہ تم اب مغلوب کیے جاؤ گے

وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ

اور تم اکٹھے کیے جاؤ گے طرف جہنم

اور تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے

وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

اور برا بچھونا۔ سیج

اور وہ بری سیج ہے۔

اَغْنٰی وہ کام دے گیا۔ اس نے کفایت کی۔ اَغْنٰی عَنْهُ اس نے اس کا کام دیا۔ اس کی طرف سے کفایت کی۔ اَمْوَال جمع ہے مال کی۔

اٰل (۱) اولاد

Marfat.com

(۲) پیرو (خازن سورۂ بقرہ)
(۳) ہم مذہب (خازن سورۂ بقرہ)
شاہ رفیع الدینؒ نے یہاں آلِ فرعون کے معنی فرعون کے لوگ لکھے ہیں اور حضرت تھانویؒ نے: فرعون والے۔
کَذَّبَ تکذیب کی۔ جھوٹا کہا۔ سچا نہ مانا۔ تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔
ذُنُوْب جمع ہے ذَنْب (گناہ) کی۔ غَلَبَ وہ غالب ہوا یَغْلِبُ وہ غالب آتا ہے یُغْلَبُ وہ مغلوب کیا جائے گا۔ تُغْلَبُوْنَ تم مغلوب کئے جاؤ گے۔ سَتُغْلَبُوْنَ تم جلد مغلوب کئے جاؤ گے۔ مَهَدَ بچھایا مِهَاد جو چیز بچھائی گئی۔ فراش۔ بچھونا۔ سیج۔ اس کی جمع مُهُد اور اَمْهِدَة آتی ہے۔

تفسیر آیت ۷ — ۱۲

محکمات و متشابہات
تلاشِ حق کے لئے بے تعصبی لازم ہے

ہدایت سے وہی لوگ بہرہ مند ہو سکتے ہیں جو صدقِ دل سے ہدایت کے طلب گار ہوں۔ تعصب میں مبتلا رہنے والے اور اپنی رائے پر اندھا دُھند اَڑ جانے والے لوگ بے ہدایت رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ربانی کتابوں پر نظر رکھتے ہوئے بھی گمراہ رہتے ہیں۔ وہ ان کے مطالب کو جان بوجھ کر اپنی مرضی کے موافق ڈھالتے ہیں خود ساختہ مضامین کو دلفریب الفاظ و عبارات کا جامہ پہنا کر اس دعویٰ سے پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہی تھی۔ دیدہ و دانستہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔
قرآن حکیم کی عبارت محفوظ ہے۔ اس عبارت پر کسی کا بس نہیں چل سکتا۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کی معنوی تحریف پر ناکام طبع آزمائی ضرور کی ہے۔ معنوی تحریف سے مراد ہے اصل مطلب کو بدل کر یا توڑ مروڑ کر پیش کرنا۔ جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارک اور علمائے کرام کے دم سے معنوی تحریف

Marfat.com

کی کوئی کوشش کامیابی کا منہ نہ دیکھ سکے گی۔

سابقہ کتبِ سماویہ کی معنوی ہی نہیں لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔ان کی عبارات کو یا بدل دیا گیا یا سیاق وسباق سے نکال کر عجیب معنی پہنائے گئے۔۔

معنوی تحریف کی آسان صورت یہ ہے کہ آدمی محکم آیات کو نظر انداز کر کے متشابہہ آیات کے درپے ہو جائے۔کوئی آسمانی کتاب بھی ہو، اس کے ساتھ اگر یہ سلوک کیا جائے تو حق نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

محکم و متشابہ آیات سب آسمانی کتابوں میں رہی ہیں۔قرآنِ حکیم میں بھی یہ دونوں قسمیں موجود ہیں۔

ناقابلِ تاویل آیات کو محکمات کہتے ہیں۔یہی کتاب کی اصل اور جڑ ہوتی ہیں۔ قابلِ تاویل آیات کو متشابہات کہتے ہیں۔ان سے کئی معنی نکل سکتے ہیں لیکن ان کی مکمل تاویل اور کامل ادراک ناممکن ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (اور اس کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے) کسی کو روا نہیں کہ متشابہات کی تاویل کے پیچھے اس طرح پڑ جائے کہ ضرور ان کا مکمل ادراک کرنا ہے۔

تاویل

تاویل سے کیا مراد ہے؟

بعض عبارتیں ایک سے زائد مفہومات کا احتمال رکھتی ہیں۔ایک تو ظاہری ہوتا ہے جو پہلی ہی نگاہ میں سامنے آجاتا ہے۔لیکن مزید غور و فکر کیا جائے تو دیگر مفہوم بھی ابھر آتے ہیں۔انہیں باطنی مفہوم کہتے ہیں۔ان میں سے کس کو اختیار کیا جائے اس فیصلہ تک پہنچنے کے لئے دلائل سے مدد لی جاتی ہے۔

جب کسی دلیل کی رہنمائی میں لفظ یا عبارت کے ظاہر کو چھوڑ کر اس کے باطن کو اختیار کیا جائے تو اسے تاویل کہتے ہیں۔تاویل کے لغوی معنی ہیں پھیرنا یا لوٹانا۔ اصطلاحاً مراد یہ ہے کہ عبارت کا مطلب ظاہر سے باطن کی طرف پھیرا جائے۔

تاویل کی اصطلاح بہت وسیع ہے اور قرآن کے بتائے ہوئے ان سب لغوی معانی

Marfat.com

کو شامل ہے۔ بیان[1]۔ تعبیر[2]۔ اصل مدعا[3]۔ باطنی مفہوم[4]۔ حقیقت[5]۔ تحقیق[6]۔

تاویل تفسیر کی ایک نوع ہے[7]۔ تاویل انتہائی احتیاط کی محتاج ہے جس کے بغیر یہ تفسیر کے دائرہ سے نکل کر اپیچ کے زمرہ میں چلی جاتی ہے اور تحریفِ معنوی ٹھہرتی ہے۔

تاویل میں غور کرنے کے لئے مندرجۂ ذیل شرائط لازمی ہیں:

ا۔ دل خوفِ الٰہی سے لبریز ہو۔

ب۔ عربی زبان میں کامل دستگاہ ہو اور عربی عبارت کے اسلوب اور طرزِ ادا کی معرفت حاصل ہو۔

ج۔ دل میں کسی خود ساختہ نظریہ یا تخیل کے لئے ہٹ دھرمی نہ ہو، بلکہ صحیح دلائل کی روشنی میں حق تک پہنچنا مقصود ہو۔

د۔ جو عبارت زیرِ غور ہو اُسے قرآنِ حکیم کے بنیادی تصوّرات کے تحت سمجھا جائے کہ موضوع زیرِ بحث پر حتی الوسع کامل معلومات حاصل ہوں۔

ر۔ اگر کسی آیت یا کسی حصۂ آیت پر سوچنا مقصود ہو تو اسے اپنے سیاق و سباق یعنی پس و پیش کے ربط میں دیکھا جائے۔

س۔ تاویل اختیار کرنے کے لئے پختہ دلیل ہو۔ کوئی قوی تر دلیل اس کی مخالفت نہ کرے۔

جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ محکمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور متشابہات کا مطلب اپنے ڈھنگ پر موڑ کر لوگوں کو فتنہ یعنی گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا کام ہے جن کا علم اُن کی رُوح سے ابھی پیوست نہیں ہوا۔ اِن کے برعکس جو لوگ راسخُون فی العلم ہیں یعنی علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔ وہ پورے قرآن کو ایک وحدت سمجھتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات کو ایک دوسرے سے ٹکرانے کی مذموم کوشش نہیں کرتے۔

---

[1] سورۂ یوسف ۱۲ - ۱۰۰ [2] سورۂ یوسف آیت ۳۷، ۴۴، ۴۵ وغیرہ [3] سورۂ یوسف ۱۸/۱۲ الکہف - ۸۲

[4] یونس ۳۹ [5] النساء ۵۹ [6] اتقان - نوع - ۷۶

راسخون فی العلم

رَاسِخُون فِی الْعِلم سے مراد وہ علماء ہیں جو علم میں پختہ ہیں۔ انہوں نے گہری نگاہ سے وسیع مطالعہ کیا ہے۔ یہ نہیں کہ چند کتابیں پڑھ کر دستارِ فضیلت باندھ لی اور لگے ہر ایک کے منہ آنے۔ ان کا علم صالح ہے۔ وہ عالمِ باعمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور زاہد و پرہیزگار ہیں۔ اسلام میں علم کا حرفِ اوّل اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ یہی لوگ صحیح معنی میں اُولُوا الالباب یعنی صاحبِ خرد ہیں۔ یہی لوگ قرآن سے ہدایت یاب ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ صحابۂ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ رَاسِخُون فِی العِلم کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

مَنْ بَرَّتْ یَمِینُہٗ وَصَدَقَتْ لِسَانُہٗ وَاسْتَقَامَ قَلْبُہٗ وَعَفَّ فَرْجُہٗ وَ بَطْنُہٗ فَاُولٰئِکَ مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ۔

جس کی قسم پوری ہوئی اور اس کی زبان نے سچ کہا اور دل راہِ راست پر رہا اور اس کی شرمگاہ اور بطن عفیف رہے (یعنی اس نے حرام کاری نہ کی اور نہ حرام کھایا) تو یہی لوگ راسخین فی العلم میں سے ہیں۔

(کشکول نعتہ محمد شفیع)۔

متشابہ آیات کے پیچھے پڑنا، لوگوں کی گمراہی کے درپے ہونا اور کتبِ منزّلہ کی تحریف کرنا کس قدر سنگدلانہ حرکت ہے؟ اس کا مرتکب کون ہو سکتا ہے؟ وہی جو دولت اور منصب کے پیچھے پاگل ہے یا قبیلہ و خاندان کے تعصّب میں مرا جاتا ہے۔

جو لوگ دولت اور منصب کی خاطر باطل سے وابستہ رہتے ہیں ان میں سے ایک نمایاں مثال قیصرِ روم کی ہے جس نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت تسلیم کرنے کے باوجود سلطنت کے کھو جانے کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا۔ بعض عیسائی اور یہودی علماء اور رؤساء کا بھی یہی حال تھا۔ قبیلہ و خاندان کے تعصب میں جو لوگ حق کے دشمن ہوئے ان میں ایک چوٹی کی مثال فرعون اور اس کی قوم کی ہے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس لئے انکار کیا کہ وہ بنو اسرائیل سے تھے۔ بنو اسرائیل مصر میں قومِ فرعون کے غلام سمجھے جاتے تھے

Marfat.com

اس لئے فرعون اور اس کی قوم نے گوارا نہ کیا کہ جسے وہ غلام سمجھتے تھے اسے نبی مان لیں۔

ایسے لوگوں کو آیاتِ بالا میں آگاہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد اور نہ قبیلہ و خاندان۔ ان میں سے کوئی چیز تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہ بچا سکے گی۔ آج دنیا میں غالب بنے پھرتے ہو لیکن تم اللہ کی طاقت کے آگے جلد مغلوب ہو جاؤ گے۔ قیامت کا دن دور نہیں۔ تم دوزخ میں داخل ہو گے جہاں مخلی سیج کے بجائے آتشیں فرش ہوگا۔

گھمنڈ، تعصب اور خود پرستی کی دیواریں حق تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ اگر حق مطلوب ہو تو آدمی کو چاہیے کہ سب تعصب چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ اس نے اگر خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو سمجھو ہدایت کی راہ پالی۔ حق کی راہ خوب روشن ہے لیکن تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا [b]

ہے ہوا لئے تمہارے نشانی عبرت میں دو جماعتیں ٹکرائیں وہ دو

تمہارے لئے عبرت تھی دو جماعتوں میں جو باہم ٹکرائیں

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جماعت جنگ کرتی (تھی) میں راہ اللہ

ایک جماعت اللہ کی راہ میں جنگ کرتی تھی

وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ

اور دوسری کافر دیکھتے (تھے) انہیں

اور دوسری کافر تھی وہ انہیں آنکھوں کی دید سے

Marfat.com

مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللّٰهُ

دوگنا ان سے دیکھ آنکھ اور اللہ

اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے۔ اور اللہ

يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ اِنَّ

طاقت دیتا ہے ساتھ مدد اسکی جسے وہ چاہتا ہے یقیناً

جسے چاہے اپنی مدد سے طاقت دیتا ہے۔ یقیناً

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

میں وہ ضرور عبرت لئے والے بینائیاں۔ آنکھیں

اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے

فِئَةٌ جماعت فِئَتَانِ دو جماعتیں۔ یہ لفظ فِيْ کی وجہ سے مجرور ہوکر فِئَتَيْنِ ہوا اِلْتَقَتَا اِلْتَقٰى سے مؤنث اور تثنیہ کا صیغہ ہے اِلْتَقَتَا وہ دو باہم مقابل ہوئیں قَتَلَ اس نے قتل کیا قَاتَلَ اس نے جنگ کی۔ تُقَاتِلُ وہ جنگ کرتی ہے۔ رَأَى اس نے دیکھا۔ يَرَوْنَ وہ دیکھتا ہے يَرَوْنَ وہ دیکھتے ہیں۔ اَيَّدَ طاقت دی۔ يُؤَيِّدُ طاقت دیتا ہے۔ تَاْيِيْد مصدر ہے لَعِبْرَةً میں لام تاکید کے لئے ہے۔ عِبْرَةٌ اِنَّ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوکر عِبْرَةً ہوا۔ اُولو سے پہلے لِ نے آکر اسے مجرور کر دیا اور اُولِي ہوا۔ اَبْصَار جمع ہے بَصَر (آنکھ۔ بینائی کی)

تفسیر آیت ۱۳

اللہ تعالیٰ کی مدد

گزشتہ آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار قیامت کو مغلوب ہوکر رہیں گے۔

Marfat.com

آیتِ زیرِ نظر میں بتایا گیا ہے کہ اگر اہلِ اسلام میں ایمان کی تڑپ ہو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا پورا بھروسہ ہو تو وہ ہزار بے سروسامانی کے باوجود قاہر اور جابر باطل پرستوں کو بھی سرنگوں کر دیں گے۔ اس سلسلہ میں جنگ بدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مدد فرشتوں کی صورت میں آئی۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ ان کی سواری میں کل دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ سامانِ حرب کی قلت کا یہ حال تھا کہ صرف چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی ادنیٰ ہتھیار تھے۔ مشرکین کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ سارا لشکر ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ بعض مشرک سرتاپا آہن پوش تھے۔

بدر کی جنگ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نے بہت کرشمے دکھائے، مثلاً جب لشکر آمنے سامنے ہوئے تو فریقین اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک دوسرے کو بہت قلیل نظر آئے۔ مسلمانوں کو اس لئے کہ ان کے حوصلے بڑھ جائیں اور کفار کو اس خاطر کہ میدان سے واپس جانے کی نہ سوچیں اور اہلِ اسلام کی تلواروں کا شکار رہیں۔ ابوجہل مسلمانوں کی اس قدر قلیل تعداد سمجھ کر بول اٹھا، آج فتح ہماری مٹھی میں ہے۔ اہلِ لشکر سے کہا، جنگ کرنا کیا ضرور ہے؟ مسلمانوں کو یونہی باندھ کر لے چلو۔ لیکن جیسا کہ آیت میں تُقَاتِلُ کے لفظ سے ظاہر ہے جب جنگ چھڑی تو کفار کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آنے لگے اور سمجھے کہ دو ہزار ہیں۔ ان کے دل بیٹھ گئے۔ اُدھر آندھی نے ان پر تھپیڑے برسانے شروع کئے۔ حواس باختہ ہو گئے اور دھڑا دھڑ کٹنے لگے۔

مفسرین نے سوال اٹھایا کہ آیت میں یَرَوْنَ کا لفظ کس کی طرف راجع ہے۔ اس کے مختلف جواب دئے گئے ہیں۔ لیکن فیصلہ کن بات یہ ہے یَرَوْنَ کا لفظ کَافِرَۃٌ سے عین متصل ہے لہٰذا اسی کی طرف راجع ہوگا۔

جنگ کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو بشارت دی کہ تمہاری مدد کے لئے تین ہزار فرشتے آئیں گے۔ اہلِ اسلام

Marfat.com

کے دلوں کو تسلی ہو گئی۔ اتنے میں افواہ اڑی کہ کُرز بن جابر ایک لشکر لے کر کُفّار کی مدد کے لئے آرہا ہے۔ اس پر بشارت آئی کہ اے مسلمانو! یہ لوگ اب جو ولولہ دکھا رہے ہیں اگر اسی سے تم پر حملہ آور ہوئے اور تم ثابت قدم رہے تو تمہیں مزید پانچ ہزار فرشتوں کی مدد ملے گی (آیت ۱۲۵) کُرز بن جابر نہ آیا اور نہ مشرکین کا جنگ کے وقت وہ جوش و خروش رہا۔ ان کی ہمت جواب دے گئی۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا (آیت ۱۲۵) میں یہ لطیف اشارہ نظر آتا ہے کہ وہ ہمت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

اس جنگ میں کُفّار کے ستّر آدمی مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ ان کے چوٹی کے سردار کام آگئے۔ اپنے زمانے کے فرعون ابوجہل کا قصّہ بھی تمام ہوا۔ کُفّار کی کمرِ ہمت ٹوٹ گئی۔ چنانچہ سورۃ ہٰذا کی آیت ۱۲۷ میں ارشاد ہوا لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ (تاکہ کُفّار کا ایک حصّہ کاٹ ڈالے، انہیں منہ کے بل گرائے اور وہ نامراد واپس جائیں) کُفّار کا لشکر خراب و خستہ حالت میں بھاگ کر مکّہ پہنچا۔ سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ

مزین کیا گیا	لئے	لوگ	چاہت	مرغوبات

لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ہے مرغوبات کی محبت

مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

سے	عورتیں	اور	بیٹے	اور	انبار	محفوظ[1]

عورتوں (میں) سے اور بیٹوں سے اور سونے چاندی

---

[1] خازن۔

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ

سے سونا اور چاندی اور گھوڑے

کے محفوظ انباروں سے اور نشان زدہ

الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ

نشان زدہ اور مویشی اور کھیتی

گھوڑوں سے اور مویشیوں سے اور کھیتی (سے)۔

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

وہ (یہ) سامان زندگی دنیا

یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾

اور اللہ پاس اس کے خوبی واپس جانے کی جگہ

اور اللہ کے پاس واپسی کی خوب جگہ ہے

زُيِّنَ اس نے مزین کیا، دل کش بنایا۔ زُيِّنَ وہ مزین کیا گیا، دل کش بنایا گیا۔ شَهَوٰات جمع ہے شہوت کی۔ شہوت مصدر ہے اور اصل میں پسندیدہ چیز کے اشتیاق کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ مُشْتَهٰی یعنی مرغوب کے معنی میں استعمال ہوا۔

بَنِيْنَ درحقیقت بَنُوْن ہے جو مجرور ہو کر بَنِيْن ہوا۔ قَنَاطِيْر جمع ہے قِنْطَار (ڈھیر) کی۔ قَنْطَرَ اس نے محکم کیا، محفوظ کیا، دوگنا کر دیا۔ مُقَنْطَر بڑھایا ہوا۔ مُسَوَّمَة مؤنث ہے۔ خَيْل اسم جمع ہے۔ اس سے

Marfat.com

قَوْم اور دَهْط (قبیلہ) کی طرح واحد نہیں آتا۔ ایک خیال یہ ہے کہ خَیْل خائل کی جمع ہے۔ خائل کے معنی ہیں فخر میں ڈالنے والا۔

سِیمَہ عربی میں علامت کو کہتے ہیں۔ سَوَّمَ اس پر علامت لگائی۔ مُسَوَّم جس پر علامت لگائی گئی ہے۔ مُسَوَّمَہ سے مراد ہیں وہ گھوڑے جو نشان زدہ ہوں یا چراگاہ میں کھلے چرائے جاتے ہوں یا بہت عمدہ ہوں۔ ان کی عمدگی ہی ان کی علامت ہوتی ہے۔ اَنْعَام جمع ہے نَعَم (مونیثی) کی۔ نَعَم اونٹ گائے بیل اور بھیڑ بکری کے لئے بولا جاتا ہے۔ حَرْث مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی مزروعہ کھیتی۔ مَتَاع ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا اس سے کام لیا جائے یا برتی جائے۔ مَآب (۱) اَوْب یا اَیاب (واپس جانا) سے اسم ظرف ہے یعنی واپس جانے کی جگہ۔ مرجع (۲) مصدر میمی

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ

کہہ کیا آگاہ کروں تمہیں ساتھ بہتر سے وہ اے سننے والو!

(اے نبیؐ) آپ کہہ دیں (کہ) کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز سے آگاہ کروں

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ

لئے جو تقویٰ کیا انہوں نے پاس رب ان کا باغ

ان کے لئے جنہوں نے تقویٰ کیا ان کے رب کے پاس باغ ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں مقیم ہیں وہ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں مقیم ان میں

وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

اور جوڑ پاکیزہ اور خوشنودی سے اللہ

اور پاکیزہ جوڑ (ہوں گے) اور اللہ کی طرف سے خوشنودی (ہوگی)

وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

اور اللہ دیکھنے والا ساتھ بندے جو کہتے ہیں وہ

اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ جو کہتے ہیں (کہ)

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اے رب ہمارے یقیناً ہم ایمان لائے ہم پس بخش دے ہمارے

اے ہمارے رب! یقیناً ہم ایمان لائے پس تو ہمیں ہمارے

ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

گناہ ہمارے اور بچا ہمیں عذاب آگ

گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ

ثابت قدم اور راستباز اور فرمان بردار

(جو) ہیں ثابت قدم اور راستباز اور فرماں بردار

وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

اور خرچ کرنے والے اور مغفرت مانگنے والے ہیں۔ رات کے آخری پہر

اور خرچ کرنے والے اور آخر شب میں مغفرت مانگنے والے

Marfat.com

نَبَأٌ خبر اُنْبِّئُ میں خبر دیتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ ذٰلِكُمْ میں غائب کی طرف اشارہ اور مخاطب کو تنبیہ ہے یعنی "وہ بات اے سننے والو"

اِتَّقٰى اُس نے تقویٰ کیا اِتَّقَوْا انہوں نے تقویٰ کیا۔ مُتَّقِيْ تقویٰ کرنے والا۔ جَنَّةٌ باغ جَنّات جمع ہے۔ جَرٰى جاری ہوا تَجْرِيْ جاری رہتی ہے۔ بہتی ہے۔ اَنْهٰر جمع ہے نَهْر یا نَهَر کی۔ نَهر عربی میں نہر اور دریا ہر دو کے لئے مستعمل ہے۔ اَزْوَاج جمع ہے زَوْج (جوڑ) کی۔ طَهَّرَ پاکیزہ کیا۔ مُطَهَّرَة پاکیزہ کیا ہوا۔ اَزْوَاج جمعِ مکسر ہے اس لئے صفت مؤنث آئی ہے یعنی مُطَهَّرَ ۝

عِبَاد جمع ہے عَبد کی۔ فَاغْفِرْ اصل میں ہے: فَ (پس) اور اِغْفِرْ (بخش دے) اِغْفِرْ امر ہے غَفَرَ سے۔ وَقٰى اس نے بچایا يَقِي وہ بچاتا ہے ق بحا (امر ہے) قَانِت ہمیشہ اطاعت گزار رہنے والا۔ اَنْفَقَ اس نے خرچ کیا۔ مُنْفِق خرچ کرنے والا۔ اَسْحَار جمع ہے سَحَر کی جس کے معنی ہیں: رات کا آخری پہر اس کے بعد فجر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۴—۱۷

انعامِ آخرت کے حق دار کون ہیں

سامانِ دنیا میں بڑی کشش ہے۔ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ جو شخص دنیا کا غلام ہو جائے وہ دین سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ جس نے اس کی محبت کو زیر کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے پختہ ربط رکھا اس کے لئے جنّت کی نعمتیں ہیں۔ جنّت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

آخرت کی نعمتوں کے حق دار وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن میں یہ خوبیاں ہوں:

Marfat.com

(۱) صابر ہوں یعنی ثابت قدم رہیں ۔ مثلاً
(ب) تاداری میں ہمت ہار کر ناجائز وسائل اختیار نہ کریں اور نہ دولت آنے پر مغرور اور بے باک ہو جائیں۔ ہر حال میں ان کا مزاج معتدل رہے اور زندگی کی سیدھی راہ پر گامزن رہیں۔
(ب) مشکلات کا جم کر مقابلہ کریں۔ دشمن سے جنگ آپڑے تو فرار نہ کریں۔ فتح یا ہوں تو زیر دستوں پر ظلم نہ ڈھائیں۔
(۲) اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل دل کی خوشی سے کریں۔ جبر محسوس نہ کریں۔ فرض کے ادا کرنے میں راحت اور فرحت حاصل کریں۔
(۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کی رغبت سے مالی ایثار کریں۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ کسی کو مالی مدد دے کر اس کو احسان نہ جتائیں اور نہ اسے طعنے دے کر دق کریں۔
(۴) سحر کے وقت اٹھ کر استغفار کریں۔ سحر کا وقت رات کی ظلمت چھٹنے سے فجر تک ہوتا ہے۔
یوں تو استغفار ہر وقت ہو سکتا ہے لیکن دن کا آغاز استغفار سے کرنا بڑی برکات کا موجب ہوتا ہے۔ انسان کے اندر برائی سے بچنے کی آمادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس وقت کی دعا قبول فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

گواہی دی اللہ کہ یقیناً وہ نہیں، معبود مگر وہ
اللہ نے اعلان کیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

Marfat.com

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ

اور فرشتے اور والے علم منتظم ساتھ عدل

اور فرشتوں نے اور علم والوں نے عدل سے نظام قائم رکھے ہوئے[1]

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ (۱۸)

نہیں معبود مگر وہ غلبہ والا حکمت والا

نہیں ہے معبود مگر (صرف) وہ غلبہ والا (اور) حکمت والا

شَهِدَ اس نے گواہی دی۔ اعلان کیا۔ اقرار کیا۔ شہادت کے اصل معنی ہیں موقع پر موجود ہونا اور اس کا مشاہدہ کرنا۔ اس کے بعد یہ لفظ سچ سچ بیان دینے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ شَهِدَ اللّٰهُ کے معنی ہوں گے اللہ نے اعلان کیا۔ مخلوق کی شہادت سے مراد ہے، اُن کا سچ سچ بیان دینا۔ مَلٰٓئِکہ جمع ہے مَلَک (فرشتہ) کی۔ قَامَ وہ کھڑا ہوا قَامَ بِالْاَمْرِ کسی کام کا نظام سنبھالا قائم بِ = کام یا نظام سنبھالنے والا۔ اسی سے قَیِّم اور قَیُّوم کے لفظ ہیں۔

تفسیر آیت ۱۸

اللہ تعالیٰ کا نظامِ عدل

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کی کائنات کا نظام قسط یعنی عدل سے قائم ہے۔ اس میں پورا توازن ہے۔ یہ توازن اُس نے غلبہ اور حکمت کے ذریعے قائم کر رکھا ہے۔

---

[1] یہ ترجمہ تھانوی صاحب کے ترجمہ کے موافق ہے۔

اس نظامِ عدل کا اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور الہامی کتب کے ذریعے اعلان فرما رہا ہے۔ فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں اور اصحابِ علم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

شہادت کے معنی ہیں موقع پر حاضر ہونا اور اس کے بارے میں سچا بیان دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت اس کا اعلان ہے۔ ملائکہ اور اولوالعلم کی شہادت ان کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مادی اور روحانی نظام میں کامل عدل ہے۔ عدل نظامِ عالم کی جان ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس کے سہارے کائنات کے اجزاء پورے توازن سے ہیں۔ اس توازن کو قرآن حکیم میزان کے نام سے بھی یاد کرتا ہے۔

اجزائے عالم کے درمیان ایک پختہ توازن ہے۔ اگر یہ توازن قائم نہ رہے تو کائنات کا نظام ٹوٹ جائے۔ مقداروں میں غیر طبعی کمی بیشی ہو۔ ایک شے دوسری کے دائرۂ عمل میں داخل ہونے لگے۔ سارا ربط ٹوٹ جائے اور کائنات کا شیرازہ بکھر جائے۔

انسانی بدن بھی عدل ہی کا مرہونِ منت ہے۔ سورۃ الانفطار میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کی تو اس میں ہمواری پیدا کی اور پھر عدل یعنی توازن کا نظام قائم کیا۔

اللہ تعالیٰ کی روحانی ہدایت میں بھی عدل کی روح کارفرما ہے۔ قرآن حکیم سراپا عدل ہے۔ سورۃ الانعام (آیت ۱۱۵) میں ارشاد ہے:-

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط

(اور تیرے رب کا کلمہ صدق و عدل میں کامل ہے)

اس راہِ عدل پر قائم رہنے والی اُمت کو قرآن حکیم نے اُمّتِ وَسَط کہا ہے۔

Marfat.com

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا

یقیناً دین پاس اللہ اسلام اور نہیں

یقیناً دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے اور نہیں

اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا

اختلاف کیا جو دئے گیے وہ کتاب مگر

اختلاف کیا انہوں نے جنہیں کتاب دی گئی مگر

مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا

سے بعد کہ آیا ان کے پاس علم سرکشی[1]

اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آیا باہمی

بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ

درمیان ان کے اور جو انکار کرے وہ ۔ آیات اللہ

سرکشی سے اور جو اللہ کی آیات سے انکار کر دے

فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾

تو یقیناً تیز حساب

تو یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے

[1] ایک دوسرے سے بڑھنا (تھانوی)

Marfat.com

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ

تو اگر حجت بازی کی انہوں نے تجھ سے تو کہہ سپرد کردی میں نے

تو (اے نبیؐ!) اگر وہ آپؐ سے حجت بازی کریں تو آپؐ کہہ دیں کہ میں نے خود کو

وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ

ذات اپنی لئے اللہ اور جو پیروی کی اس نے میری اور

اللہ کے حوالے کر دیا[1] اور (اسی نے) جس نے میری پیروی کی اور

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ

کہہ لئے جو دئے گئے وہ کتاب اور

کہیں ان سے جنہیں کتاب دی گئی۔ اور

الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

ناخواندہ۔ بے کتاب کیا تابع ہوئے تم تو اگر تابع ہوئے وہ

بے کتاب عربوں سے (کہ) کیا تم تابع ہوگئے تو اگر وہ تابع ہوئے

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

تو ہیں ہدایت پائی انہوں نے تو اگر مڑ گئے وہ تو صرف

تو وہ ہدایت پا گئے ہیں تو اگر وہ منہ موڑ جائیں تو آپؐ پر

[1] میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا (تھانویؒ)

Marfat.com

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۱ ۱۰

اوپر تیرے تبلیغ اور اللہ دیکھنے والا ساتھ بندے

صرف تبلیغ (لازم) ہے اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے

اُتِیَ اُس نے دیا اُوْتِیَ وہ دیا گیا اُوْتُوْا انہیں دیا گیا۔

کِتٰب لکھی ہوئی چیز۔ یہاں یہ لفظ اسم جنس کے طور سے مستعمل ہے۔ اور سب الہامی کتابوں کے معنی دیتا ہے۔ بَغٰی اس نے طلب کیا۔ چاہا۔ مضارع یَبْغِیْ ہے۔ بَغْیًا (اسم مصدر) طلب کرنا۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں طلب کرنا، مسابقت، سرکشی، بغاوت۔

حَاجَّ اُس نے حجت کی۔ حجت بازی کی۔ حَاجُّوْا انہوں نے حجت کی۔ فَقُلْ دراصل ہے فَ (تو) قُلْ (کہہ)

وَجْہِیْ میرا چہرہ۔ وَجْہ عربی میں چہرے کو کہتے ہیں لیکن اس سے کامل ذات بھی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (تم جدہر منہ کرو ادہر ہی اللہ کی ذات ہے)۔

اِتَّبَعَنِ دراصل ہے اِتَّبَعَ (اتباع کیا۔ پیروی کی) اور نِیْ (میری) نِیْ مُخَفَّف ہو کر نِ رہ گیا ہے۔

اُمِّیّ: اس کے لغوی معنی ہیں وہ شخص جو نوشت و خواند کے تکلف سے اسی طرح بے داغ ہے جس طرح ماں کے پیٹ میں تھا۔ عرب کے دیہاتی لوگ شہری تکلفات کو اچھا نہ سمجھتے تھے اور اُمّی کہلانے میں فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے یہ لفظ ان کے لئے خاص ہو گیا اور اہلِ کتاب کے مقابل بولا جانے لگا۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں آیت ۲۰ کے تحت اُمّی کے معنی "عرب" لکھے ہیں۔ ویسے یہ لفظ مطلق اَن پڑھ کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اہلِ کتاب کے بارے میں ارشاد ہے: وَمِنْھُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ

Marfat.com

(اور ان میں اُن پڑھ بھی ہیں جو کتاب سے بے علم ہیں)

اَسْلَمَ کے اصل معنی ہیں سپرد کیا۔ پھر خود کو سپرد کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا اب اَسْلَمَ کے معنی ہیں خود کو سپرد کیا، مطیع ہوا، فرماں بردار ہوا۔

هَدٰی اُس نے ہدایت دی اِهْتَدٰی اُس نے ہدایت پائی اِهْتَدَوْا انہوں نے ہدایت پائی۔ تَوَلّٰی اُس نے موڑا تَوَلَّوْا وہ مُڑا تَوَلَّوْا دوسرے فَاِنَّمَا کی ترکیب ہے: فَ (تو) اِنَّمَا (صرف)

تفسیر آیت ۱۹ —— ۲۰

دین میں خود پرستی کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کے ہاں جو دین مقبول ہے وہ اسلام ہے۔ یہ دین ازلی و ابدی ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے اسی دین کی دعوت دی۔ اس کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری اور کامل صورت میں پیش کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب سب انبیاء علیہم السلام نے اسی دین کی دعوت دی اور ایک ہی رستہ بتا گئے تو یہ دینی اختلاف کیسے پیدا ہوا۔ اس کا جواب قرآن حکیم نے یہ دیا ہے کہ انسان کی خود پرستی اور جذبۂ مسابقت نے انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کے دعویدار یہود اور نصاریٰ ہی نہ تھے بلکہ عرب کے وہ دیگر لوگ بھی تھے جن کے پاس کوئی الہامی کتاب نہ تھی اور جنہیں آیت ۲۰ میں اُمّی یعنی ناخواندہ یا بے کتاب کہا گیا ہے۔ ان کے باہمی اختلاف کا سرچشمہ بَغْیٌ ہے۔ بَغْیٌ کے معنی ہیں طلب و تمنا رکھنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ مراد یہ کہ وہ ایک دوسرے کے آگے جھکنے کو تیار نہ تھے۔ ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ میں غالب رہوں۔ حالانکہ دین کے معاملہ میں تحمل

Marfat.com

اور ایثار کی ضرورت ہوتی ہے۔

حق کا تقاضا ہے کہ آدمی افراد و قوم کے امتیاز کو یکسر چھوڑ کر اُخوّت کی طرف دعوت دے۔ کوئی شخص کسی کو اپنی چوکھٹ پر جھکنے کو نہ کہے۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے اور دُوسروں کو بھی اسی کے آگے جُھکنے کی تلقین کرے۔ یہی اسلام ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے لوگوں کو جب اسلام کی دعوت پیش فرمائی تو بعضوں نے کہا کہ ہم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کو ماننے والے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ بہتر، اگر تم اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہو تو فخر و غرور کے بُت توڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ نیاز جھکا دو۔ سیدھی راہ خود نظر آجائے گی۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو فرمان ہے کہ اُن سے فرما دیں کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیں۔ متاعِ دُنیا کی محبت سے آزاد ہیں۔ قبیلہ و خاندان کا فخر نہیں کرتے۔ ہر ایک کے لئے اخوت کا پیغام لائے ہیں۔ اب بھی تم ہماری دعوت کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے تو تمہاری مرضی۔ ہم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور نفع و نقصان سے آگاہ کر دیا۔

تبلیغ زبان ہی سے نہیں عمل سے بھی ہوتی ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف خود دین کے پوری طرح پابند تھے بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ تعالیٰ اور آپؐ کی محبت میں مستغرق تھے۔ تبلیغ میں زبان سے زیادہ کردار کی دل آواز کارگر ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہنا چاہیے تاکہ اس کے اعمال کو دیکھ کر ہی لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھنچے آئیں

Marfat.com

دینِ اسلام کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے کیا انسان اور کیا حیوان سب کو کامیاب زندگی گزارنے کی اہلیت عطا کی ہے۔ یہ اہلیت کچھ تو طبع میں پائی جاتی ہے اور کچھ خارجی رہنمائی سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اول روز سے ہی انسان کی ہدایت کے لئے بنیادی اصول اور احکام صادر فرما دیئے۔ اِن بنیادی اصول و احکام کے مجموعے کا نام دین ہے۔ یہ دین حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے چلا آتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اسی دین کا پیغام سناتے رہے۔ البتہ زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ اس دین میں اُن ثانوی قسم کے احکام میں تبدیلی آتی رہی ہے جن کا تعلق بنیادی عقائد اور معاشرت سے نہ تھا۔ ان ثانوی قسم کے احکام کو شریعت کا نام دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا انسان کے خود ساختہ دینوں کی بھی کمی نہیں رہی۔ آج بھی سینکڑوں مصنوعی دین رائج ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا دین ہمیشہ ایک یگانہ امتیاز کا مالک رہا ہے۔ شروع میں اس کا نام کچھ بھی رہا ہو لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا نام اسلام رکھا (الحج ۷۸)۔ آپ کی زبان عربی نہ تھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی زبان میں اس کا ہم معنی لفظ کچھ اور ہو، بہرحال معنی و مفہوم کے اعتبار سے اسلام ہی تھا۔ یہ نام آج بھی رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک واحد قابلِ قبول دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا دین کہا ہے۔ آیت - ۱۹ میں ارشاد ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی دین تو اللہ کے نزدیک یقیناً ایک ہی ہے۔ آیت - ۸۳ میں غیر مسلموں کے بارے میں فرمایا، اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ یعنی کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی طلب رکھتے ہیں۔ پھر اس کے جواب میں آگے آیت - ۸۵ میں ارشاد

Marfat.com

ہے، وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہو تو اس کا دین قبول نہ ہوگا۔

دینِ اسلام میں کچھ ایسی خصوصیتیں ہیں جو اس کو لازوال اہمیت دیتی ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ وہ انسان کے ظاہر کو ہی نہیں اس کے باطن کو بھی نگاہ میں رکھتا ہے۔ انسان کے کردار میں مرکزیت اس کے باطن کو حاصل ہے۔ اسلام اس فطری حقیقت کے پیشِ نظر انسان کی کل شخصیت کی رہنمائی ہاتھ میں لیتا ہے۔ اس کے فطری رجحانات اور میلانات کو صحیح ڈگر پر قائم رکھتا ہے۔ فطری تقاضوں کی تشفی اس انداز سے کرتا ہے کہ نہ افراط کی خرابی اور نہ تفریط کی زیاں کاری پیدا ہو۔

۲۔ انسان کو انسانی دنیا سے ہی نہیں، دیگر حیوانات بلکہ جمادات سے بھی ہم آہنگ رہنا ہے۔ وہ بھی فطرت کے اصولوں سے وابستہ ہیں۔ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ یعنی زمین آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے اور وہی ان کا مرجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے فطرت کا کوئی راز پوشیدہ نہیں، اس لئے اُس نے انسان کو جو دین عطا کیا ہے اُس میں فطرت سے ہم آہنگی کے سب گُر موجود ہیں مسلمان چاہے تو وہ کائنات سے پوری طرح نفع اندوز ہو کر امن اور چین کی زندگی گزار سکتا ہے۔

۳۔ اسلام کی تعلیمات روشن ہیں۔ یہ نہ تو کسی برہمنیت کے قبضہ میں ہیں اور نہ اس میں حکمت کے دُور از کار پیچ و خم ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شریعت اسلامیہ کو بَيْضَاءُ (یعنی سفید) اور غَرَّاءُ (یعنی روشن) کہا ہے۔ بنیادی اور معمولات کی زندگی کے لئے جس قدر سادگی اور بے تصنّعی اسلام میں ہے وہ کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔

۴۔ اسلام انسان کے کندھوں پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا

Marfat.com

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی گنجائش سے زیادہ مشقت میں نہیں ڈالتا۔ اس شریعت میں نہ رکاوٹیں ہیں نہ تنگیاں۔ ایک صاف اور کشادہ رستہ ہے جو ہمتِ مردانہ کو کامیابی اور سرخروئی کی بشارت دے رہا ہے۔

۵۔ اسلام سعیِ پیہم کا درس دیتا ہے اور امید کی غیر منقطع روشنی فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں کامیابی کا مدار نیت کی نیکی پر ہے۔ ظاہری اور عارضی ناکامیاں انسان کو بددل نہیں ہونے دیتیں۔ اسلام نے نومیدی اور مایوسی کو کفر کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔

۶۔ اسلام دیگر اقوام سے منہ موڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ سب کو آدم کی اولاد کہہ کر ایک رشتۂ اخوت میں منسلک کرتا ہے۔ مسلمان کی بھلائی کا حق دار صرف دوسرا مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں۔ وہ سب کو امن اور فلاح کا پیغام سناتا ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور مذہب یا معاشرتی نظریہ میں نہیں۔

۷۔ اسلام کی تاریخ مہر و محبت اور امن و فلاح کی درخشاں تاریخ ہے۔ اسلام نے دنیا میں صدیوں تہذیب کا نور فراواں رکھا۔ تن اور من کی صفائی کو عام کیا۔ انسانی عمل کا رخ متعین کیا اور ترقی کی شاہراہ تیار کی۔ خرد کو بیدار کیا، اس کو جہاں پیمائی اور تسخیر کائنات کے آداب سکھائے۔ لہٰذا اسلام کے دم سے کتنے ہی فنون ایجاد ہوئے اور کتنے ہی علوم کو نئی وسعت عطا ہوئی۔

آج دنیا میں اگر نیکی کا کچھ نور موجود ہے اور تہذیب کی کچھ پاکیزہ کرنیں نظر آتی ہیں تو یہ سب اسلام کے سرچشمہ سے ہیں۔ پنج پکار پکار کر اس کی گواہی دے رہی ہے۔ لیکن آہ! جب مسلمان خود ہی اسلام سے دور ہو جائے تو اسے اسلام کی نعمتوں سے کون بہرہ مند کرے ؎

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

یقیناً جو انکار کرتے ہیں وہ ساتھ آیات اللہ

یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات سے انکار کرتے ہیں

Marfat.com

وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ

اور قتل کرتے ہیں انبیاء بغیر حق اور

اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور

يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ

قتل کرتے ہیں جو ہدایت کرتے ہیں ساتھ عدل سے لوگ

لوگوں میں سے انہیں جو انصاف کی ہدایت کرتے ہیں قتل کرتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾

تو خبر دے انہیں ساتھ عذاب دردناک

تو (اے نبیؐ!) آپؐ انہیں دردناک عذاب کی خبر دیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

وہ جو غارت ہوئے اعمال ان کے

(یہ) وہ ہیں جن کے اعمال غارت ہوئے [1]

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫

میں دنیا اور آخرت

دنیا میں اور آخرت میں

وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور نہیں لئے ان کے کوئی مددگار

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

[1] ناپید ہوئے (شاہ رفیع الدین) غارت ہو گئے (تھانوی)

اَمَرَ اُس نے حکم دیا، ہدایت کی یَاْمُرُ وہ حکم دیتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے، تلقین کرتا ہے۔ یَاْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں۔

بشارت کا لفظ اصل لغت کے اعتبار سے مطلق خبر دینے کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن اکثر اچھے معنی یعنی خوش خبری کے لئے آتا ہے بَشَّرَ اُس نے خبر دی۔ بَشِّرْ تو خبر دے۔

حَبِطَ کے لغوی معنی ہیں کنوئیں کے پانی کا اس طرح اتر جانا کہ پلٹ کر پہلی سطح پر نہ آسکے۔ حَبِطَ عَمَلُهٗ کے معنی ہیں اس کا عمل اکارت گیا، ضائع گیا، برباد ہوا، ناپید ہوا۔

تفسیر آیت ۲۱ ـــــ ۲۲

یہود کی سنگدلی

یہود کے آباء واجداد کو انبیاءؑ اور صُلَحاء سے بہت دشمنی رہی ہے۔ جن انبیاء کو مانا اُن کو بھی ستاتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی آخر تنگ آکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ان کے اور میرے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔

یہود نے متعدد انبیاء کو شہید کیا۔ ان کی اولاد نے ان کے اس فعل کی تعریف کی اور ان کے وتیرہ کو اپنایا۔ یہودِ مدینہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی شمع گل کرنے کی کئی بار کوشش کی۔ لہٰذا ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور وہ عذابِ دوزخ کے حق دار ٹھہرے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

کیا نہیں دیکھا تو نے	طرف	جو	دئے گئے وہ	حصّہ
(اے نبیؐ!) کیا آپ نے نہیں دیکھا ان کی طرف		جنہیں دیا گیا ہے ایک حصّہ		

Marfat.com

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ

سے کتاب بُلائے جاتے ہیں وہ طرف کتاب اللہ

کتاب میں سے وہ اللہ کی کتاب کی طرف بُلائے جاتے ہیں

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

تاکہ فیصلہ کرے درمیان ان کے پھر پلٹ جاتا ہے گروہ

کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک گروہ پلٹ جاتا

مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ

ان سے اور وہ منحرف۔ منہ پھیرنے والے وہ (یہ)

ہے اور وہ پلٹ جانے والے ہیں یہ ہے

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ

بسبب کہ یقیناً وہ بولے وہ نہیں چھوئے گی ہمیں آگ

اس سبب سے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں آگ نہیں چھوئے گی

اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ

مگر دن گنے ہوئے اور دھوکا دیا انہیں

مگر گنتی کے دن اور انہیں دھوکا دیا

فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

بابت دین ان کا جو تھے وہ وہ گھڑتے (ہیں)

دین کے بارے میں اُس (عقیدہ) نے جو وہ گھڑتے تھے۔

ضافة الحكم الى الكتاب وهو على سبيل المجاز (خازن)

Marfat.com

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ

تو کیسا جب اکٹھا کریں ہم نے انہیں لئے ہیں[1] دن

تو کیسا رہے گا) جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اس دن کو

لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ

نہیں شک میں وہ اور پوری پوری واپس دی گئی ہر جان

جس میں شک نہیں ۔ اور ہر جان نے جو کمایا ہے اسے پورا پورا واپس

مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾

جو کمایا اس نے اور وہ نہ ظلم کیا جائے گا ان پر

دیا جائے گا اور ان سے بے انصافی نہیں ہو گی۔

رَأَى اس نے دیکھا تَرَى تو دیکھتا ہے۔ لَمْ تَرَ تو نے نہ دیکھا۔
دَعَا اس نے بلایا۔ پکارا۔ دعوت دی۔ يَدْعُوْ وہ بلاتا ہے۔ يُدْعٰى وہ
بلایا جاتا ہے۔ يُدْعَوْنَ وہ بلائے جاتے ہیں حَكَمَ اس نے فیصلہ کیا۔ يَحْكُمُ
وہ فیصلہ کرتا ہے۔ لِيَحْكُمَ تاکہ وہ فیصلہ کرے۔ اَعْرَضَ اس نے منہ موڑا،
منحرف ہو گیا مُعْرِض اس سے فاعل ہے مَسَّ اس نے چھوا تَمَسَّ چھوئے گی
لَنْ تَمَسَّ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (نفی تاکید کا صیغہ ہے) عَدَّ اس نے گنا۔
مَعْدُوْد گنا ہوا۔ مَعْدُوْدَة گنی ہوئی مَعْدُوْدَات گنی ہوئیں۔ اِفْتَرٰى
اس نے گھڑا، تراشا، جھوٹ باندھا يَفْتَرِي وہ جھوٹ گھڑتا ہے يَفْتَرُوْنَ وہ
جھوٹ گھڑتے ہیں۔ اس کا مادہ فَرْيٌ ہے۔ وَفّٰى اس نے پورا پورا واپس دیا۔

---

[1] أي في يوم (خازن)

Marfat.com

وُفِّیَ اُس کو پورا پورا واپس دیا گیا۔ وُفِّیَتْ مؤنث کا صیغہ ہے۔

تفسیر آیت ۲۳ —— ۲۵

یہود کا تورات سے تکبّر

یہود کو اپنے نسب کا بڑا فخر تھا۔ کہا کرتے تھے کہ ہم جو چاہیں کیے جائیں اوّل تو ہم دوزخ میں بھیجے ہی نہ جائیں گے اور اگر وہاں پہنچا بھی دیئے گئے تو چند روز بعد نکال کر جنّت میں آباد کیے جائیں گے۔ وہ اس خود فریبی میں اس قدر اترائے ہوئے تھے کہ کھلم کھلا تورات کے احکام سے بھی انکار کر دیتے تھے اور من مانی کرتے تھے۔ انہیں قیامت کا کوئی خوف نہ تھا۔ وہ یہ بھول بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔

تورات میں زناکاری کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے۔ لیکن یہود کے امراء میں یہ مرض عام ہوا تو یہ دستور ٹھہرا کہ امراء اس کا ارتکاب کرتے تو انہیں چھوڑ دیتے اور ضعیفوں کو پکڑتے تو ان پر حدّ قائم کرتے۔ بعد میں عوام نے اس کے خلاف احتجاج کیا تو تورات کا قانون ہی بدل ڈالا اور یہ سزا مقرر ہوئی کہ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کیا جائے اور کوڑے لگائے جائیں۔

ایک دفعہ یہود میں سے ایک مرد اور ایک عورت زنا میں پکڑے گئے یہود کے علماء نے مجرموں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر حضورؐ نے منہ کالا کرنے اور دُرّے مارنے کا حکم دیا تو مان لینا اور سنگسار کا حکم دیا تو انکار کر دینا۔ جب مجرموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپؐ یہود (کے عالموں) کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ زانیوں کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اُن کا منہ کالا کرتے ہیں، اور (گدھے پر) الٹے رُخ بٹھا کر گھماتے ہیں

آپؐ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ۔ وہ تورات لائے اور پڑھنے لگے۔ جب آیت رجم پر پہنچے تو پڑھنے والے آدمی نے اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس کے پس و پیش پڑھا۔ حضرت عبداللہؓ بن سلامؓ نے جو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے عرض کیا کہ اسے ہاتھ اٹھانے کا حکم دیجیے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ملزموں کو سنگسار کیا جائے۔ اس کی تعمیل کی گئی (متفق علیہ)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي

کہہ اے اللہ ہمارے مالک سلطنت تو دیتا ہے

(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے! اے ہمارے اللہ! سلطنت کے مالک! تو

الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

سلطنت جسے تو چاہتا ہے اور تو چھینتا ہے

جسے چاہے سلطنت دیتا ہے اور تو جس سے

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ

سلطنت جس سے تو چاہتا ہے اور تو عزت دیتا ہے[1] جسے

چاہے سلطنت چھینتا ہے اور تو جسے چاہے عزت

تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

تو چاہتا ہے اور تو ذلت دیتا ہے[2] جسے تو چاہتا ہے

دیتا ہے اور تو جسے چاہے ذلت دیتا ہے

---

[1] غالب کرنا (تھانوی) [2] پست کرنا۔

Marfat.com

بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

میں ہاتھ تیرا بھلائی یقیناً تو اوپر ہر

تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے یقیناً تو ہر شے پر

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ

شے قادر تو داخل کرتا ہے رات میں دن

قادر ہے تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے

وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۫ وَ

اور تو داخل کرتا ہے دن میں رات اور

اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور

تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ

تو نکالتا ہے زندہ سے مردہ اور تو نکالتا ہے

تو جاندار کو بے جان سے پیدا کرتا ہے اور تو بے جان کو

الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ۫ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ

مردہ سے زندہ اور تو رزق دیتا ہے جسے تو چاہتا ہے

جاندار سے پیدا کرتا ہے اور تو جسے چاہے

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

بغیر حساب

بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

Marfat.com

اٰتَی اُس نے دیا تُؤْتِی تو دیتا ہے۔
نَزَعَ کنوئیں سے بھرا ہوا ڈول باہر کھینچنا۔ کسی چیز کو زور سے کھینچنا، کھینچ کر کاٹ لینا۔ چھین لینا۔ تَنْزِعُ تو چھین لیتا ہے۔
عَزَّ عزت دی، غلبہ دیا سرفراز کیا۔ تُعِزُّ تو عزت دیتا ہے۔ غلبہ دیتا ہے۔ سرفراز کرتا ہے۔
ذَلَّ ذلت دی۔ پست کیا۔ تُذِلُّ مضارع ہے۔
وُلُوج داخل ہونا اَدْخَلَ اس نے داخل کیا تُوْلِجُ تو داخل کرتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶ —— ۲۷

کفّار مغلوب اور مؤمنین غالب ہوں گے

آغازِ اسلام کے ایّام میں عرب کے کُفّار کا بڑا زور و شور تھا۔ آہستہ آہستہ یہ زور ٹوٹ گیا۔ اور مُلک کے گوشہ گوشہ سے لوگ اسلام لانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ لیکن اسی اثناء میں روم و فارس کی سلطنتوں میں کینہ کی آگ بھڑکنے لگی۔ ان دونوں ملکوں کے شہنشاہ عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔ انہوں نے جب اسلام کی نوخیز قوت کو شان و شوکت کے ساتھ پروان چڑھتے دیکھا تو اس کو دبانے کی فکر میں لگ گئے۔ شہنشاہِ ایران پرویز نے تو یہاں تک جسارت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی گرفتاری کے لئے دو کارندے بھیج دیے لیکن اُس کو اپنے بیٹے نے ہی ہلاک کر دیا اور ایران کی سلطنت کا شیرازہ تیزی سے بکھرنے لگا۔ رومی سلطنت نے مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی چنانچہ مُؤتہ کا واقعہ پیش آیا جس میں تین ہزار مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے زیرِ کمان روما کی اڑھائی لاکھ فوج کو شکست دی۔

آیاتِ بالا میں ایران و روما کی بربادی اور اہل اسلام کی سرفرازی کی پیش گوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت دی اور ان عظیم الشان سلطنتوں کا مالک بنایا۔ ایران اور روما کی شہنشاہی ذلت آمیز تباہی سے دوچار ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا کوئی کنارہ نہیں۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں غائب کر دیتا ہے۔ زندگی سے موت اور موت سے زندگی نمودار کرتا ہے۔ اس نے عربوں کی مردہ قوم کو زندہ کیا۔ انہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکالا اور دنیا کا حکمران کر دیا۔ عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ

نہ اختیار کریں	ایمان لانے والے	کفار

مؤمن لوگ کافروں کو قلبی رفیق نہ

أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ

قلبی رفیق	سے	سوا	ایمان لانے والے	اور جو

بنائیں مؤمنوں کو چھوڑ کر ۔ اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ

کرے	وہ	تو	نہیں	سے اللہ میں شے

(شخص) ایسا کرے تو اللہ سے کسی چیز میں (اس کا تعلق) نہیں

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ	
مگر سوائے کہ بچاؤ کرتے ہو تم سے وہ چوکنا ہونا	اور
سوائے (اس کے) کہ تم خبردار ہو کر ان سے بچاؤ کرو	اور
يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ	
خوف دلاتا ہے تمہیں اللہ ذات اس کی (سے)	اور
اللہ تمہیں اپنے سے خوف دلاتا ہے	اور
اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾	
طرف اللہ واپس جانا	
اللہ کی طرف واپس جانا ہے	

اَخَذَ لیا۔ پکڑا اِتَّخَذَ اُس نے لیا، اس نے بنالیا، پکڑا، اختیار کیا، قبول کیا۔ یَتَّخِذُ وہ لیتا ہے لَا یَتَّخِذْ وہ نہ لے (امر کا صیغہ ہے)
اَوْلِیَآء جمع ہے وَلِیّ (قلبی دوست) کی۔
اِتَّقٰی چوکنا ہوا۔ اُس نے بچاؤ کیا۔ یَتَّقِیْ وہ بچاؤ کرتا ہے تَتَّقُوْنَ تم بچاؤ کرتے ہو اَنْ تَتَّقُوْا اِلّا کہ تم بچاؤ کرو۔ اَنْ کے عمل نے تَتَّقُوْنَ کو تَتَّقُوْا کر دیا ہے۔
تُقٰاۃ (خوف کھانا) مصدر ہے۔
حَذِرَ اُس نے بچاؤ کیا، وہ ڈرا۔ حَذَّرَ اُس نے ڈرایا
صَارَ وہ واپس آیا۔ مَصِیْر اس سے مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ مصدر کے لحاظ سے اس کے معنی ہوں گے واپس جانا اور اسم ظرف کے لحاظ سے واپس جانے کی جگہ۔ مرجع۔ مآب

Marfat.com

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

کہہ اگر چھپاؤ تم جو میں سینے تمہارے

(اے نبیؐ!) آپؐ کہہ دیں کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اگر اسے چھپاؤ

اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ

یا تم ظاہر کرو اسے جانتا ہے اسے اللہ اور

یا تم اسے ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے اور

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

وہ جانتا ہے جو میں بلندیاں اور جو میں زمین

وہ جانتا ہے جو بلندیوں میں اور جو زمین میں ہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ

اور اللہ اوپر ہر شے قادر دن

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن

تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

پائے گی ہر جان جو کیا اس نے

ہر جان پائے گی (اپنے) سامنے جو کچھ اس نے

مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ

سے کچھ بھلائی حاضر کیا ہوا اور جو کیا اس نے

بھلائی (میں) سے کیا ہے اور جو کچھ اس نے

Marfat.com

مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٣٠ ع ٣

سے۔ کچھ برائی وہ چاہے گی کاش کہ یقیناً
برائی (میں) سے کیا ہے وہ چاہے گی کہ کاش اُس کے (عمل) اور
بَیْنَ درمیان ھَا اس کے وَ اور بَیْنَ درمیان ہٗ اس کے اَمَدٌ مسافت بَعِیْدٌ دور
اس کے درمیان دور کی مسافت ہو
وَ اور یُحَذِّرُ خوف دلاتا ہے کُمُ تمہیں اللّٰہُ اللہ نَفْسَ ذات ہٗ اسکی (سے)
اور اللہ تمہیں اپنے سے خوف دلاتا ہے
وَ اور اللّٰہُ اللہ رَءُوْفٌ شفیق بِالْعِبَادِ بندے ع ٣
اور اللہ بندوں پر شفیق ہے۔

خَفِیَ چھپا۔ اَخْفٰی چھپایا تُخْفُوْنَ تم چھپاتے ہو اِنْ کے عمل نے تُخْفُوْنَ کو تُخْفُوْا کر دیا ہے۔ اِس "اِنْ" نے اسی طرح تُبْدُوْا اور یَعْلَمْ کو بھی جزم دی ہے۔

صَدْر سینہ۔ چھاتی۔ صُدُوْر جمع ہے۔

بَدَی ظاہر ہوا۔ اَبْدٰی اُس نے ظاہر کیا۔ تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو۔

وَجَدَ اُس نے پایا تَجِدُ وہ پاتی ہے۔

حَضَرَ حاضر ہوا۔ اَحْضَرَ اس نے حاضر کیا مُحْضَر جس کو حاضر کیا گیا ہو۔ سامنے

Marfat.com

وَدَّ اُس نے چاہا تَوَدُّ وہ چاہتی ہے۔

تفسیر آیت ۲۸ ـــــ ۳۰

غیر مُسلموں سے وِلایت کی ممانعت

ان آیات میں اہلِ اسلام کو غیر مسلموں سے ولایت کی ممانعت کی گئی ہے۔ ولایت سے مراد قریبی اور قلبی تعلق۔ ولی کے معنی مُونِس۔ رفیق۔ ناصر اور مددگار کے ہیں۔ باہمی وِلایت کے لئے مُوَالات کا لفظ آتا ہے۔

اگر کُفّار غالب اور زبردست ہوں اور ان سے جان کا خوف ہو تو اُن سے قُرب رکھنے کی اجازت ہے لیکن یہ اجازت کمزور دِل عوام کے لئے ہے اور اُن کے لئے بھی تعریف کے شایاں نہیں۔ اولوالعزم خواص کو اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر خوف پر غالب رہنا چاہیے۔

ہمیں غیر مسلموں سے جو علاقہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ وِلایت کا علاقہ ہے۔ عام رسم وراہ اور روابط سے اِمتناع نہیں۔ یہ موضوع ازبس اہم ہے۔ اس کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر قرآنِ حکیم نے متعدد ہدایات جاری فرمائی ہیں اور نہایت اختصاص اور شرح وبسط کے ساتھ اس کی عقدہ کشائی کی ہے۔ اس کے علاوہ سنّتِ نبوی اور خلفائے راشدین کا طریقِ عمل بھی اس باب میں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اسلام کے دشمن اپنے مذہبی اختلافات کے باوجود اسلام کے خلاف باہم متحد و معاون ہو جاتے ہیں۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (۵ : ۵۱) یعنی وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ سورۂ توبہ آیت ۶۷ میں بھی بتایا گیا ہے کہ منافقین اور منافقات سب ایک دوسرے کے ہم اصل ہوتے ہیں۔ ان متحد دشمنوں کی فتنہ طرازیوں سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان آپس میں ایک ہو کر

رہیں۔ سورۃ مائدہ آیت ۵۶ میں ذکر ہے کہ مسلمان کی ولایت اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور اہلِ ایمان ہی سے ہو سکتی ہے، اہلِ اسلام دشمن کے متحدہ محاذ سے جبھی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں کہ بُنیانٌ مَرصُوص یعنی سیسہ پلائی تعمیر بن جائیں۔

اس رمز کو قرآنِ حکیم نے تاریخی حقائق کی طرف توجہ دلا کر ذہن نشین کرایا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارک میں اعدائے اسلام نے اَن تھک منصوبہ خیزیاں کیں۔ فطرت کی رمزیں اٹل اور دوامی ہوتی ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی جب کبھی دینِ حق کا کوئی علمبردار آیا تو حق کے دشمنوں نے اسی وضع اور اسی انداز سے اس کے خلاف صف بندی کی۔ وہ عہدِ رسالت کے باطل پرستوں سے بھی بڑھ کر بداطوار تھے چنانچہ ان سے بندر اور خنزیر بنا دئے گئے۔ بولہبوں اور ابوجہلوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا۔ طاغوت کے پرستار اوّل روز سے آج تک اسلام کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں۔ ان کا مداوا قرآنِ حکیم نے یہ بتایا ہے کہ توحید پرست متحد ہو کر رہیں اور تیاریوں سے کسی لمحے غافل نہ ہوں۔

مسلمان کو اس قدر احتیاط اور کمربستگی کا حکم دینے سے مراد یہ نہیں کہ وہ اغیار سے تعصب اور کینہ رکھے، ہرگز نہیں۔ مسلمان محبت و رحمت اور شفقت و مروّت کا مجسمہ ہوتا ہے۔ ان احتیاطی تدابیر کا حکم محض دفاع اور پیش بندی کی خاطر ہے، ورنہ جہاں تک بس چلے ہمیں غیر مسلموں سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ قرآنِ حکیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ آپؐ ہمیشہ یہود کی خیانت اور بدنیتی پر مطلع ہوتے رہیں گے۔ تاہم آپؐ ان سے ہمیشہ درگزر کیجئے۔ یہود کی طاقت سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی منفعوبہ بندیاں اہلِ اسلام کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ تحمل کیجیے اور ان کی دسیسہ کاریوں سے اغماض فرمائیے۔

Marfat.com

جب پانی سر سے گزرنے لگا اور یہود نے اہلِ اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی تو ان کو قرار واقعی سزا دی گئی۔

سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت میں حکم ہے کہ اے مسلمانو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو ولی نہ بناؤ۔ یعنی غیر مسلموں کے عداوت کیش گروہ سے محتاط رہو۔ آیاتِ مندرجۂ صدر اور سورۃ النساء کی آیت ۔ ۱۴۴ میں یہ فرمان دیا گیا ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی نہ گانٹھو۔ سورتِ ہٰذا کی آیت ۱۱۸ میں تاکید ہے کہ اے مسلمانو ان لوگوں کو اپنا بطانۃ یعنی ہمراز دوست نہ بناؤ جو تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے اور ظاہراً و باطناً تمہاری دشمنی میں سرگرم رہتے ہیں۔

مذکورہ احکام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہم دشمن کی کارستانیوں سے آگاہ اور محتاط رہیں اور انہیں اپنا ولی اور بطانہ نہ بنائیں۔ اور جیسا کہ سورۃ ممتحنہ (۶۰) کی آیت ۸ اور ۹ میں ہدایت ہے انہی سے جنگ کریں جو ہم سے جنگ آزما ہوں۔ رہے وہ جنہوں نے ہمیں آزار نہ پہنچایا یعنی نہ دین کے معاملہ میں ہم سے لڑے اور نہ ہمیں ملک بدر کیا ان سے بے شک عام میل جول رکھیں۔ اور ان سے سیاسی معاہدے طے کریں۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ کوئی شخص جسے اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی سمجھ بوجھ دی ہو وہ اپنے بدخواہوں سے قلبی تعلق نہیں رکھتا۔ اس شخص سے بڑھ کر نادان اور بدبخت اور کون ہو سکتا ہے جس کے سامنے دشمن کی دشمنی روشن ہو اور وہ اس کی چال میں آکر اپنی تقدیر اس سے وابستہ کر دے۔ قرآنِ حکیم اس سے روکتا ہے اور بہ تصریح یہ اعلان فرماتا ہے کہ تم میں سے جو فرد اپنے دین کے دشمن سے دلی رابطہ رکھتا ہے وہ اسی کا ہم کیش اور ہم مشرب ہے اور قیامت کے روز اس حشر اسی کی ملت میں ہوگا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب تک صریح اشتعال نہ ہو عمومی راہ و رسم کی ہمیں کسی

Marfat.com

کسی قوم سے روک نہیں۔ ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے عہد میں مدینہ میں یہود کے کئی قبیلے آباد تھے۔ حضورؐ نے ان سے تعاون کا پیمان باندھا۔ اس پیمان کو آپؐ نے آخر تک ایفا کیا۔ اگر یہ پیمان ٹوٹا تو یہود کی بدعہدی کے سبب، جس کی پاداش انہیں بھگتنا پڑی۔ ایک طرف یہود نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ایذا رسانی میں کبھی کمی نہ کی اور دوسری طرف آپؐ نے ان پر رحم فرمانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ہمیشہ درگزر فرمایا۔ ان کی بد اندیشیوں کا جواب خیر خواہی سے دیا مگر افسوس کہ ان کی ناسمجھی نے انہیں سحابِ کرم سے فیض یاب نہ ہونے دیا۔

اس بارے میں قرآنِ حکیم نے مشرک والدین کی مثال دے کر معاملہ کو اور بھی سُلجھا دیا ہے۔ سورۂ توبہ (آیت ۲۳-۲۴) میں ہدایت ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور بھائی کافر ہوں تو انہیں ولی مت سمجھو اور سورۂ لقمان (آیت ۱۳-۱۴) میں تکمیلِ وضاحت یوں کر دی کہ والدین کی شرک کی پیروی نہ کرو لیکن دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔

یہ تو والدین کا معاملہ تھا، دیگر غیر مسلموں کے بارے میں بھی قرآنِ حکیم مروّت اور نیکی کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ توبہ میں معاند مشرکوں کے خلاف نہایت زوردار الفاظ میں اقدام کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر عدل و احسان کی روشنی وہاں بھی پوری قوت سے جلوہ گر ہے۔ حکم ہے کہ مشرکین سے تمہارے جو معاہدے ہیں انہیں میعادِ مقرر تک نبھاؤ اور مزید ہدایت ہے کہ اگر کوئی مشرک تمہارے پاس طالبِ پناہ ہو کر آئے تو اسے پناہ دو، اسے قرآنِ حکیم سناؤ اور اسے جائے امن تک حفاظت سے پہنچا دو۔

قرآن کا سینہ محبت کے جاں فزا اور روح پرور سوتوں کا مصدر ہے۔ قرآن اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ حدِ امکان تک محبت و آشتی کا سلوک رکھو کیونکہ عین ممکن ہے دشمن کے دل میں آخر محبت رونما ہو جائے۔ اسلام اسی کے

خلاف سینہ سپر ہوتا ہے جو اسلام کے مٹانے کے درپے ہو ورنہ یہ دین ابنِ آدم کے لئے رحمت اور ہدایت کا پیغام بن کر آیا ہے اور آخر دم تک راہ بھولے ہوؤں کو سیدھی راہ پر چلانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ امتِ مسلمہ کو روئے زمین پر نیکی پھیلانے اور بدی کو مٹانے کا حکم ہے۔ اس فریضہ کی بجا آوری جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اہلِ اسلام مہر و محبت کے پیکر ہوں اور سوائے جوابی وار کے کبھی تلوار نہ اٹھائیں۔

مسلمانوں میں ایک گروہ منافقین کا بھی تھا۔ یہ لوگ اہلِ کفر میں دوڑ دوڑ کر جاتے اور ان کی خوشنودی کے تمنائی رہتے تھے۔ ایسے زمرے کا وجود اسلامی معاشرہ کے لئے ازبس خطرناک ہوتا ہے۔ ان آستین کے سانپوں سے پُرحذر رہنا چاہیے۔

اہلِ اسلام کو چاہیے کہ دشمن کی آن بان میں نہ آئیں اور حق کا دامن تھام رکھیں۔ وہ فاتح و منصور رہیں گے۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی غالب آتا ہے)

حاصل کلام یہ ہے کہ

ا۔ اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل و جان سے فرماں بردار رہیں۔

ب۔ آپس میں متحد رہیں۔

ج۔ اپنے مقام کو پہچانیں، بیدار دل رہیں اور دشمن کے جال میں نہ آئیں۔

د۔ غیر مسلموں کے ساتھ قرآنی اور نبوی تعلیمات کی رہنمائی میں روابط رکھیں۔

ر۔ دینِ اسلام کسی کا محتاج نہیں بلکہ اس کا بڑے سے بڑا جاں نثار پیرو بھی خود اسلام کا مرہونِ منّت ہے جس نے اسے ہدایت کی راہ دکھائی۔

Marfat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

کہہ اگر تم چاہتے ہو اللہ

(اے نبیؐ!) آپؐ کہہ دیں کہ اگر تم (واقعی) اللہ کو چاہتے ہو

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ

تو پیروی کرو میری چاہے تمہیں اللہ اور

تو میری پیروی کرو (تاکہ) اللہ تمہیں چاہے اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

بخش دے لئے تمہارے (تمہیں) گناہ تمہارے اور اللہ

تمہیں تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا

مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا کہہ اطاعت کرو

بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبیؐ!) آپؐ کہہ دیں (اطاعت کرو

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اللہ اور رسول تو اگر وہ منہ موڑ لیں

اللہ کی اور رسول کی تو اگر وہ منہ موڑ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

تو یقیناً اللہ نہیں چاہتا کفر کرنے والے

تو یقیناً اللہ کافروں کو نہیں چاہتا۔

Marfat.com

حَبَّ یا اَحَبَّ اُس نے چاہا تُحِبُّوْنَ تم چاہتے ہو یُحِبُّ وہ چاہتا ہے۔
یُحْبِبْ تاکہ وہ چاہے اِتَّبَعَ اُس نے پیروی کی اِتَّبِعْ تو پیروی کر اِتَّبِعُوا پیروی کرو
اَطَاعَ اُس نے اطاعت کی اَطِعْ اطاعت کر اَطِیْعُوا اطاعت کرو۔

تفسیر آیت ۳۱ ــــ ۳۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی

اور

اَہمیّتِ حدیث

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی زندگیاں انسانیت کے لئے ایک کامل اور بے عیب معیارِ حیات مہیا کرتی ہیں۔ اس لئے ہر نبی کی اُمّت پر اس کی مکمل اطاعت فرض رہی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال کے نقطۂ آخرین پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذاتِ مبارکہ میں دنیا کے سامنے ایک ایسی مثال رکھ دی جو ہر لحاظ سے بے عیب اور اکمل و اَتم ہے۔ اس میں مزید ترقی کا تصور نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں جو انسان بھی پیدا ہو گا ہزار بلند مقام ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام سے بدرجہا نیچے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو تمام ادوار کے لئے اُسْوَۃٌ حَسَنَۃ یعنی بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپؐ کو جو شریعت عطا کی وہ بھی اکمل و اَتم ہے۔ اس کے بنیادی قواعد میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں۔ زمان و مکان کے تغیّر اسے بے اثر نہیں کر سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت آپؐ پر ختم کر دی۔ قرآن شریف آپ کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن کہتا ہے۔ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کے خطاب کا بھی یہی مفہوم ہے آپؐ سب جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ ان جہانوں میں آپؐ کے بعد کے ادوار بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی انسانیت کے تمام پہلوؤں کی جامع ہے۔ بے کسی اور غلبہ، دُکھ اور سُکھ کے سب انقلابات سے آپؐ گذرے اور ہر مرحلہ میں بنی نوع انسان کے لئے ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ خانگی امور، کاروباری معاملات، تعلیم، ملکی انتظام، بین الاقوامی سیاست، فنِ جنگ، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ کی ذاتِ اقدس مشعلِ ہدایت ہے

قرآنِ حکیم سابقہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں بھی حکم دے رہا ہے:
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ پھر اس ہستی کا اتباع کیوں نہ مستقبل کے ہر دُور کے لئے جزوِ ایمان ہو جو مرقعِ صفات اور جامعِ کمالات تھی، جو ہر ضعف اور ہر عیب سے بری تھی، جو ہر کثافت اور آلودگی سے پاک تھی، جس کی زندگی روحانی اور دنیوی ہر پہلو سے ایک محیر العقول معجزہ تھی۔ ہم اس پیکرِ شرف کے نقوشِ قدم کو کیسے فراموش کر دیں جس کی گردن کسی غیر کے آگے نہ جھکی، جس کی آبرو نے کبھی کوئی زخم نہ اٹھایا، جس نے کسی جنگ میں منہ نہ موڑا اور نہ شکست کھائی، جو ایک وقت بے کسی کے عالم میں فقط ایک ہمراہی کے ساتھ اپنے شہر سے نکلا اور آٹھ برس کے بعد مسافرت کے عالم سے دس ہزار قدوسیوں کا تجلی ریز جلوس لے کر فاتحانہ جلال اور شفیقانہ جمال کے ساتھ اسی شہر میں رونق افزائے بزم ہُوا۔ ہم اس شاہِ رُسلؐ اور تاجدارِ انسانیت کی پیروی کو کیوں نہ سرمایۂ زندگی بنائیں جو ہر وصفِ تمام اور جوہرِ کمال سے ممتاز تھا؟ کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ ایسی ہستی کی پیروی وقتی اور ہنگامی تھی۔ کیا انسانیت کے جوہر کبھی پارینہ ہو سکتے ہیں؟ پھر اس پیکرِ کمال کو ہم (نعوذ باللہ) اگلے وقتوں کی پونجی کیوں قرار دیں جو سرتاپا انسانیتِ کاملہ کی تجلی تھا۔

دو مبلغ تمہاری رہبری کا دعویٰ لے کر آتے ہیں۔ ایک نہایت خوش گفتار اور جادو بیان ہے۔ اس کے وعظ میں ایک تاثیر اور تصانیف میں ایک طلسم ہے لیکن عمل کے لحاظ سے دیکھو تو صفر ہے۔ دوسرا شخص نہ صرف زبان و بیان

Marfat.com

اور وعظ و پند کے اعتبار سے بے نظیر ہے بلکہ زبان سے جو کہتا ہے اس پر مؤثر مؤثر عمل بھی کر کے دکھاتا ہے۔ تم ان میں سے کس کی پیروی کرو گے؟ لامحالہ دوسرے شخص کی جو علم و عمل دونوں کا پیکر ہے۔ پہلے شخص کو یہ کہہ کر جھٹلا سکتے ہو کہ تمہارے نصائح دل پذیر سہی لیکن ہم کیونکر جانیں کہ یہ قابلِ عمل بھی ہیں؟ دوسرے شخص کی ہر بات عمل کی کسوٹی پر پرکھی جا چکی ہے اور تجربہ کی میزان میں پوری اتر چکی ہے۔ اس کو جھٹلانے کا تمہیں یارا نہیں ہو سکتا۔ پہلے مبلغ کا کلام ہزار دلفریب سہی لیکن لفظی دل فریبی کے باوصف عملی نقطۂ نظر سے دقیق ہے اور شرح طلب۔ دوسرے شخص کا ہر سخن سورج کی کرن کی طرح صاف و شفاف اور مجلا ہے۔ پہلے شخص کی تبلیغ کو فقط کان سن رہے ہیں لیکن دوسرے کی تبلیغ کو نہ صرف کان سنتے ہیں بلکہ آنکھ بھی دیکھتی ہے لہٰذا اس کی ہر بات دل میں ڈوب جاتی ہے۔ یہ تبلیغ محض تبلیغ یا بلاغ نہیں، بلکہ قرآن کے الفاظ میں **بلاغِ مبین** یعنی بیّن کر دینے والا بلاغ ہے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارک قرآن حکیم کے بلاغ مبین کا پیکر تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بَیِّنَہ یعنی بیّن نشانی کہا ہے۔ اگرچہ نبی کا بلاغ حقیقۃً بلاغِ مبین ہی ہوتا ہے تاہم قرآنِ حکیم نے سات آیتوں[1] میں تعیّن سے بلاغِ مبین کا ذکر کیا ہے۔ ایک آیت اصولی طور سے بتاتی ہے فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (رسولوں کے ذمے فقط بلاغِ مبین ہے)

بلاغِ مبین کا فرض انجام دینا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اگر یہ محض فکری کاوشوں یا کلامی شعبدوں سے ممکن ہوتا تو کرسی نشین فلاسفر یا مسند آرا فقہا ہی قوموں اور حکومتوں کی سربراہی سنبھالنے کے لئے کافی رہتے۔ بلاغِ مبین

---

[1] ۵: ۱۲، ۱۶: ۳۵ و ۸۲، ۲۴: ۵۴، ۲۹: ۱۸، ۳۶: ۱۷، ۶۴: ۱۲: ۲

نبی کا ہی حصہ ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست نگرانی میں یہ فرض نباہتا ہے۔ نبوّت محنت و مشقت کی کمائی نہیں، بلکہ قدرت کا عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا اس منصب پر سرفراز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نبی کا روحانی اور عملی لحاظ سے نگہبان ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے: وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (اے نبی! آپؐ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں آپؐ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں) (۵۲:۴۸) ایک اور مقام پر ارشاد ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (ہم نے آپؐ پر سچی کتاب اُتاری، تاکہ لوگوں کے درمیان اللہ کی رہنمائی میں فیصلے کریں) (۴:۱۰۵) ان دو آیتوں ہی سے یہ خوبی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیؐ کی ذاتِ مبارک کا پاسبان اور اس کے تشریعی فکر و عمل کی درستی کا ضامن ہوتا ہے۔ رسول اللہ کی حیثیت میں اس کے ہر حرف اور ہر حرکت پر رضائے الٰہی کی چھاپ ہوتی ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (اے نبی دشمن پر مشتِ خاک آپؐ نے نہیں پھینکی تھی، اللہ نے پھینکی تھی) ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

لہٰذا نبیؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے: مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) (۴:۸۰)

اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن کے جمع و حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہاں اس کے بیان کا بھی ذمہ اٹھایا ہے۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے (اے نبیؐ! جب ہم پڑھیں تو آپؐ اس کا اتباع کریں۔ پھر ہمارے ذمے اس کا بیان ہے) (۷۵:۱۷-۱۹) بیان کے معنی ہیں کھول کر بتانا۔ قرآن کا بیان اللہ تعالیٰ نے جناب رسولِ مقبول

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے انجام دیا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (ہم نے آپ پر قرآن اتارا تاکہ آپ بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا تاکہ وہ تفکر کریں) (۱۶:۴۴)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ حکیم کا بیان کس طرح انجام فرمایا۔ اس کا جواب بھی قرآن کی زبان سے سنیئے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	اللہ نے مومنوں پر احسان کیا
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	کہ اُن میں انہی سے ایک رسول بھیجا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا	جو اُن کو اللہ کی آیات سناتا ہے اور
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج	کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ	اور بے شک پہلے وہ کھلی
مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران ۱۶۴)	گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار فرائض بتائے گئے ہیں یعنی (۱) مسلمانوں کو قرآنی آیات سنانا (۲) ان کا تزکیہ (روحانی پاکیزگی) انجام دینا (۳) کتاب اللہ کی تعلیم دینا (۴) حکمت کی تعلیم دینا۔ یہ چہارگانہ فرائض بلاغ مبین ہیں جن کے بغیر عرب کے لوگ ضلالِ مبین میں تھے۔

جنابِ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا منصب اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا تھا۔ یعنی قرآنِ حکیم پہنچانا۔ فقط اتنا کام اللہ تعالیٰ فرشتوں سے بھی لے سکتا تھا ان کے ہاتھ نہایت نفیس کاغذ پر طبع کی ہوئی کتاب کے لاتعداد نسخے بھیج دیتا تاکہ ہر انسان کے حصہ میں ایک نسخہ آجاتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ذمے کچھ اور فرائض بھی تھے جو فرشتہ کے بس کے نہیں اور نہ ایک عام انسان کی قدرت میں ہیں۔ ان فرائض کو ایک کامل و اکمل اور معصوم فردِ بشر کی حیثیت میں فقط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی انجام دے سکتے تھے۔ مومنین کا تزکیہ یعنی روحانی صفائی اور اس کے ساتھ قرآن و حکمت کی تعلیم ایک گراں بار فریضہ تھا۔ اس کی انجام دہی میں آپؐ کو جن شدائد اور مصائب سے گزرنا پڑا ان کے ذکر سے زہرہ گداز ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کے کسی انسان نے میرے جتنی سختیاں نہیں اٹھائیں[1]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندگی کے ہر پہلو سے اُسوۂ حَسَنَہ یعنی بہترین نمونہ پیش کرنا تھا۔ دکھ اور ابتلاء زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہت سے بھی ایک بے نظیر و بے مثال معیار قائم کیا اور صبر و استقامت کے درس کا ایک درخشاں باب مرتب فرما گئے۔ علم و عمل کا کوئی رُخ اور کوئی گوشہ نہیں جس میں ہادیِ برحقؐ نے ایک کامل مثال قائم نہیں کی۔ اپنے حبیبؐ کو پے در پے آزمائشوں سے دوچار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت نظر آتی ہے۔

کتاب اللہ میں کئی ایسے احکام ہیں جن کا تعیّن تشریحِ نبوی کے بغیر ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن میں نماز کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اوقات، طریق ادا اور آداب وغیرہ سکھائے۔ قرآن میں زکوٰۃ اور اس کے مصارف کے احکام ہیں، اس کے دیگر قواعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام اشیاء کے بارہ میں ایک اصول بتا دیا کہ طیّب یعنی پاکیزہ چیزیں حلال اور غیر طیّب حرام ہیں۔ چند مثالیں بھی بتا دیں اور مزید وضاحت یہ کہہ کر نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چھوڑ دی: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ

---

[1] کنز العمال ج ۶ حدیث ۱۷۸۶ و ۱۷۸۷

(۷:۱۵۷) (۲۴:۴) يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (نبی ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک اشیاء حرام ٹھہراتا ہے) سورۃ النساء میں یہ بتا کر کہ فلاں فلاں رشتہ کی عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا کہہ دیا: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (اور حلال ہیں تم پر جو ان کے سوا ہیں) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توضیح فرمائی ہے کہ کوئی عورت اپنی چچی یا ممانی کی سوت نہیں ہو سکتی۔

تشریح نبوی کے بغیر قرآنی احکام سمجھنے میں کیا کیا غلطیاں ہو سکتی ہیں اس کی بعض مثالیں صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی ملتی ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ وضو کے لئے پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ ایک صحابی رضؓ کو تیمم کی کیفیت معلوم نہ تھی۔ ایک دفعہ انہیں پانی نہ ملا تو مٹی میں جا کر خوب لوٹیں لگائیں۔ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے انہیں تیمم کا طریقہ بتایا۔

نبی کی توضیحات قولی اور عملی دونوں لحاظ سے ہوتی ہیں۔ رسالت کے لئے بندوں کو انتخاب کرنے میں اللہ تعالیٰ کو یہی مصلحت منظور تھی کہ وہ ابنائے جنس میں بنفس نفیس رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو کر دلیل راہ بنیں اور اپنے فیصلوں اور ہدایات کے ذریعے ایک فقہ یا شریعت کی تشکیل کر جائیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (یہ — انبیاء — وہ نفوس ہیں جنہیں ہم نے کتاب، شریعت اور نبوت دی اور اگر یہ لوگ ان باتوں کو نہ مانیں تو ہم نے ایسے لوگ مقرر کر رکھے ہیں جو ان کے منکر نہیں یہ (انبیاء) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی سو تو ان کی راہ چل[1] انبیاء علیہم السلام کے توسط سے کتاب اللہ بھیجنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس کی قولی اور عملی تعبیر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور نگرانی میں کریں ہر شریعت کی تکمیل اسی طرح ہوئی۔

---

[1] الانعام ۹۰-۹۱۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر سے ماخوذ ہے

Marfat.com

ہر نبی کی شریعت دوسرے صاحبِ شریعت نبی کی بعثت تک بحال رہی۔ لیکن پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کر دئے کہ قرآن کا بیان یعنی شریعتِ محمدی آج چودہ سو برس بعد بھی کا ملا محفوظ اور روشن ہے۔ اس تاریخی حقیقت کا ثبوت آئندہ اوراق میں ملے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص قرآن حکیم کی کوئی تشریح پیش کرے گا اس میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ وہ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں نے کتاب و سنت کے خطوط پر اجتہاد کیا ہے، ممکن ہے درست ہو، لیکن یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری پیش کردہ تشریح بعینہٖ وہ بیان ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسے اصحابِ رسول کا یہ حال تھا کہ ان میں سے جب کوئی اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیتا تو کہتا کہ اگر یہ فتویٰ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر مقامِ رسالت قیامت تک آپؐ سے مختص ہو گیا ہے۔ یہ مقام نہ تو کسی کتب آموختہ اور فہم اندوختہ فرد کو مل سکتا ہے اور نہ اصحابِ خرد کے کسی ادارہ کو۔ جو نیا مسئلہ اٹھے گا اس کا حل انہی کی کتاب اور سنتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں تلاش کیا جائے گا۔ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو فرض قرار دیتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جہاں کہیں الرّسول کی اطاعت کا حکم آیا ہے۔ وہاں رسول سے مراد فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم اس لفظ کو کوئی اور معنی نہیں پہنا سکتے۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ..... الآیت الاعراف ۱۵۷)

یہاں اہلِ کتاب میں سے مشرف بہ ایمان ہونے والوں کے بارہ میں ارشاد ہے کہ وہ

Marfat.com

اس رسول کا اتباع کرتے ہیں جو نبی[1] اور اُمّی ہے اور تورات و انجیل میں اس کا نام آیا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی اور اُمّی ہے، جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع رہو تاکہ تم فلاح پاؤ) یہ آیت اَلرَّسول کے معنی کا ایک ایسا تعین کر دیتی ہے جس سے ہم سرِمُو انحراف نہیں کر سکتے۔ اگر ہم (نعوذ باللہ) فرض کر لیں کہ ایک مدت کے بعد رسول سے مُراد فلاں معیار کا کوئی عالم، جمہوری ادارہ یا مرکز لیا جائے گا تو آیات مذکورہ کی رُو سے اس عالم یا ادارہ میں ان اوصاف کا ہونا لازمی ہے کہ اس کا ذکر تورات اور انجیل میں آ چکا ہو۔ یہ نبوت کا کام کرے اور اُمّی یعنی ناخواندہ بھی ہو۔

قرآن حکیم میں جا بجا اطاعتِ رسولؐ کا حکم ہے۔ لیکن کوئی اشارہ بلکہ کنایہ تک نہیں کہ یہ اطاعت میعادی ہے، فلاں عہد، سنہ، ماہ یا تاریخ کے بعد اُسے منسوخ سمجھو۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح الفاظ میں رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (یعنی سب جہانوں کے لئے رحمت) بتایا گیا ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان ۱)	بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ عالمین کو خبردار کرنے والا ہو (کہ بُرائی کا انجام بُرا ہے)

اس آیت میں قطعیت سے بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب جہانوں اور تمام ادوار کے لئے نذیر ہیں۔ ہم اپنے فیصلہ سے قرآن حکیم کی کسی آیت کو نہ منسوخ کر سکتے ہیں اور نہ اس کو ایسے معنی پہنا سکتے ہیں جو نسخ پر منتہی ہوں۔ قرآن

---

[1] نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا یعنی مستقبل اور آخرت کے بارہ میں۔

Marfat.com

کے نسخ کا حق کسی کو نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے تو قرآن کے ایک جملہ کا منکر ہے اس کی سزا جیسا کہ قرآنِ حکیم میں بیان کیا گیا ہے دُنیا کی رُسوائی ہے۔ اور قیامت میں اسے اس سے بھی شدید تر عذاب ملے گا۔[1] اس کے برعکس اگر اللہ تعالیٰ کی سب آیات پر ایمان ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے تو قرآن کی بشارت ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (احزاب ۷۱) اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے بہت بڑی مراد پائی۔

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عہد کی رہنمائی کرتی ہے۔ تسلیم کہ معاشرہ کے تو بہ تو مسائل اٹھ رہے ہیں۔ اور نئی نئی اُلجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے پاس ہر جزوی مسئلہ کا بھی تیار شدہ حل موجود ہے۔ قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنمائی کے لئے بنیادی اصول اور احکام صادر فرما دئے ہیں۔ نئے مسائل ان کے خطوط پر حل ہو سکتے ہیں۔ معاشرت و تمدن ہزار ترقی کرے اور اپنے ظواہر میں لاکھ ترمیم کر لے لیکن اس کے باطن میں آدمیت کی جو روح کارفرما ہے وہ اپنی اقدار کو بدلنے کی اجازت نہیں دے گی۔ یہ اقدار کیا ہیں؟ صحت، صفائی، سادگی، حیا، خلوص، یگانگت، مساوات، ہمدردی وغیرہ۔ معاشرت کے جو آداب و اطوار ان سے سازگار ہوں گے وہ ارتقاء کی علامت ہوں گے اور جو ان سے ناموافق ہوں گے وہ تنزّل کے نقیب ٹھہریں گے۔ قرآن و سنّت کا مدعا یہ ہے کہ روحانی اور مادی زندگی ہر دو کی اقدار زندہ رہیں۔ اس بارہ میں وہ بنیادی اور اصولی احکام دیتے ہیں۔ اور زندگی کے ہر جزئیہ کو ہاتھ میں نہیں لیتے۔ زندگی کی جوئے رواں دو گونہ خواص رکھتی ہے۔ ایک تو سیّال ہونے کا وہ مستقل خاصہ ہے جو اسے بھاپ کا بادل یا برف کا میدان بننے کے بجائے

---

[1] دیکھو سورۃ البقرۃ آیت ۸۵

رواں دواں ندی کی صورت میں رکھتا ہے۔ دوسرا وہ ہر دم تغیّر پذیر خاصے سے اُسے بدلتے ماحول اور نئی گزرگاہوں سے موافق ہونا سکھاتا ہے۔ تغیّر پذیر عناصر مستقل جوہر سے بے ربط نہیں ہو سکتے۔ باہم وابستہ اور ہم آہنگ رہتے ہیں۔ کتاب و سنّت زندگی کے بنیادی اور مستقل جوہر کے بارہ میں اصول و قوانین عطا کرتے ہیں۔ لیکن زمانی اور مکانی تغیّرات کو اُمّت کے اجتہاد پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اُمّت کا وہی اجتہاد بارآور ہوگا جو کتاب و سنّت سے مربوط ہوگا۔

ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ کے دو پہلو تھے، ایک طبیعی اور دوسرا تشریعی[1]۔ طبیعی پہلو کا تعلق اس وقت کے خصوصی ماحول سے تھا۔ اس کی اطاعت واجب نہیں۔ تشریعی پہلو کا تعلق تبلیغِ رسالت سے تھا۔ یہ پہلو قرآن کی توضیح و تبیین کا حکم رکھتا ہے۔ اسے قرآنِ حکیم سے جداگانہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

(الاحزاب - ۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی حیاتِ طیّبہ) میں (زندگی کا) بہترین نمونہ ہے (لیکن یہ اُسی کے لئے ہے) جو اللہ اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

اس آیت کا مدّعا یہ ہے کہ سچّے دل سے اللہ تعالیٰ کا بار بار نام لینے والے اس کی اطاعت کا دم بھرنے والے وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوۂ حسنہ مانتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّت کو سنّت کے خلاف جانے سے روکا ہے۔ اور قرآنِ حکیم اور اپنی سنّتِ طیبہ دونوں کی پابندی کا حکم دیا ہے ——

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ کے ساتویں مبحث میں اس پر مفصل بحث ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہماری سنت کے خلاف جو بات نکالی جائے وہ مسترد ہو گی[1] فتح خیبر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھے اور درندوں کے گوشت کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ ان اشیاء کی تحریم کا ذکر چونکہ قرآن حکیم میں نہیں، اس لئے آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا: جان لو کہ مجھے قرآن اور اس کے مانند اور بھی احکام دئے گئے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ کوئی پُر شکم شخص تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو کہے کہ اللہ کی کتاب کو تھام لو۔ اس میں جو چیز حلال دیکھو اسے حلال جانو اور جو حرام دیکھو اسے حرام سمجھو۔ سُن لو کہ اہلی گدھے اور شکاری درندوں کا گوشت تم پر حرام ہے[2]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو دوام حاصل ہے۔ لہٰذا آپؐ کی سنت کی پیروی تا قیامت واجب ہے۔ اس بارے میں آپؐ کی چند احادیث درج ذیل ہیں:۔

(i) میں اس شخص کے لئے بھی رسول ہوں جو اس وقت زندہ ہے۔ اور اس کے لئے بھی جو بعد میں پیدا ہو گا۔[3]

(ii) میں فاتح و خاتم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھے کلمات کے جوامع اور فواتح ملے ہیں۔ میری حدیث مختصر ہے۔ تمہیں مضطرب الخیال لوگ ہلاک نہ کر دیں[4]

(iii) میری سب اُمت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جو انکار کرے حاضرین نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون انکار کرے؟ فرمایا، جس نے

---

[1] ابو داؤد کتاب السنہ۔ اس حدیث کے دو راوی صحابی ہیں جن میں ایک حضرت عائشہ رضؓ ہیں۔

[2] ابو داؤد کتاب السنہ۔ ترمذی ابواب العلم۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ اس حدیث کے بیان کرنے والے صحابی مقدام بن معدیکرب ابو رافع اور ایک اور صحابی ہیں[3] کنز العمال ج ۶ حدیث نمبر (۱۵۱۳۹)

[4] کنز العمال ج ۶ حدیث نمبر (۱۶۲۲)

میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔[1]
(۴) جس نے میری سنّت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنّت میں میرے ہمراہ ہوگا۔[2]

(۵) جس نے میرے بعد میری کسی مردہ سنّت کو زندہ کیا اس کے لئے اتنا ہی ثواب ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کے لئے بغیر اس کے کہ ان کا ثواب کم ہو اور اگر کسی ایسی بدعت کو کھڑا کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے تو اس کی گردن پر اس بدعت کے پیروؤں کے مساوی گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کا گناہ کم ہو۔[3]

ہم گذشتہ اوراق میں دیکھ آئے ہیں کہ سنّت کی دو قسمیں ہیں: تشریعی اور طبیعی جناب ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ تمیز فرمادی ہے۔ آپؐ نے سنّت تشریعی کی دائمی پیروی واجب قرار دی ہے اور دیگر امور کے بارہ میں فرمایا ہے: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ (تم اپنے دنیوی کاموں کو بہتر جانتے ہو) امّت کے لئے اس تفریق کا فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بہرحال زندگی کا کوئی گوشہ ہو اس میں اصل روح کتاب و سنّت ہی کی کارفرما ہونی چاہیے۔

اشاعتِ حدیث کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کا علم آپؐ کی حدیث ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے حدیث کی بہت تاکید فرمائی ہے مثلاً:

(۱) میری حدیث جیسی سنو ویسی بیان کردو۔[4]
(۲) حجۃ الوداع حضورؐ کا آخری حج تھا۔ اس میں ایک لاکھ کے لگ بھگ صحابہؓ

---

[1] بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ [2] مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی
[3] ابواب العلم [4] المدخل از حاکم ص ۲ ابواب الدعوات۔

Marfat.com

موجود تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے بعض مہتم بالشان خطبات ارشاد فرمائے جن میں سے آپؐ کے یہ فقرات یاد رکھنے کے قابل ہیں:

اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاد کام رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور دوسرے تک پہنچائی۔

(میرے خطبے کو) سننے والا غیر موجود آدمیوں تک پہنچائے۔ بارہا وہ آدمی جسے بات سنائی جاتی ہے سنانے والے سے زیادہ حافظہ کا مالک ہوتا ہے۔

(جس حدیث سے یہ فقرات لئے گئے ہیں اُسے سات آٹھ جلیل القدر صحابہؓ نے روایت کیا ہے)[1]

(۳) ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے خلفا کون ہیں؟ فرمایا جو میری حدیث کی روایت کریں گے اور اس کی تعلیم دیں گے[2]

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے قرآن، علم اور وراثت کے قوانین سیکھو اور آگے سکھاؤ کیونکہ مجھے اس دنیا سے اُٹھ جانا ہے۔ علم جلد قبض ہو جائے گا اور فتنہ اٹھے گا[3]

(۵) تم میری حدیث سنتے ہو پھر یہ تم سے منقول ہوگی۔ پھر آگے روایت ہوگی۔ اس کے بعد آگے (اگلے طبقہ کو) پہنچائی جائے گی۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے جو موٹے ہوں گے اور مُٹاپے کے متمنی ہوں گے ان لوگوں کی یہ عادت ہوگی کہ پوچھے جانے سے پہلے ہی گواہی دیں گے[4]

(مراد یہ کہ یہ تن پرست طبقہ محنت سے بھی جی چرائے گا۔ تحصیلِ حدیث کی کوشش

---

[1] ترمذی ابواب العلم مسلم کتاب القسامۃ۔ الخ بخاری، دارمی، ابوداؤد [2] مقدمہ دارمی از مولانا عبدالرشید بحوالہ طبرانی اوسط منتخب کنز العمال کتاب العلم برحاشیہ مسند احمد ۶۲۱۵

[3] دارمی باب الفقیا۔ ترمذی ابواب الفرائض۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ اور ابن مسعودؓ ہیں۔ [4] مستدرک حاکم کتاب العلم۔

Marfat.com

سے پہلو تہی کرے گا۔ لیکن عالم کہلانے کا اس قدر شوق ہوگا کہ بغیر سوال کے اپنے فتوے اور فیصلے حاضر کریں گے)

(۶) فرمانِ نبوی ہے کہ جس شخص کو علم کی کوئی بات معلوم ہو پھر اس سے پوچھی جائے اور وہ چھپا رکھے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی[۱]

(۷) حضرت ابوہریرہؓ کا شغل احادیثِ نبوی کا حفظ کرنا تھا۔ ان کا حافظہ کمزور تھا۔ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے دعا فرمائی اور حضرت ابوہریرہؓ کا حافظہ قوی ہوگیا[۲] حضرت علیؓ کو بھی آنحضرتؐ نے حفظ کی دعا دی تھی۔ وہ حدیث اس طرح بیان کرتے کہ ایک لفظ تک چھوٹنے نہ پاتا تھا[۳] چالیس حدیثیں یاد کرنے کے ثواب کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث منقول ہیں۔[۴]

(منتخب کنز العمال کتاب العلم)

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا

یقیناً — اللہ — چن لیا — آدم — اور — نوح

یقیناً اللہ نے برگزیدہ کیا آدم اور نوح کو

وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۳۳﴾

اور اولاد ابراہیم — اور اولاد عمران — اوپر — سب اقوام

اور اولادِ ابراہیم کو اور اولادِ عمران کو سب اقوام پر

---

[۱] ترمذی کتاب العلم [۲] بخاری کتاب العلم ترمذی [۳] ترمذی احادیث شتی
[۴] مسلم کتاب الجنائز

Marfat.com

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

ولاد۔نسل بعض ان سے بعض اور اللہ سننے والا

نسل بہ نسل ہیں اور اللہ سننے والا ہے

عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

جاننے والا

جاننے والا ہے۔

اصطفاء کا لفظ صِفْوَۃ سے نکلا ہے۔ ہر شے کے خلاصہ یعنی خالص حصہ کو صِفوۃ کہتے ہیں اِصْطَفٰی کے معنی ہیں انتخاب کیا۔ چُن لیا۔

تفسیر آیت ۳۳—۳۴

نُبُوَّت عطیۂ الٰہی ہے

گزشتہ آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباعِ کامل کا حکم تھا۔ اِس اتباعِ کامل کا حق نبی کے سوا اور کسی کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اُسے اللہ تعالیٰ خاص اس کام کے لئے نامزد کرتا ہے۔ نبوت محنت و مشقت اور درجہ بدرجہ ترقی سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ یہ قدرت کا عطیہ ہے، جسے چاہا نواز دیا۔ سب سے پہلے آدم کو نبی کیا۔ بعد میں بھی ہزاروں انبیاء تشریف لائے۔ اُن میں سے آیاتِ بالا میں صرف حضرتِ نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کا ذکر ہے۔ آلِ ابراہیمؑ میں متعدد نبی آئے جن میں حضرتِ اسماعیلؑ، حضرتِ اسحاقؑ، حضرتِ یعقوبؑ حضرتِ یوسفؑ، حضرتِ موسیٰؑ، حضرتِ ہارونؑ، حضرتِ داؤدؑ، حضرتِ سلیمانؑ حضرتِ عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی خاص طور

Marfat.com

سے قابلِ ذکر ہیں۔

آلِ عمران جیسا کہ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ کے الفاظ میں بھی اشارہ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اس لئے فرمایا کہ یہود ان کے قائل نہ تھے۔ ان کی نبوت کو صرف عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ عمرؑن کی اولاد میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہوئے جو آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور عمران کے نواسے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ اپنی نگرانی میں رکھا اور ان کے اعمالِ صالحہ کی نگہداشت کی تاکہ وہ اپنی اپنی امت کے لئے کامل نمونۂ حیات پیش کریں۔ اگرچہ سب بنو آدم کی ایک ہی نسل ہے، ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ، لیکن اللہ نے جسے چاہا نبوت سے سرفراز کر دیا۔ یہود کہتے تھے کہ نبی آخر الزمانؐ کو ہم میں سے مبعوث ہونا چاہیے تھا اور قریشِ مکہ کو ضد تھی کہ اگر نبوت ملنا تھی تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے رئیس کو ملتی۔ لیکن آیاتِ بالا میں صاف صاف بتا دیا کہ نبوت کا شرف اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا کر دے۔

بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

(۱) نسل بہ نسل ہیں

(۲) ایک دوسرے کے ناصر اور مددگار ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کے دین پر ہیں۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ

جب	کہا	بیوی	عمران،	اے رب میرے

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب!

Marfat.com

إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي

یقیناً میں نذر کی میں نے لئے تیرے جو میں بطن میرا

میرے بطن میں جو ہے میں نے تیری نذر کیا

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۚ إِنَّكَ

آزاد کردہ تو قبول کر مجھ سے یقیناً تو

(خدمت کے لیے) آزاد پس تو مجھ سے قبول فرما یقیناً تو ہی

أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا

تو سننے والا جاننے والا تو جب

سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ تو جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي

جنا اسے بولی اے رب میرے یقیناً میں

اسے جنا (تو) بولی، اے میرے رب! میں نے

وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

جنا میں نے اسے لڑکی اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا

اسے یقیناً لڑکی جنا اور اللہ سب سے زیادہ باخبر ہے

بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ

وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ

اور	یقیناً میں نام رکھا میں نے	اس کا	مریم	اور	یقیناً میں

اور یقیناً میں نے اس کا نام مریم رکھا اور یقیناً میں

اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا

پناہ میں دیتی ہوں اسے ساتھ تیرے (تیرے ہاں) اور اولاد اس کی

تیرے ہاں پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد (کو)

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿٣٦﴾

سے	شیطان	مردود

شیطان مردود سے۔

حَرَّرَ اس نے آزاد کیا۔ مُحَرَّر آزاد کیا ہوا۔ تَقَبَّلَ اُس نے قبول کیا۔ تَقَبَّلْ (صیغۂ امر) قبول کر۔ کَالْاُنْثٰی کی ترکیب ہے: كَ (مانند) اور اُنْثٰی (عورت)۔ اُنْثٰی کی جمع اِناث ہے۔ مُذَکَّر کے مقابل مؤنث اور ذَکَر کے مقابل اُنْثٰی بولا جاتا ہے۔

سَمّٰی اُس نے نام رکھا سَمَّیْتُ میں نے نام رکھا

عَاذَ پناہ میں آیا۔ اس سے مصدر عَوْذ ہے۔

اَعَاذَ پناہ میں دیا۔ اُعِیْذُ میں پناہ میں دیتا ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ

تو	قبول کیا	اسے رب	اس کا	ساتھ قبول	عمدہ

تو اللہ نے اسے اچھے قبول سے منظور کیا

وَ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ

اور پروان چڑھایا اسے پروان چڑھنا۔ نشوونما عمدہ اور

اور اسے، عمدہ نشوونما سے پروان چڑھایا اور

كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

کفالت میں دیا اسے زکریا جب کبھی داخل ہوا اس کے پاس

اسے زکریا کی کفالت میں دیا جب کبھی زکریا اس کے پاس آیا

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا

زکریا کمرہ۔ عبادت خانہ پایا پاس اس کے

عبادت خانہ میں اس کے ہاں پایا

رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ

رزق کہا اے مریم کہاں سے لئے تیرے یہ

رزق کہا، اے مریم! یہ تیرے لئے کہاں سے (آیا)

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

وہ بولی وہ (یہ) سے پاس اللہ

وہ بولی یہ اللہ کے ہاں سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

یقیناً اللہ رزق دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے بغیر

یقیناً اللہ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق

Marfat.com

حِسَاب ۳۷

حساب

دیتا ہے ۔

قَبُوْل اس وزن پر یہ واحد مصدر ہے ۔ نَبَتَ نشوونما پانا ۔ نَبات مصدر ہے ۔ اَنْبَتَ نشوونما دی ۔ کَفَّلَ کفالت میں دیا ۔ مِحْراب عبادت گاہ ۔ مسجد میں عبادت کا کمرہ ۔ جو ہیت المقدس میں عموماً دوسری منزل میں ہوتا تھا ۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ

وہاں	پکارا	زکریا	رب اس کا

کہا

وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، کہا

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ

اے رب میرے	عطا کر	لئے میرے	سے	پاس تیرے

اے میرے رب! مجھے اپنے ہاں سے عطا کر

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

اولاد	پاکیزہ	یقیناً تو	سننے والا

پاکیزہ اولاد یقیناً تُو دعا

الدُّعَآءِ ۳۸ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

دعاء	تو	ندا دی	اسے فرشتے

سننے والا ہے تو فرشتوں نے اُسے آواز دی،

Marfat.com

وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ

اور وہ کھڑا نماز پڑھتا ہے میں حجرہ

اور وہ کمرے میں کھڑا نماز پڑھتا تھا

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا

کہ تحقیق اللہ بشارت دیتا ہے تجھے ساتھ یحییٰ تصدیق کرنے والا

کہ تحقیق اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے تصدیق کرنے والا

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا

ساتھ کلمہ سے اللہ اور پیشوا

اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی اور پیشوا

وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور پرہیزگار اور نبی سے سوزوں۔ اہل[1]

اور پرہیزگار اور نبی اہل لوگوں سے

رَبِّ اصل میں ہے یَا رَبِّیْ مخفف ہو کر صرف رَبِّ رہا۔ ب کا کسرہ 'ی' کے معنی دیتا ہے۔ سَادَ اس نے لوگوں کی سیادت، قیادت یا رہنمائی کی۔ سَیِّد قیادت یا سرداری کرنے والا۔ پیشوا جس کے بہت پیروہوں۔ وَالسَّیِّدُ هُوَالرَّئِيْسُ الَّذِيْ يُتْبَعُ (خازن)

حَصُوْر بروزنِ فعول بمعنی فاعل (خازن) کے لغوی معنی ہیں اپنے کو بہت

---

[1] شائستہ (تھانوی) یعنی وہ اپنے کام کے لئے خوب اہل اور سوزوں ہوگا۔

Marfat.com

روکنے والا۔ یعنی جنسی اور دیگر لذائذ سے بہت پرہیز کرنے والا۔ صَلِحَ درست ہوا شایان یا شائستہ ہوا۔ اہل یا قابل ہوا۔ صَالِح اس سے فاعل ہے۔

تفسیر آیت ۳۵ ——— ۳۹

ولادتِ مریمؓ اور بشارتِ یحییٰ علیہ السلام

بنو اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ ہر نبی یا عالم اپنے نومولود بچے کو ہیکل کی نذر کر دیتا تھا۔ وہ بلوغ تک ہیکل میں رہتا۔ اس کے بعد اسے اپنے طور سے زندگی بسر کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔

ہیکل

ہیکل یروشلم کی عبادت گاہ کا نام ہے۔ اسے بیت المقدس بھی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بیت المقدس کا نام یروشلم کے شہر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ہیکل کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔ ہیکل کے لغوی معنی عبادت گاہ ہیں۔

عمران کا خاندان علم و اقتدار کا مالک تھا۔ عمران کی بیوی حَنَّہ نے منت مانی کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا اسے ہیکل کی نذر کروں گی۔ وہ مُحَرَّر یعنی دنیاوی بندھنوں سے بالکل آزاد ہو گا اور ہمہ وقت ہیکل کی خدمت کے لئے وقف رہے گا۔

عمران کی وفات کے چند ماہ بعد حَنَّہ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ حَنَّہ کا خیال تھا کہ لڑکا ہو گا۔ جب لڑکی جنی تو جی ہی جی میں رنجیدہ ہوئیں کیونکہ لڑکیوں کو ہیکل کی نذر کرنے کا قاعدہ نہ تھا۔

حضرت حَنَّہ نے کہا، رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی یعنی میرے رب! میں نے تو بچی جنی ہے۔ مطلب یہ کہ کاش میرے ہاں لڑکا ہوتا۔ جواب ملا کہ بے شک ظاہراً لڑکے اور لڑکی میں فرق ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس میں کیا صلاحیت رکھی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ یعنی حَنَّہ نے جو

Marfat.com

بھی بہتر ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی خوب علم رکھتا ہے کہ اس میں کیا صلاحیتیں ہیں۔ حنہؓ کو معلوم نہ تھا کہ عمران کی یتیم بیٹی جب بالغ ہوگی تو اُس کے ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے نام کی قیامت تک دھوم ہوگی۔ اس کے ساتھ ماں کا نام بھی ہمیشہ کے لئے پاکیزگی اور صداقت شعاری کے لئے ضرب المثل ہو جائے گا اور عمران کا نام بھی زندۂ جاوید رہے گا۔

حنہؓ نے بیٹی کا نام مریم رکھا۔ دودھ چھڑانے کے بعد اُسے ہیکل کے مجاوروں کے پاس لے گئیں۔ عام دستور کی رُو سے لڑکی کو ہیکل کے لئے منظور نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن عمران چونکہ بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اس لئے اُن کی یتیم بیٹی کو قبول کر لیا گیا۔ عمران کی یہ واحد نشانی تھیں۔ ان کی معصوم صورت کو دیکھ کر ہر مجاور نے چاہا کہ اس کی پرورش اُسے ہی سپرد کی جائے۔ اس سے پہلے کسی بچے کی کفالت کے لئے مجاوروں نے اس بے تابی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ حنہؓ مریم کی پیدائش کے وقت آزردہ تھیں کہ شاید اسے ہیکل کے لئے بتوا نہ کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجاوروں کے دل میں ایسی اُلفت پیدا کر دی کہ ہر ایک اس کی پرورش کی سعادت سے بہرہ مند ہونا چاہتا تھا۔ یہ نہایت شاندار اور قابلِ رشک مقبولیت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبولِ حسن کہا ہے۔

حضرت زکریا نبی علیہ السلام ان دنوں موجود تھے۔ ان کے گھر میں حضرت مریم کی خالہ تھیں جن کا نام ایشاع تھا۔ حضرت زکریاؑ نے مجاوروں سے کہا کہ میرے گھر میں مریم کی خالہ ہیں۔ وہ اسے بہت محبت سے پالیں گی۔ اسے میرے سپرد کر دیا جائے۔ مجاوروں نے مانا۔ ہر مجاور بنتِ عمران کی خدمت سے مشرف ہونا چاہتا تھا۔ کافی بحث ہوئی۔ آخر قرعہ ڈالا گیا۔ اس میں حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا۔

حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی صحت دی۔ اخلاقی اور روحانی لحاظ

Marfat.com

سے بھی اُن کی خوب تربیت ہوئی۔ اُن کی اس قابلِ رشک پرداخت کو اللہ تعالیٰ نے نَبَاتًا حَسَنًا کہا ہے۔

حضرت مریم کا زیادہ وقت محراب میں گزرتا تھا۔ محراب اس حجرہ کو کہتے ہیں جو مسجد میں عبادت کے لئے وقف ہو۔ یہ حجرے اس زمانے میں عموماً دوسری منزل میں ہوتے تھے۔ حضرتِ مریم کی اخلاقی رفعت کا یہ حال تھا کہ قرآنِ حکیم نے انہیں صدّیقہ کے لقب سے یاد کیا۔

حضرتِ زکریا علیہ السلام جب کبھی محراب میں جاتے تو دیکھتے کہ مریم کے پاس ایسے ایسے پھل پڑے ہیں جن کا اس موسم میں گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ حضرتِ زکریاؑ یہ بے موسم پھل دیکھ کر حیران رہ جاتے اور پوچھتے کہ کہاں سے آئے۔ مریم جواب دیتیں کہ اللہ نے بھیجے ہیں۔

حضرتِ زکریا علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بڑھاپے کی آخری منزل میں تھے اور اولاد کی طرف سے مایوس تھے۔ جب ایک دن مریم نے ان سے کہا کہ یہ پھل اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو ان کا جی بھر آیا۔ دل نے آواز دی کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے مریم کے پاس بے موسم کے تازہ پھل بھیج سکتا ہے تو کیا وہ تجھے اس بڑھاپے میں اولاد کی صورت میں پھل نہیں دے سکتا۔

انہوں نے وہیں ربِّ کریم کے حضور التجا کی کہ مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر۔ فرشتوں نے ندا دی کہ تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ اس میں یہ اوصاف ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ یعنی حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا۔ حضرتِ عیسیٰؑ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم "کُن" سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس لئے کج ذہن اور حق دشمن یہود کے لئے یہ ناقابلِ تسلیم بات ہوئی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کرشمہ کی تصدیق کے لئے انہی دنوں ایک اور نبی حضرت یحییٰ کو بھیجا حالانکہ اُس وقت حضرتِ زکریاؑ بھی موجود تھے۔

Marfat.com

(۲) سید یعنی پیشوا اور قائد ہوگا۔ مراد یہ کہ اس کے پیروؤں کی بہت بڑی جماعت ہوگی۔

(۳) حصور یعنی طبعاً پاک دامن ہوگا۔ عورتوں سے شغف نہیں رکھے گا۔

(۴) نبی ہوگا۔

(مضمون آگے جاری ہے)

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ

کہا اے رب میرے کہاں سے ہوگا لڑکا میرے لئے جب کہ

کہا، اے میرے رب! میرا لڑکا کہاں سے ہوگا جب کہ

قَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِىْ

پہنچا مجھے بڑھاپا اور بیوی میری

مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی

عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

بانجھ کہا اس طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے

بانجھ ہے؟ کہا اس طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْۤ اٰيَةً ؕ

کہا اے رب میرے مقرر کر لئے میرے نشانی

کہا، اے میرے رب! میرے لئے نشانی مقرر کر۔

Marfat.com

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

کہا نشانی تیری کہ نہ تو کلام کرے گا لوگ

کہا، تیری نشانی (یہ ہے) کہ تو لوگوں سے تین روز تک

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

تین دن مگر اشارہ اور یاد کر رب تیرا

سوائے اشارہ کے کلام نہ کرے گا۔ اور اپنے رب کو بہت ع

كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

بہت اور تسبیح کر میں شام اور صبح

یاد کر اور صبح و شام تسبیح کر

اَلَّا دراصل ہے اَنْ (کہ) اور لَا (نہ)۔ کَلَّمَ اُس نے کلام کیا۔ تُکَلِّمُ تو کلام کرتا ہے۔ اَنْ کے عمل نے اُسے تُکَلِّمَ کر دیا ہے۔ عَشِیّ آفتاب کے ڈھلنے سے غروب تک کا وقت۔ اِبْکار کے اصل معنی ہیں: دن چڑھتے ہی کسی کام کے لئے نکلنا۔ پھر طلوعِ فجر سے دوپہر تک کے وقت کو ابکار یا بُکرۃ کہنے لگے۔

تفسیر آیت ۴۰ —— ۴۱

(گزشتہ مضمون سے پیوستہ ہے)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت سن کر حضرت زکریا پر حیرت و انبساط کی حالت طاری ہو گئی۔ انہیں اس بشارت کا پورا اعتبار تھا تاہم اطمینانِ قلب کے لئے پوچھا کہ مجھ پر بڑھاپا چھا چکا ہے، میری بیوی بانجھ ہے، اب ہمارے

ہاں اولاد کیونکر ہوگی۔ فرمایا، بظاہر یہ انوکھی بات ہے لیکن میں جیسے چاہوں کر سکتا ہوں۔ حضرت زکریاؑ نے درخواست کی کہ مجھے کوئی علامت بتائیے کہ مجھے مزید تسلی اور خوشی ہو۔ فرمایا، تیری زبان تین روز کے لئے بند ہو جائے گی۔ تو صرف اشاروں سے مطلب ادا کر سکے گا۔ جب ایسا ہوا تو سمجھ لینا کہ تیری بیوی امید سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور صبح و شام تسبیح کرنا۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ

اور جب کہا فرشتے۔ اے مریم

اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ

یقیناً اللہ چنا تجھے اور پاکیزہ کیا تجھے

یقیناً اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاکیزہ کیا

وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور چنا تجھے اوپر عورتیں سب اقوام

اور تجھے سب جہانوں کی عورتوں پر انتخاب کیا

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ

اے مریم فرماں بردار ہو لئے رب تیرا اور سجدہ کر

اے مریم! اپنے رب کی فرماں بردار رہ اور سجدہ گزار رہ

Marfat.com

وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جھک ساتھ۔مانند جھکنے والے

اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کی طرح جھکی رہ

تفسیر آیت ۴۲ ـــ ۴۳

حضرت مریم کو اصطفاء کی بشارت

حضرت مریم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثمرات و بشارات کا سلسلہ جاری رہا۔ فرشتوں کے ذریعے پیغام آیا' اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ اللہ نے تجھے چن لیا۔ مراد یہ کہ ہیکل کی خدمت صرف مردوں کو حاصل ہوتی تھی لیکن اللہ نے تجھے بھی اس شرف سے نوازا ہے۔ یہ اعزاز اس وقت اور کسی عورت کو نصیب نہ تھا۔

وَطَهَّرَكِ یعنی اللہ نے تجھے کمال جسمانی اور روحانی پاکیزگی عطا فرمائی۔

حضرت مریم دنیوی رغبتوں اور آلائشوں سے دور تھیں۔ اُن کے روحانی صفا کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اُن سے ہم کلام ہوتا تھا۔

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

یہ وہ انتخاب تھا جس کا پورا اندازہ اس وقت غالباً حضرت مریم کو بھی نہ تھا اُن کے بطن سے بنو اسرائیل کے اس نبی کو پیدا ہونا تھا جس کی نیک شہرت قیامت تک دنیا میں باقی رہے گی۔ اُن کے ہمراہ حضرت مریم کا نام بھی زندہ رہے گا دنیا کا کون ملک اور کون سا خطہ ہے جہاں حضرت مریم کے پاکیزہ نام اور قابل تقلید عصمت کا شہرہ نہیں۔ تقریباً ہر مذہب و ملت کے لوگ انہیں عزت و عقیدت سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت مریم سے ارشاد ہے: وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ یعنی تیری عظمت اسی

Marfat.com

میں ہے کہ تو آخر تک اللہ کی فرماں بردار رہ اور اس کی اسی طرح عبادت کئے جائے جیسے کہ صلحاء کا وتیرہ ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ

وہ سے خبریں غیب وحی کرتے ہیں ہم اسے طرف تیری

یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے نبی) ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ

اور نہ تو تھا پاس اُن کے جب وہ ڈالتے (تھے)

اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلمیں

اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪

قلم اُن کے کون اُن سے کفالت کرے گا مریم

پھینکتے تھے (کہ) مریم کی کفالت کون کرے گا

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور نہ تو تھا پاس اُن کے جب وہ باہم حق جتاتے تھے

اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ دعوے جتاتے تھے

اَنْبَآءٌ جمع ہے نَبَاءٌ (خبر) کی۔

اَوْحٰی وحی کی نُوْحِیْ ہم وحی کرتے ہیں۔ اَلْقٰی ڈالا۔ یُلْقِی ڈالتا ہے۔

یُلْقُوْنَ وہ ڈالتے ہیں۔ اَقْلَامَ جمع ہے قَلَمَ کی۔ اَیُّهُمْ کی ترکیب ہے

اَیُّ (کون) اور هُمْ (وہ) سے۔ کَفَلَ کفالت میں لیا۔ یَکْفُلُ کفالت یا پرورش

Marfat.com

میں بیتا ہے۔

خُصُومَة کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مقابل اپنی دعوٰی پیش کرنا۔

تَخَاصَمَ یا اِخْتَصَمَ انہوں نے ایک دوسرے کے مقابل دعوے جتائے اور تنازع کیا۔ قَنَتَ وہ فرماں بردار رہا اُقْنُتْ فرماں بردار رہ۔ اُقْنُتِیْ مؤنث کا صیغہ ہے۔

نکتہ: آیت ۳۳ کو سامنے رکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور آلِ عمران اِصطِفاء عَلَی العٰلمین میں شریک ہیں اسی طرح حضرتِ مریم کے ساتھ بھی اِصطِفاء عَلَی العٰلمین میں شرکت ہو سکتی ہے احادیث سے ثابت ہے کہ ایسی رفعت، فضیلت حضرتِ آسیہ زوجۂ فرعون، حضرتِ خدیجہؓ، حضرتِ فاطمہؓ اور حضرتِ عائشہؓ کو بھی حاصل ہے۔

تفسیر آیت۔ ۴۴

آلِ عمران کی صحیح تاریخ صرف قرآن میں ہے

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ آل عمران اور حضرتِ زکریاؑ کے واقعات تاریخ کے ایوان سے محو ہو کر غیب کے پردے میں مستور تھے۔ کسی مؤرخ یا عالم کو ان کا درست علم نہ تھا۔ ہم نے آپؐ کو ان کا صحیح علم دے دیا ہے حالانکہ حضرت مریم کی کفالت حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس کے راہبوں نے کس طرح دعوے جتائے اور کس طرح قرعہ اندازی کی آپؐ ان واقعات کے عینی شاہد نہ تھے۔

قرعہ اندازی کے لئے آیت میں قلم پھینکنے کا استعارہ آیا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ سب راہب اپنے اپنے قلم لے کر دریا کے کنارے گئے اور انہیں رواں پانی میں پھینک دیا۔ سب قلم بہہ نکلے مگر حضرتِ یحیٰی علیہ السلام کا قلم بہاؤ کے مخالف

Marfat.com

چلنے لگا۔ وہ قرعہ جیت گئے

اِذْ	قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يٰمَرْيَمُ	اِنَّ
جب	کہا	فرشتے	اے مریم	یقیناً
جب فرشتوں نے کہا' اے مریم				یقیناً

اللّٰهَ	يُبَشِّرُكِ	بِكَلِمَةٍ	مِّنْهُ	قف
اللہ	بشارت دیتا ہے تجھے	ساتھ کلمہ	اس سے	
اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے				

اسْمُهُ	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ
نام	اس کا	مسیح	عیسیٰ بیٹا	مریم
اس کا نام المسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا				

وَجِيْهًا	فِي الدُّنْيَا	وَ الْاٰخِرَةِ	وَ مِنَ
آبرومند	میں دنیا	اور آخرت	اور سے
وہ دنیا و آخرت میں آبرومند ہوگا			اور قرب والوں

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾	وَ يُكَلِّمُ	النَّاسَ	
قریب کئے ہوئے	اور کلام کرے گا	لوگ	
سے ہوگا۔	اور لوگوں سے پنگوڑے		

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

میں پنگوڑا اور ادھیڑپن اور سے اہل موزوں

میں اور ادھیڑپن میں کلام کرے گا اور وہ اہل لوگوں میں سے ہوگا

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ

وہ بولی اے رب میرے کہاں سے ہوگا لے میرے بیٹا

وہ بولی، اے میرے رب! میرے لئے بیٹا کہاں سے ہوگا

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ

جبکہ نہیں چھوا مجھے انسان کہا

جب کہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا۔ کہا،

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ

اس طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

اللہ اسی طرح پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

جب طے کیا کام تو صرف کہتا ہے اس کو ہو جا

جب وہ کوئی امر طے کرتا ہے تو اس کو صرف کہتا ہے، ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

تو وہ ہو جاتا ہے اور تعلیم دے گا اسے کتاب اور حکمت

تو وہ ہو جاتا ہے اور اسے تعلیم دی گئی ہے اور حکمت کی

Marfat.com

وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

اور تورات اور انجیل

اور تورات اور انجیل کی

مَسِیح بعض کہتے ہیں عبرانی میں یہ لفظ اِیشُوع تھا جس کے معنی ہیں سردار
مَسَّ چھُوا یَمَسُّ چھوتا ہے۔ لَمْ یَمْسَسْ اُس نے نہ چھوا۔ کَانَ تھا۔ ہوگیا۔
یَکُوْنُ ہوجاتا ہے۔

تفسیر آیت ۴۵ — ۴۸

حضرتِ مریم کو حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی بشارت

حضرت مریم جوان ہوئیں تو اُنہیں فرشتوں کی وساطت سے بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک فرزند ارجمند عطا کرے گا جس کا نام اَلْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ہوگا۔ وہ نہ صرف دنیا میں عزّت پائے گا بلکہ آخرت میں بھی مقربین الٰہی میں سے ہوگا۔ وہ پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور کَہل یعنی اَدھیڑ پن میں بھی۔

کَہل کا آغاز عُرفِ عرب میں تیس برس کے بعد ہوتا ہے۔ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نے تیس برس کے بعد تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ اُن کے کلام میں بہت تاثیر تھی۔ اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ وہ نبوت پر سرفراز ہوں گے۔

حضرت مریم نے عرض کیا، اے اللہ میں کنواری ہوں۔ میرے ہاں اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرے تو صرف "کُن" (ہوجا) کہہ کر اُسے پورا کر دیتا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں مزید بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں

Marfat.com

اَلْکُتُبَ یعنی سب الہامی کتابوں کا علم دے گا۔ تورات اور انجیل سے خصوصی طور پر آگاہ کرے گا۔ تورات کو یہود نے محرّف کر دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں یہود کے جھوٹے دعووں کی تردید کرنی تھی۔ حکمت سے مراد علم و عمل ہے۔ علم و عمل دونوں مل کر انسان میں گہری بصیرت پیدا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اس کی ہر بات درستی اور دانائی کا مظہر ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حیات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآنِ حکیم میں علاوہ عیسیٰؑ کے مسیح اور ابنِ مریم کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ آپ کی والدہ حضرت مریمؑ بنو اسرائیل سے تھیں۔ جناب مریمؑ کو ان کی والدہ نے ہیکل کی نذر کر دیا تھا جہاں آپ ایک مومنہ کی پاک باز زندگی بسر کر رہی تھیں۔ حالتِ دوشیزگی ہی میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوئی کہ تیرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام المسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ یارب! میرے ہاں اولاد کیونکر ہوگی جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ۔۔۔؟ جواب ملا کہ اللہ کے کاموں کا یہی پیرایہ ہے کہ جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی امر واقع ہو تو وہ "کُن" (ہو جا) کہتا ہے اور وہ امر ظہور پذیر ہو جاتا ہے

حضرت مریمؑ اللہ کے حکم سے بغیر کسی بشری مسّ کے حاملہ ہو گئیں۔ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو بہت گھبرائیں۔ آبادی سے دور جا کر بچہ جنا۔ بدنامی کا ڈر

Marfat.com

لرزار ہا تھا مگر عین اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ ڈرو مت، جب لوگ ملامت کریں تو انہیں کہنا بچہ کی طرف رجوع کرو۔ چنانچہ جب لوگوں نے حضرت مریمؑ کی مذمت کرنا شروع کی تو آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ اور نبی ہوں (سورۃ مریم ۱۶ تا ۳۴)

اناجیل میں حضرت مریم کے خاوند کا نام یوسف نجار دیا گیا ہے جس سے بعض لوگوں نے اس نظریہ کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ موقع اس وقت طویل بحث کا نہیں۔ قرآن حکیم کی عبارات واضح اور روشن ہیں۔ وہ صاف بتاتی ہیں کہ جناب مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اگر اس معاملہ میں اناجیل ہی مدارِ فیصلہ ہوں تو متی کی انجیل کی عبارت ملاحظہ ہو:

> اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کر دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی

اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔

قرآن حکیم میں ان واقعات کا ذکر نہیں۔ بہر حال حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش قدرت الٰہی کا ایک کرشمہ تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد کے اکثر حالاتِ زندگی پر ہماری لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اناجیل سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تیس برس کی عمر میں تبلیغ کا آغاز کیا۔ مگر قرآن حکیم کے حوالہ سے ہم ابھی دیکھ چکے ہیں کہ آپ نے پیدائش کے پہلے روز ہی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ نظر یہ ظاہر کچھ عرصہ مشن کی تیاری میں صرف ہو گیا اور اشاعت دین کا باقاعدہ آغاز آپ نے تیس برس کی عمر میں کیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی گمراہ بھیڑوں کو سیدھے رستے پر چلانے کے لئے آیا ہوں مگر ان بھیڑوں کو ہانکنے کے لئے ڈنڈے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے آپ کی نہ سنی۔ پہلے صرف چند ماہی گیروں نے آپ کا دامنِ ہدایت تھاما۔ ان کو قرآن حکیم نے حواریوں کا نام دیا ہے۔

ان جاں نثار اصحاب کی مدد سے آپ کی تحریک میں نئی جان پیدا ہوئی مگر روم کے شہنشاہ نے آپ سے وہی خطرہ محسوس کیا جو اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ سے نمرود کو اور جناب موسیٰؑ سے فرعون کو ہوا تھا۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کی ٹھانی۔ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قوم نے غداری کی اور آپ کو گرفتار کروانا چاہا مگر اللہ کی تدبیر پر کس کا بس چل سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کی عقل کو چکرا دیا اور آپ کی جان بچا لی۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی زندگی کہاں اور کیسے گذری؟ اس کا جواب ہمیں وضاحت سے نہیں ملتا۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ آپ رومی سلطنت سے نکل کر یہود کے دیگر قبائل میں چلے گئے مگر یہ محض ظن و تخمین ہے۔ قرآن حکیم فقط یہی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ آپ کو آسمان پر کب اٹھایا گیا؟ کیا اسی وقت جب کہ آپ کو دشمن کے ہاتھ سے بچایا گیا یا بعد میں؟ اس کے جواب میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہی کافی ہے کہ آپ آسمان پر تشریف

لے گیے۔

شاہی عتاب کا اس قدر خوف تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد شروع میں کوئی آدمی آپ کا نام لینے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا مگر جلد ہی آپ کے حواریوں نے میدان عمل میں قدم رکھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اس مذہب کو بنو اسرائیل میں زیادہ کامیابی نہ ہوئی مگر فلسطین اور اس کے نواحی ممالک سے ہوتے ہوئے یہ مذہب سارے یورپ پر چھا گیا۔

قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ ہیں، فرزند نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی۔ "اوائل عیسائیت میں اس عقیدہ کی اشاعت بھی تھی مگر تثلیث کا غلبہ تیزی سے بڑھتا گیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا گیا ابتداء میں باپ اور بیٹے کی حقیقت کے بارے میں مباحثے ہوتے رہے اور وقتاً فوقتاً کونسلیں منعقد ہوئیں۔ ۳۲۵ء میں نیقیہ کی کانفرنس میں طے پایا کہ حضرت مسیح فرزند خدا ہی نہیں بلکہ ازلی و ابدی وجود رکھتے ہیں۔ اور ان کی اور خدا کی حقیقت ایک ہے۔ بعد میں آہستہ آہستہ اس نظریہ کو بھی توثیق حاصل ہو گئی کہ روح القدس بھی خدا اور بیٹے کی ہم مرتبہ ہے اور تینوں کی ایک وحدت ہے۔ لامحالہ حضرت عیسیٰؑ کی پرستش شروع ہو گئی اور اس پرستش میں جناب مریم کو بھی شامل کر لیا گیا۔ ایک گروہ نے تو بت پرستی بھی اختیار کر لی تھی۔"[1]

نصاریٰ کی اکثریت تثلیث کی قائل ہے اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ جناب مسیح نے صلیب کے دکھ بھر کر اپنی امت کا کفارہ قیامت تک دے دیا ہے۔

---

[1] واوین میں دیے ہوئے واقعات بیبل کی چرچ ہسٹری سے ماخوذ ہیں دیکھیے صفحہ ۹۸، ۱۴۷

[2] یہ بیانات قرآن حکیم کے بیانات سے مختلف نہیں۔

Marfat.com

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ

اور نبی طرف بنو اسرائیل کہ یقیناً میں

اور (اسے) بنو اسرائیل کی طرف رسول (بنائے گا) (وہ کہے گا) یقیناً میں

قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ

آیا ہوں تمہارے پاس ساتھ معجزہ سے رب تمہارا

تمہارے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آیا ہوں

اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ

کہ یقیناً میں بناؤں گا لئے تمہارے سے گارا مانند صورت

(وہ یہ) کہ میں یقیناً تمہارے لئے گارے سے پرند کی سی مورت

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا

پرند پھر پھونکوں گا میں وہ تو ہو جائے گا پرند

بناؤں گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ پرند ہو جائے گا

Marfat.com

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ

ساتھ حکم اللہ اور میں تندرست کروں گا اندھا اور

اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کروں گا اندھے اور

الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

کوڑھی اور زندہ کروں گا مُردے ساتھ حکم اللہ

کوڑھی کو اور مُردوں کو زندہ کروں گا اللہ کے حکم سے

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا

اور بتاؤں گا تمہیں ساتھ جو تم کھاتے ہو اور جو

اور تمہیں بتاؤں گا جو تم کھاتے ہو اور جو تم

تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

تم ذخیرہ کرتے ہو میں گھر تمہارے یقیناً میں وہ

اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ یقیناً اس میں

لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ ج

نشانی لئے تمہارے اگر تم ہوئے ایمان لانے والے

تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم (واقعی) مؤمن ہو

جَاءَ وہ آیا جِئْتُ میں آیا۔ طَیْرٌ اسم جنس ہے۔ واحد تثنیہ اور جمع سب

Marfat.com

کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اس سے واحد طائر بھی آتا ہے۔ نَفَخَ اُس نے پھونک
ماری اَنْفُخُ میں پھونک مارتا ہوں۔ بَرِئَ وہ بری ہوا۔ بے عیب ہوا۔
تندرست ہوا۔ اَبْرَئَ اُس نے بری، بے عیب یا تندرست کیا۔ یُبْرِئُ اُبْرِئُ
مضارع کے صیغے ہیں۔ اَکْمَهُ (۱) اندھا (۲) مادر زاد اندھا (۳) رات کا نابینا۔
(خازن) حَیِیَ وہ زندہ ہوا اَحْیٰی اس نے زندہ کیا۔ یُحْیِیْ اُحْیِیْ مضارع کے صیغے
ہیں۔ مَوْتٰی جمع ہے مَیت کی۔ تَدَّخِرُوْنَ: ذَخَرَ (ذخیرہ کیا) باب افتعال
میں اِذْتَخَرَ ہوا۔ بعد میں ت اور د مدغم ہو کر اِدَّخَرَ بنا یَدَّخِرُ وہ
ذخیرہ کرتا ہے۔ تَدَّخِرُوْنَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔
بُیُوت جمع ہے بَیْت کی۔

تفسیر آیت ۴۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے ہوئے تو انہوں نے نبوت کا اعلانِ عام
فرمایا۔ اور بعض معجزوں کا اظہار کیا۔ مثلاً گارے سے پرندے کی مورت بناتے،
اس میں پھونکتے تو وہ اُڑنے لگتا۔ کئی کوڑھیوں اور مادر زاد اندھوں کو تندرست
کر دیا۔ بعض مُردوں کو قبر سے نکال کر زندہ کیا۔ لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتوں
کی خبر دینے لگے۔ بعض اشخاص ان کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آئے۔

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اور تصدیق کرنے والا لئے جو آگے میرے سے تورات[1]

اور تصدیق کرتا ہوا اس کی جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے۔

[1] یعنی اس وقت بھی سالم توراۃ محفوظ تھی۔

Marfat.com

وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ

اور تاکہ حلال ٹھہراؤں لئے تمہارے بعض جو حرام ٹھہرایا گیا تم پر

اور تاکہ تمہارے لئے حلال ٹھہراؤں بعض جو تم پر حرام ٹھہرایا گیا

وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اور میں آیا تمہارے پاس ساتھ معجزہ سے رب تمہارا

اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آیا ہوں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

تو ڈرو اللہ اور اطاعت کرو میری

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

اِتَّقٰی: اس نے تقویٰ کیا، ڈرا۔ اِتَّقِ: تو ڈر۔ اِتَّقُوْا: تم ڈرو۔
اَطِعْ اطاعت کر۔ اَطِیْعُوْا اطاعت کرو۔ اَطِیْعُوْنِیْ: میری اطاعت کرو۔
اس میں نِیْ کا لفظ مخفّف ہو کر نِ رہ گیا اور اَطِیْعُوْنِ ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ

یقیناً اللہ رب میرا اور رب تمہارا تو عبادت کرو اس کی

یقیناً اللہ رب ہے میرا اور تمہارا، تو اس کی عبادت کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾

یہ رستہ سیدھا

یہ سیدھا رستہ ہے۔

Marfat.com

عَبَدَ اس نے عبادت کی یَعْبُدُ وہ عبادت کرتا ہے اُعْبُدُوْا عبادت کرو۔

تفسیر آیت ۵۰ ــــ ۵۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات

اللہ تعالیٰ کا دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ اس لئے تورات و انجیل کی بنیادی تعلیمات ایک ہیں۔ ان میں فرق صرف شریعت کا ہے۔ انجیل تورات کی تصدیق کرتی ہے۔ انجیل (متی) میں حضرت عیسیٰؑ کا ارشاد ہے:

یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں
کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے
نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔

(باب ۵ - ۲۲)

یہود سرکش تھے، اس لئے ان کی سرکشی کو دبانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قدرے سخت شریعت بھیجی تھی کہ نظم و ضبط کے خوگر ہو جائیں۔ ان کے لئے بعض چیزیں محض ضبط آموزی کی خاطر حرام ٹھہرا دی گئی تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت کو نرم کیا اور ان ممنوع چیزوں کو حلال قرار دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا، میں تمہارے لئے واضح معجزات لایا ہوں۔ اللہ کی قدرت دیکھ لو اور اس کا خوف رکھو۔ اُس نے مجھے نبی کر بھیجا ہے، میری اطاعت کرو، مگر خبردار! میرے معجزات دیکھ کر مجھے اللہ نہ سمجھ بیٹھنا۔ عبادت کی سزاوار صرف اللہ کی ذات ہے۔ سیدھا رستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب اور معبود مانو اور مجھے پیغمبر تسلیم کر کے میرے احکام پر چلو۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ

تو جب معلوم کیا عیسٰی ان سے کفر - کہا

تو جب عیسٰی نے ان کی جانب سے کفر معلوم کیا (تو) کہا،

مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

کون مددگار میرا طرف اللہ - کہا حواری

اللہ کی جانب میرا کون مددگار ہے ؟ حواریوں نے کہا ،

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ

ہم مددگار اللہ ایمان لائے ہم ساتھ اللہ اور - گواہ رہو

ہم اللہ کے مددگار ہیں - ہم اللہ پہ ایمان لائے اور گواہ رہ

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ

ساتھ کہ یقیناً ہم - فرماں بردار اے رب ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ جو

کہ ہم یقیناً فرماں بردار ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے

اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ

اتارا تو نے اور اتباع کی ہم نے رسول

اس پر جو تو نے اتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

پس لکھ ہمیں ساتھ گواہ

پس ہمیں گواہوں میں لکھ۔

Marfat.com

انصار جمع ہے ناصر یا نصیر (مددگار) کی۔ شَہِدَ گواہی دی اِشْہَدْ گواہی دے فَاکْتُبْنَا کی ترکیب ہے فَ (تو) اُکْتُب (لکھ) نَا (ہمیں) سے۔

تفسیر آیت ۵۲—۵۳

حواری

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ایمان افروز معجزات اور اثر انگیز خطبات کے باوصف اکثر یہود منکر ہو گئے۔ البتہ چند آدمی جو ایمان لائے خوب ثابت قدم رہے۔ انہوں نے آپ سے عہد کیا کہ ہم بہر صورت اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ کی مدد کریں گے۔ یہ لوگ حواری کہلائے۔

حواری کے لغوی معنی کا قطعی علم مشکل ہے۔ علماء نے اس کے مختلف معنی بتائے ہیں مثلاً:

(۱) سفید پوش۔ حواری سفید لباس پہنتے تھے، اس لئے سفید پوش کہلائے سفید لباس اب بھی راہبوں کا شعار ہے۔

(۲) صاف دل اور روشن ضمیر

(۳) منتخب — حواری حضرت عیسٰیؑ کے منتخب پیرو تھے

(۴) وزیر و خلیفہ

(۵) مددگار۔ مشکل کے وقت کام آنے والا۔

حواریوں کی کل تعداد بارہ تھی۔ وہ ماہی گیر تھے

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ

اور خفیہ تدبیر کی انہوں نے اور خفیہ تدبیر کی اللہ نے اور اللہ

اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے (بھی) خفیہ تدبیر کی۔ اور اللہ بہترین

Marfat.com

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

بہترین خفیہ تدبیر کرنے والا

خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

مکر خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اچھے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

تفسیر آیت ۵۴

یہود کی سازش کو شکست

یہودی علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔ آپ پر طرح طرح کے بہتان باندھے اور یہ چرچا شروع کیا کہ آپ لوگوں کو شہنشاہ کے خلاف اکسا کر اپنی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت سلطنت رومیوں کی تھی اُن کے شہنشاہ کے کان بھرے گئے۔ مقدمہ قائم ہوا۔ جرم ثابت نہ تھا لیکن یہود کی سازش سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ دیا گیا۔

سرکاری پیادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے نکلے۔ ایک یہودی نے جو بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بہت جاں نثار مرید تھا جاسوسی کا ذمہ لیا۔ اس کی مدد سے پیادوں نے حضرت عیسیٰؑ کو فوراً تلاش کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ یہودی جاسوس کا چہرہ بدل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو گیا۔ حضرت عیسیٰؑ صاف بچ گئے۔ یہودی جاسوس گرفتار ہو کر سولی چڑھا دیا گیا۔

آیت بالا میں اِسی قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہود نے مکر کیا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو توڑا، انہی میں سے ایک کو گرفتار کروا کر صلیب پر کھچوایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

کو صاف بچا کر آسمان پر اُٹھا لیا۔ یہود کو کچھ خبر نہ ہوئی اور سمجھے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔

یہود نے بہت بڑی خفیہ سازش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ تدبیر نے اس سازش کو شکست دے دی۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ

جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ یقیناً میں لینے والا تجھے

جب اللہ نے کہا، اے عیسیٰ میں تجھے لینے والا ہوں

وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ

اور اٹھانے والا تجھے طرف میری اور پاکیزہ کرنے والا تجھے سے

اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے (جدا کر کے) پاک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ

جو کفر کیا انہوں نے اور رکھنے والا جو پیرو ہوئے تیرے

کرنے والا ہوں اور جھٹلایا انہوں نے تیری پیروی کی انہیں رکھنے

فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

اوپر جو کفر کیا انہوں نے طرف دن قیامت

والا ہوں اُن سے بالا جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک

Marfat.com

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا

پھر طرف میری پلٹنا تمہارا تو فیصلہ کروں گا درمیان تمہارے میں جو

پھر تمہیں میری طرف پلٹ کر آنا ہے تو فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان اس میں

کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ

تم تھے اس میں تم اختلاف کرتے ہو تو سو جو

جس میں تم اختلاف کرتے تھے تو جو کافر

کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا

کافر ہوئے وہ تو عذاب دوں گا انہیں عذاب سخت

ہوئے میں انہیں شدید عذاب دوں گا

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمْ

میں دنیا اور آخرت اور نہیں لئے ان کے

دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے کوئی

مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ

کوئی مددگار اور سو جو

مددگار نہیں اور جو

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ

ایمان لائے وہ اور کئے انہوں نے نیک کام تو پورا دے گا انہیں

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ان کو پورے

أُجُورَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

بدلے ان کے اور اللہ نہیں چاہتا ظلم کرنے والے

بدلہ دے گا۔ اور اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

وہ (یہ) پڑھتے ہیں ہم اے اوپر تیرے سے آیات

(اے نبیؐ!) ہم آپؐ کو یہ سناتے ہیں آیات سے

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

اور تذکرہ حکمت آمیز

اور حکمت آمیز تذکرہ سے۔

وَفّٰی پورا پورا دیا۔ تَوَفّٰی پورا پورا لیا۔ مُتَوَفِّیْ فاعل ہے یعنی پورا پورا لینے والا۔ مُتَوَفّٰی مفعول ہے۔ جیسے پورا پورا لیا گیا ہو۔ عَذَّبَ اس نے عذاب دیا اُعَذِّبُ میں عذاب دوں گا۔

اُجُوْرَ جمع ہے اَجْر (بدلہ۔ معاوضہ) کی۔

تَلَا اس نے تلاوت کی۔ سنایا۔ پڑھ کر سنایا۔ یَتْلُوْ وہ پڑھتا ہے تِلَاوَت پڑھنا۔ تَلَا عَلَيْهِ اس کو پڑھ کر سنایا۔

تفسیر آیت ۵۶ — ۵۸

حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمانی

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا

اُن کے ماننے والے اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں قیامت تک فائق رہیں گے۔ یہود ان کے دشمن تھے۔ مسلمان اور عیسائی ان کو مانتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ سے یہود پر فائق چلے آتے ہیں۔

سُوال پیدا ہوتا ہے کہ تَوَفّی کے کیا معنی ہیں۔ عُرفِ عرب میں اس کے معنی موت نہ تھے۔ اس لئے قرآن حکیم میں ہر جگہ اس سے موت مراد لینا درست نہیں۔ مُتَوَفِّی کے لُغوی معنی ہیں پورا پورا لینے والا۔ آیتِ بالا میں اس سے مراد ہے پورے جسم کے ساتھ اپنے قبضہ میں لے لینے والا۔ ان معنی میں یہ لفظ قرآنِ حکیم میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً:

(۱) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر-ع۵)

(اللہ تعالیٰ جانوں کو پورے قبضہ میں لیتا ہے موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مرے اُنہیں ان کی نیند کے وقت)

(۲) وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ (۶-۶۰)

(اور وُہی ہے جو تمہیں رات کے وقت پورے قبضے میں لے لیتا ہے)

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ تَوَفّی اور موت ایک چیز نہیں جب انسان کا اپنے پر کوئی بس نہ رہے تو اسے تَوَفّی کہا جا سکتا ہے۔ تَوَفّی موت کے وقت بھی ہو سکتی ہے، نیند اور بے ہوشی میں بھی اور اس کے علاوہ بھی جس صورت میں اللہ تعالیٰ چاہے حضرت عیسیٰ کی تَوَفّی جسمانی رفع کی صورت میں تھی۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط

یقیناً کیفیت عیسیٰ پاس اللہ مانند کیفیت آدم

یقیناً عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے

Marfat.com

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ

بنایا اُسے سے خاک پھر کہا اس کو ہو جا

اسے خاک سے بنایا۔ پھر اُس کو کہا، ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

تو ہوتا ہے۔ ہو گیا حق سے رب تیرا

تو ہو گیا حق ہے آپؐ کے رب کی طرف سے

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

تو نہ ہو سے شک کرنے والے

تو آپؐ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں

مَثَل مثال۔ کیفیت۔ حالت کَانَ وہ ہو گیا۔ کُنْ اس سے امر ہے۔ یَکُوْنُ کے لغوی معنی ہیں، ہوتا ہے۔ لیکن آیت میں عربی محاورہ کے بموجب اس کے معنی ہیں: ہو گیا۔

مِرْیَۃ یا رُمْرِیَۃ، شک اِمْتَرٰی اُس نے شک کیا۔ مُمْتَرِیْ شک کرنے والا۔

تفسیر ۵۹ ـــ ۶۰

حضرتِ آدمؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ کی پیدائش کی مثال یکساں ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا ہونا بظاہر اچنبھے کی بات ہے۔

Marfat.com

لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ قطعاً بعید نہیں۔ زمین پر پہلے کوئی زندگی نہ تھی۔ اس کے بعد زندہ چیزیں پیدا ہو گئیں۔ یہ عمل تولید کے بغیر کیسے ہوا؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے۔ اس نے "کن" کہا اور وہ پیدا ہو گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں۔ انہوں نے عورت کے پیٹ سے جنم نہیں لیا۔ فرشتوں نے مٹی سے اُن کا پتلا بنایا اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتے جاگتے انسان کی صورت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش عام انسانی پیدائش سے مختلف تھی۔ یہی ماجرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا اور کنواری ماں سے پیدا ہو گئے۔ یہاں شک کا کیا مقام ہے؟

اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا نظام اس قدر کڑا اور بے لچک ہے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی (نعوذ باللہ) بے بس ہے اور اس کے خلاف وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت بے کنار ہے۔ اس کے رستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اور نہ اس کے لئے کوئی بندش ہے۔ اگر ہمارا یہ عقیدہ نہ ہو تو ہم کفر کے مرتکب ہوں گے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بے کنار اور غیر محدود سمجھا جائے۔ اس عقیدہ کی تقویت کے لئے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے ہاتھ پر معجزات اور اولیاء کے ہاتھ پر کرامات صادر کراتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا بھی معجزہ ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ

تو جو حجت کی اُس نے تجھ سے بابت یہ (اس بابت) بعد

تو (اے نبیؐ!) اس بابت آپؐ سے جو حجت کرے (اس) کے بعد

Marfat.com

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

جو آیا پاس تیرے سے علم تو کہہ آؤ

(کہ) آپؐ کے پاس علم آیا تو کہہ دیجئے، آؤ

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

ہم بلائیں بیٹے ہمارے اور بیٹے تمہارے اور

ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور

نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا

عورتیں ہماری اور عورتیں تمہاری اور جانیں ہماری

اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں

وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور جانیں تمہاری پھر ہم زاری کریں

اور تمہاری جانیں اور زاری کریں

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

پھر ڈالیں ہم لعنت اللہ اوپر جھوٹے

اور اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ

یقیناً یہ وہ بیان سچا

یقیناً یہی سچا بیان ہے

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ

اور نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور یقیناً

اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یقیناً

اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اللہ لہ وہ غلبہ والا حکمت والا تو اگر وہ مڑ گئے

اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے تو اگر وہ مڑ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶ ۱۴

تو یقیناً اللہ جاننے والا ساتھ فساد کرنے والے

تو یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کا جاننے والا ہے۔

تَعَالَ تُو آ تَعَالَوْا تم آؤ یہ دراصل تَعَالَیَ سے ہے جس کے معنی ہیں بلندی پر چڑھا۔ پھر اس کے معنی ہوئے: متوجہ ہوا، سامنے آیا۔ عربی میں تَعَالَ کا ایک اور ہم معنی لفظ هَلُمَّ ہے۔

دَعَا اس نے بلایا نَدْعُوْ ہم بلاتے ہیں۔ نَدْعُ ہم بلائیں اَبْنَاء جمع ہے اِبن (بیٹا) کی۔ اِبن کی جمع بَنُوْن بھی ہے۔ نِساء سے مفرد اِمرأۃ (عورت) ہے۔ اَنْفُس جمع ہے نَفْس (جان) کی۔ اِبْتَهَلَ اُس نے زاری کی نَبْتَهِلْ ہم زاری کرتے ہیں۔ بَهْل سے بابِ افتعال ہے۔ اِبْتِهَال، تَبَاهُل اور مُباهلہ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی بہت توبہ اور زاری سے دعا کرنا۔ اس میں لعنت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ جَعَلَ رکھا، ڈالا، بنایا، قرار دیا۔ نَجْعَلُ ہم رکھتے ہیں۔ ڈالتے ہیں۔ نَجْعَلْ ہم ڈالیں۔

لہ لَ تاکید کے معنی دے رہا ہے۔

Marfat.com

كَفَّ يَقُصُّ قَصًّا وَ قَصَصًا (بیان)۔ حق وہ پختہ بات جس میں کوئی شک نہ ہو۔

تفسیر آیت ۶۱ — ۶۳

مُباہلہ کی دعوت

ان آیات میں وفد نجران کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذہبی امور میں گفتگو فرمائی۔ لیکن وہ ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ اپنے اپنے بچوں، عورتوں اور افراد کو لے کر اللہ کی جناب میں زاری کریں کہ جو جھوٹا ہے اُس پر لعنت ہو۔ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ وفد والوں نے کہا کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے کل اپنے عندیہ سے آگاہ کریں گے۔ وہ واپس جا کر مشورت کرنے لگے تو عبدالمسیح امیر وفد نے کہا۔ تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو فنا ہو جاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد نامہ کر کے اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ۔ دوسرے روز جب صبح ہوئی تو اہل وفد نے آ کر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسینؓ کو گود میں اٹھائے اور حضرت حسنؓ کو ہاتھ سے تھامے تشریف لا رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ بھی ہیں۔ نجران کے اُسقف نے ان کے نورانی چہرے دیکھ کر ہمراہیوں سے کہا، میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے کہیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دو تو ہلا دے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی عیسائی نہ بچے گا۔ انہوں نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ آپ ہم سے عہد نامہ طے فرمالیں اور ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں۔ اس کے بعد عدم جنگ اور جزیہ کی شرطوں پر صلح نامہ ہوا اور وفد واپس چلا گیا۔

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى

کہہ اے اہل کتاب آؤ طرف

(اے نبیؐ!) کہیے، اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف

كَلِمَةٍ سَوَآءٍ[1] بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ

کلمہ۔ بات، برابر درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے

جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ

کہ نہ عبادت کریں ہم سوائے اللہ اور نہ شریک ٹھہرائیں ساتھ اس کے

کہ ہم نہ عبادت کریں مگر (صرف) اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ

شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا

شے اور نہ اختیار کرے بعض (کوئی) ہم سے بعض۔ کوئی

ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ

رب الگ اللہ تو اگر

اللہ کے سوا رب نہ اختیار کرے[2] تو اگر

[1] سَوَآءٌ اسم مصدر بمعنی فاعل ہے۔
[2] یعنی ایک دوسرے کو رب نہ مانیں۔

Marfat.com

تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا

وہ مُڑ گئے تو کہو گواہ رہو۔ دیکھ لو ساتھ کہ یقیناً ہم

وہ مُڑ جائیں تو کہو ، دیکھ لو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار

مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

فرماں بردار [1]

ہیں

اَشْرَكَ اس نے شریک ٹھہرایا مُشْرِك اس سے فاعل ہے۔ لَا نُشْرِكَ ہم شریک نہیں ٹھہراتے۔ اَنْ نے اُسے نصب دے کر لَا نُشْرِكَ کر دیا ہے۔ اَرْبَاب جمع ہے رَبّ کی۔ قَالَ اُس نے کہا۔ قُلْ تو کہہ تَوَلَّوْا تم کہو شہادت کے اصل معنی ہیں، موقع پہ حاضر ہونا۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ

اے والے کتاب کیوں تم حجت کرتے ہو

اے اہلِ کتاب تم کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے

فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ

بابت ابراہیم اور نہیں نازل کی گئی

بارے میں اور توراۃ اور انجیل

[1] شاہ رفیع الدین

التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

تورات	اور	انجیل	مگر	بعد اس کے

نہیں نازل کی گئی مگر اس کے بعد۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ

کیا تو نہیں	تم سمجھتے ہو	ہاں	تم

کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ ہاں!

هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا

وہ	حجت کی تم نے	بابت	جو

تم وہ ہو کہ تم حجت کر چکے اس کی بابت جس

لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ

لئے تمہارے	ساتھ اس کے	علم تو	کیوں تم حجت کرتے ہو

کے بارے میں تمہیں علم تھا تو کیوں تم حجت کرتے ہو

فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اللّٰهُ

بابت	جو	نہیں	لئے تمہارے	بابت اس کے	علم اور اللہ

اس کی بابت جس کا تمہیں کوئی علم نہیں اور اللہ

يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

جانتا ہے	اور	تم	نہیں جانتے	ہو تم

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا

نہیں تھا ابراہیم یہودی اور نہ عیسائی

ابراہیم یہودی نہ تھا اور نہ عیسائی

وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا

اور لیکن تھا راست رو فرماں بردار

بلکہ راست رُو اور فرماں بردار تھا

وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

اور نہ تھا وہ سے مشرکین

اور مشرکین میں سے نہ تھا

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ

یقیناً قریب تر لوگ ساتھ ابراہیم البتہ جو

یقیناً لوگوں میں سے ابراہیم کے قریب ترین وہ ہیں جنہوں نے

اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پیروی کی انہوں نے اس کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے

اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

اور اللہ رفیق ایمان لانے والے

اور اللہ ایمان لانے والوں کا رفیق ہے۔

Marfat.com

حَاجَّ اُس نے حُجّت کی۔ حَاجَجْتُم تم نے حُجت کی۔ حَنَفَ مائل ہوا یعنی غلط رستہ سے ہٹ کر سیدھی راہ کی طرف آیا۔ حنیف اس سے فاعل ہے یعنی غلط راہوں سے الگ درمیانہ اور معتدل رستہ پر چلنے والا۔
آذَلَی اسم تفضیل ہے دَلِیَ (قریب ہوا) سے۔

تفسیر آیت ۶۴ — ۶۸

توحید کی عملی تعبیر

اہل کتاب کہتے تھے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور شرک کے مخالف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ ان سے فرمائیں کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے تو آؤ توحید کی عملی تعبیر پیش کریں اور ان باتوں پر عمل کریں۔

(۱) عبادت کا حق صرف اللہ کو ہے۔ اس لئے کسی کے بت نہ بنائے جائیں اور نہ کسی ماسوا اللہ کے آگے سجدہ کیا جائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اہلِ اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے۔

(۳) اللہ کے سوا کسی کو ربّ کا درجہ نہ دیا جائے۔ مجاوروں، راہبوں، عالموں، حاکموں، اور بادشاہوں کو اپنا رب نہ سمجھیں۔ ان کے آگے سر نہ جھکائیں ان کی تعظیم اس انداز سے نہ کریں جس طرح صرف اللہ کو روا ہے یعنی ان کے آگے رکوع و سجود نہ کریں۔

اگر اہلِ کتاب توحید کی اس عملی تعبیر پر عمل پیرا ہو جائیں تو بہتر ورنہ ان سے کہو کہ آؤ اور ہماری زندگیاں دیکھو ہم صرف اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کو مانتے ہیں۔ غیر اللہ کے قانون کو باطل سمجھتے ہیں اور کسی کے آگے نہ رکوع کرتے ہیں

نہ سجدہ پیش کرتے ہیں۔ ہماری توحید صرف زبان تک محدود نہیں ہمارے عمل میں بھی اسی کی روح ہے۔ ہم اپنے اللہ کے اطاعت شعار بندے ہیں۔

یہود اور نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا دعویٰ رکھتے تھے یہود انہیں یہودی اور نصاریٰ نصرانی کہتے تھے حالانکہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی کیونکہ تورات اور انجیل ان کے بعد نازل ہوئیں۔۔

حضرت ابراہیمؑ تو اللہ تعالیٰ کے سیدھے سادے، راست رو اور فرماں بردار بندے تھے۔ کسی قسم کا اعتقادی یا عملی شرک نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے توحید کی عملی تعبیر پیش کی۔ ان سے قریبی ربط کا دعویٰ وہ لوگ کر سکتے ہیں جو قولاً و عملاً شرک کے دشمن ہیں اور سیدھی راہ چلتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریب ترین تعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی امت کا ہے جو اُن کے رستے پر رواں ہے۔ جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وابستگی کی خواہش رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اسلام سے وابستہ ہو جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تاریخِ نبوت میں مقام

اِن آیات میں اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بے شک دین اسلام کی شریعت مختلف تبدیلیوں سے گزرتی رہی لیکن آپؑ نے دین کے بنیادی حقائق اور اصول کو جس صورت میں پیش کیا آئندہ ادوار کے لئے وہی سند ہے آپؑ کے بعد جو انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے انہوں نے دین کو آپؑ ہی کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا اور آپؑ کی روش اختیار کی۔ اس لحاظ سے آپؑ اقوامِ عالم کے لئے اِمام یعنی پیشوا اور نظیر ہیں۔ آپؑ کے اس مسلّمہ منصبِ امامت سے غیر مسلموں کو بھی انکار مشکل تھا لہٰذا آغازِ اسلام کے وقت جس نبی کے دنیا بھر میں چرچے تھے اور جس کی پیروی کا اقوامِ عالم کو اِدّعا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے۔ یہود

اور نصاریٰ ہی نہیں بعض مشرک قومیں بھی اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیرو کار سمجھے بیٹھی تھیں۔ ان اقوام سے ہدایت کا اصل سررشتہ کھو گیا تھا اور تاریک وادیوں میں بھٹکتی پھرتی تھیں تاہم جیسا کہ آیات زیر نظر میں بتایا گیا ہے ہر ایک کو نازیہ تھا کہ دین ابراہیمؑ کے اصل سرمایہ دار ہمارے سوا کوئی نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کی تاریخ میں ایک ممتاز اور منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کی تائید آپؑ کے مزید خصائص سے بھی ہوتی ہے جن میں سے بعض کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

۱- ازمنۂ قدیم و جدید کی روشن شخصیت :

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانۂ حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال قبل کا ہے۔ اس قدر قدیم دور کے باوجود آپؑ کے سوانح زندگی جس حد تک ضرورت تھی آج بھی محفوظ ہیں۔ دنیا کے کتب خانوں میں آپؑ کی سیرت و سوانح کے بارے میں ایک عظیم سرمایہ دستیاب ہے۔ اہل عالم کو اس تاریخ ساز شخصیت سے اسی لئے دلچسپی ہے کہ آپؑ کے بغیر دنیا کی تاریخ ناقص رہ جاتی۔

۲- اُسوۂ حسنہ :

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقی نقوش پورے عالم کے لئے رہنمائی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ نوعمری ہی میں نمرود کے دعوائے خدائی کو بے خوف ہو کر للکارا، آگ میں ڈالے جانے کا حکم ہوا لیکن جبین استقلال پر بل نہ آیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا کر تنہا بیوی اور شیر خوار بچے کو مکہ کی سنسان وادی میں چھوڑ آئے، یہی بچہ بلوغ کی حدوں کو چھونے لگا تو اس کی قربانی کا حکم ہوا، بے دریغ آمادہ ہو گئے۔ پچھتر برس کے سن میں ہجرت کے کٹھن سفر پر روانہ ہوئے اور سو برس تک شدائد کو لبیک کہتے اور توحید کا پرچار کرتے رہے۔ قرآن حکیم نے آپؑ کے کردار کو اُسوۂ حسنہ یعنی عمدہ نمونہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

۳۔ ذُرّیّت کی عالمگیر وسعت: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد دنیا میں پھلی پھُولی اور خوب پھیلی۔ اس سے شاخ در شاخ اقوام کا ظہور ہوا۔ ان میں بنو اسماعیل، بنو اسرائیل اور اصحابِ مدین وغیرہ کا سلسلۂ نسب یقیناً آپؑ سے ثابت ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی ذرّیت انہی پر ختم نہیں۔ تحقیق کا دائرہ جوں جوں پھیلے گا شاید نئے حقائق سامنے آئیں۔ مثلاً ایک جدید نظریہ کی رُو سے ہندوستان کے راجپوتوں کا سلسلۂ نسب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ یہ رائے غلط ہو یا صحیح لیکن اتنا ضرور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی کرنوں نے ہندوستان کو بھی منور کیا تھا اور سندھ وغیرہ کے بعض ہندو اسلام سے قبل حج کے لئے مکہ جاتے تھے۔

۴۔ نُبُوّت کا آپ کے گھرانے سے مختص ہو جانا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت آپؑ ہی کے گھرانے سے مختص ہو گئی۔ آپؑ کی ذریت میں بعثت کی سلسبیل جاری رہی جس کی ہدایت سے پوری دنیا سیراب ہوتی رہی۔

۵۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مورثِ اعلیٰ: پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؑ ہی کے شجرۂ ذریت کی شاخِ سدا بہار ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالمگیر اور دائمی نبوت عطا ہوئی۔ آپؐ کا نام دنیا کے کونے کونے میں لیا جاتا ہے اس وقت دنیا میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی سیرت کے بارے میں اتنی کتابیں لکھی اور پڑھی جاتی ہوں جتنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ آپؐ کے نام کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام قیامت تک لیا جائے گا۔ آپؐ کا ارشاد ہے "میں اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہوں۔"

۶۔ ذُرّیّتِ ابراہیمی کی فوقیت: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پوری دنیا میں ممتاز سربرآوردہ

رہی ہے۔ اقوام کی امامت بارگاہِ الٰہی سے اسی کے سپرد رہی۔ تاریخ صدیوں اس کے گرد گھومتی رہی ہے۔

۷۔ مُسلم کا تسمیہ: دین میں خود سپردگی اور للّٰہیت کی جو روح نظر آتی ہے وہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے مکتبِ علم و عمل کا فیضان ہے۔ آپؑ نے ہی سب سے پہلے دینِ اسلام کے پیروؤں کو مسلم کا نام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن میں بھی اس نام کو برقرار رکھا۔

۸۔ تجدیدِ کعبہ: آپؑ نے کعبہ کی تجدید کی۔ یوں تو کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی لیکن حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں اللہ تعالیٰ کے اس گھر کی صرف بنیادیں باقی تھیں۔ آپؑ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ کعبہ میں ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر آپؑ نے حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کو چنائی کے لئے گارا اور پتھر دیے تھے۔ اس پتھر کو مقامِ ابراہیمؑ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کہتے ہیں۔ بیت المقدس کی تجدید آپؑ کے پوتے حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوئی۔

۹۔ اسلام کی بعض عبادات بالخصوص حج کی چند رسوم کے بانی حضرتِ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

چاہا اس نے	جماعت	سے اہل	کتاب

اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے چاہا

لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ

کاش	گمراہ کریں وہ	تمہیں	اور نہیں گمراہ کرتے ہیں
(کہ)	تمہیں گمراہ کریں		اور وہ نہیں گمراہ کرتے

Marfat.com

إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾

مگر جانیں اُن کی اور نہیں . وہ بُوجھتے ہیں

مگر اپنی جانوں کو ، اور وہ نہیں جانتے

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ

اے اہل کتاب کیوں تم انکار کرتے ہو ساتھ آیات

اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات سے کیوں انکار کرتے

ٱللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يَٰٓأَهْلَ

اللہ حالانکہ تم گواہی دیتے ہو اے اہل

ہو حالانکہ تم (خود) ان کا (دل میں) اقرار کرتے ہو۔ اے اہل کتاب

ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَلْبِسُونَ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ

کتاب کیوں تم ملاتے ہو حق ساتھ باطل

تم حق کو باطل سے کیوں ملاتے ہو

وَتَكْتُمُونَ ٱلْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ع ۱۵

اور تم چھپاتے ہو حق حالانکہ تم جانتے ہو

اور حق کو (کیوں) چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

Marfat.com

وَدَّ اُس نے چاہا۔ وَدَّتْ مؤنث کا صیغہ ہے۔ اسی سے وَدُوْدٌ ہے جس کے معنی ہیں بہت چاہنے والا۔ ضَلَّ گمراہ ہوا۔ اَضَلَّ گمراہ کیا۔ یُضِلُّوْنَ وہ گمراہ کرتے ہیں۔ لَبَسَ الْاَمْرَ کام کو خلط ملط کیا۔ مشتبہ کر دیا۔ یَلْبِسُ الْحَقَّ حق کو خلط ملط کرتا ہے۔ مشتبہ کرتا ہے۔ کَتَمَ اس نے چھپایا۔ یَکْتُمُوْنَ وہ چھپاتے ہیں۔

تفسیر آیت ۶۹—۷۱

حق پوشی کی ممانعت

تورات و انجیل میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں واضح پیش گوئیاں موجود تھیں۔ ان کو دیکھ کر اہلِ کتاب کے بعض علماء اسلام لے آئے۔ لیکن بعض لوگ وفدِ نجران کے رئیس اور قیصرِ روم کی طرح جان بوجھ کر متاعِ دنیا کی خاطر انکاری ہو گئے۔

بعض یہودی علماء حق کو چھپاتے تھے اور تورات میں کمی بیشی کر کے حق و باطل کی ملاوٹ کرتے تھے۔ وہ اسی قسم کی حیلہ سازی کر کے اہلِ اسلام کو بھی دین سے ہٹانا چاہتے تھے لیکن ان کی کوششیں ناکام رہیں۔

تبلیغ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو واشگاف طور سے بیان کیا جائے۔ دھوکا دے کر اور چال بازی کر کے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف پھیرنا تبلیغ نہیں بلکہ اضلال ہے۔ اس ہتھکنڈے سے اوروں کو حق کے دائرے میں لانا تو درکنار آدمی خود ہی گمراہ ہو جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے نوبت یہ آتی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں فریب دینے سے بھی نہیں شرماتا اور یوں حق پوشی اور کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اور کہا جماعت سے اہل کتاب

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کہا،

اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ایمان لاؤ ساتھ جو نازل کیا گیا اوپر جو ایمان لائے

مؤمنوں پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر دن کے شروع

وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ

آغاز دن اور انکار کرو اخیر اس کا

میں ایمان لاؤ اور اس کے اخیر میں انکار کردو،

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا

تاکہ وہ پلٹ جائیں گے اور نہ ایمان لاؤ

تاکہ وہ شرک کی طرف پلٹ آئیں اور نہ ایمان لاؤ

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ

مگر لئے جو تابع ہوا دین تمہارا کہہ

مگر اس پر جو تمہارے دین کا تابع ہوا (اے نبی!) کہہ دیجئے

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ

یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کہ

یقیناً ہدایت اللہ کی ہدایت ہے (تم ایسا اس لئے کرتے ہو) کہ

Marfat.com

يُؤْتٰى	اَحَدٌ	مِّثْلَ	مَآ
دیا جائے	کوئی	مانند	جو

دیا جاتا ہے انہیں جیسے

اُوْتِيْتُمْ	اَوْ	يُحَآجُّوْكُمْ	عِنْدَ رَبِّكُمْ
دئے گئے تم	یا	وہ بحث کریں تم سے	پاس رب تمہارا

تمہیں دیا گیا یا وہ تم سے حجت کریں تمہارے رب کے پاس [له]

قُلْ	اِنَّ الْفَضْلَ	بِيَدِ اللّٰهِ	ج	يُؤْتِيْهِ
کہہ	یقینا فضل	میں ہاتھ اللہ		دیتا ہے ۔ اسے

(اے نبی!) آپ کہہ دیں کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے

مَنْ يَّشَآءُ	ط	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ
جسے وہ چاہتا ہے		اور اللہ	وسعت والا

دیتا ہے ۔ اور اللہ وسعت والا ہے

عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾	يَّخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ
جاننے والا	خاص کر دیتا ہے	ساتھ رحمت	اس کی جسے

چاہتا ہے۔ وہ جسے چاہے اپنی رحمت سے مختص

[له] کہ تم پر غالب آجائیں تمہارے رب کے نزدیک۔

Marfat.com

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

وہ چاہتا ہے	اور اللہ	والا	فضل	بڑا
کردیتا ہے	اور اللہ	بڑے	فضل	والا ہے

اٰمَنَ وہ ایمان لایا یُؤْمِنُ وہ ایمان لاتا ہے لَا تُؤْمِنُوْا ایمان نہ لاؤ
اُتِیَ اس نے دیا اُوْتِیَ اسے دیا گیا اُوْتِیْتُمْ تمہیں دیا گیا۔ یُؤْتِی وہ دیتا ہے
یُؤْتٰی اسے دیا جاتا ہے۔ اِخْتَصَّ اس نے خاص کر دیا۔ یَخْتَصُّ وہ خاص
کرتا ہے۔ اِخْتِصَاص مصدر ہے ؛

تفسیر آیت ۷۲ ــــ ۷۴

یہود کی فریب کاری

علمائے یہود کے پاس ایسی روشن دلائل نہ تھیں جن سے وہ اسلام کے مقابل اپنے مذہب کی صداقت پیش کر سکتے۔ انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے خفیہ اور فریب کارانہ حربے برتنے شروع کئے۔ اپنے اشخاص کو پڑھا سکھا کر بھیجتے کہ جا کر دکھاوے کے لئے اسلام لاؤ۔ دن بھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی مجلسوں میں رہو۔ دن گزر جائے تو اسلام کے خلاف شکوک و اعتراضات بیان کر کے ترکِ اسلام کا اعلان کر دو۔ تمہاری باتوں میں آ کر شاید اور لوگ بھی اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔

یہود ان حرکتوں پر اس لئے اتر آئے تھے کہ ان کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ نبوت بنو اسرائیل کے گھرانے کے لئے مختص ہو چکی ہے۔ وہ اس بات پر جلتے تھے کہ بنو اسماعیل میں نبوت کیوں آ گئی۔ چنانچہ اُن سے خطاب ہوا اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ یعنی تم اس بات پر

بے چین ہو کہ نبوت جیسے ہمارے گھر آئی ویسے اوروں کو کیوں ملی۔
علمائے یہود کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا یقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اہل اسلام حق پر ہیں اور ہم (یہود) باطل پر۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جب ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اور ہمارا سامنا ہوگا تو وہ ثابت کر دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا مگر ہم (یہود) نے تسلیم نہ کیا۔ ہم ان کے سامنے لاجواب ہوں گے لہٰذا کوئی ایسی صورت نکالو کہ اس امت ہی کا خاتمہ ہو جائے اور کل ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شرمسار کرنے والا نہ ہو۔ یہود اس نیت سے قولاً اور فعلاً پوری جدوجہد میں مصروف رہتے تھے۔ شاطرانہ چالیں چلتے تھے۔ کفارِ مکہ سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازش کی، جنگِ احزاب میں ۱۲ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے لیکن اہلِ اسلام کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔
ان سے ارشاد ہے اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ یعنی ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہے۔ تم جو لوگوں کو اسلام سے پھیرنا چاہتے ہو تو یہ ہدایت نہیں گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا نبوت سے سرفراز کیا۔ کسی کا گلہ نہیں چل سکتا کہ فلاں کو نبوت ملی اور میں کیوں محروم رہا۔

وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ

اور سے اہل کتاب جو اگر تو امانت دے اسے

اور اہل کتاب میں سے (ایسا بھی ہے) جسے تو اگر ایک ڈھیر کی امانت (بھی)

Marfat.com

بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ

ساتھ ڈھیر ادا کرے وہ اس کو طرف تیری اور سے وہ

دے (تو) تجھے ادا کر دے اور ان میں سے ایسا

مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

جو اگر تو امانت دے اسے ساتھ دینار

بھی ہے) جسے تو ایک دینار کی امانت دے

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

نہ ادا کرے اسے طرف تیری مگر جب تک تو رہا

تو تجھے ادا نہ کرے سوائے اس کے کہ تو اس (کے سر)

عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا

اوپر اس کے کھڑا وہ بسبب کہ یقیناً وہ کہا انہوں نے

پر کھڑا رہے یہ اس سبب سے کہ وہ کہتے ہیں

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ

نہیں ہم پر میں بابت اَن پڑھ عرب رستہ

(کہ) اَن پڑھ عربوں (کے معاملہ) میں ہمارے خلاف کوئی رستہ نہیں

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

اور وہ کہتے ہیں اوپر اللہ جھوٹ

۱۰ ۔ اللہ پر جھوٹ بات

Marfat.com

وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى

اور وہ وہ جانتے ہیں کیوں نہیں

اور وہ جانتے ہیں ، کیوں نہیں؟

مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى

جو ایفاء کیا اس نے ساتھ عہد اسکے اور تقویٰ کیا

جس نے اپنے عہد کا ایفاء کیا اور تقویٰ کیا

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ

تو یقیناً اللہ چاہتا ہے پرہیزگار یقیناً

تو یقیناً اللہ متقی لوگوں کو چاہتا ہے یقیناً

الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ

جو سودے میں لیتے ہیں عوض عہد اللہ اور

جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض

اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ

قسمیں ان کی دام کم[1] وہ

سودے میں حقیر دام لیتے ہیں ان

[1] دنیا کی ساری متاع آخرت کے مقابلہ میں قلیل ہے

Marfat.com

لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا

نہیں حصہ لئے ان کے میں آخرت اور نہ

کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور

يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ

کلام کرے گا ان سے اللہ اور نہ نظر ڈالے گا طرف ان کی

قیامت کے روز اللہ ان سے کلام نہیں کریگا اور ان کی طرف نظر نہ ڈالے گا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ

دن قیامت اور نہ پاکیزہ کرے گا انہیں

قیامت کے روز اور نہ انہیں پاکیزہ کرے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

اور لئے ان کے عذاب دردناک

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ

اور یقیناً سے وہ ان میں گروہ وہ پھیرتے ہیں

اور یقیناً ان میں سے ایک فریق ہے (جو) کتاب کے ساتھ

اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ

زبانیں ان کی ساتھ کتاب تاکہ تم گمان کرو اسے

زبانیں پھیرتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب میں

Marfat.com

مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ج

سے کتاب اور نہیں وہ سے کتاب

سے گمان کرو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں

وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ

اور وہ کہتے ہیں وہ سے پاس اللہ اور نہیں وہ

اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى

سے پاس اللہ اور وہ کہتے ہیں اوپر

اللہ کے پاس سے نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے

اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

اللہ جھوٹ حالانکہ وہ جانتے ہیں

ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں

اٰمَنَ اس پر اعتماد کیا۔ بھروسا کیا۔ اَدّٰی اس نے ادا کیا یُؤَدِّیْ وہ ادا کرتا ہے۔ یُؤَدِّ اس کی حالت جزمی ہے جو اِنْ شرطیہ کی وجہ سے ہے جس نے تَاْمَنْ اور یُؤَدِّہٖ دونوں کو جزم دی ہے دَامَ رہا۔ دُمْتَ تو رہا۔ دَوَام مصدر ہے اِشْتَرٰی اس نے خریدا۔ سودے میں لیا۔ اَیْمَان جمع ہے یمین (قسم) کی۔ ثَمَن ایک کے عوض دوسری چیز جو سودے میں لی جاتی ہے۔ نَظَرَ اس نے دیکھا۔ نظر ڈالی۔ یَنْظُرُ وہ دیکھے گا زَکّٰی اس نے پاکیزہ کیا۔ یُزَکِّیْ وہ پاکیزہ کرتا ہے تَزْکِیَہ مصدر ہے۔

Marfat.com

لَفَرِيقًا میں لام تاکید کے لیے ہے فَرِيقًا اِنَّ کی خبر ہو کر منصوب ہوا۔
لَوَی بل دیا۔ موڑا۔ پھیرا۔ گھمایا لَيًّا مصدر ہے۔ يَلْوِيْ وہ موڑتا ہے۔
يَلْوُوْنَ۔ دراصل يَلْوُوْدُنَ ہے۔
اَلسِنَه جمع ہے لِسَان (زبان) کی۔ حَسِبَ اس نے گمان کیا يَحْسَبُ وہ گمان کرتا۔ تَحْسَبُوْنَ تم گمان کرتے ہو۔ لِ کے عمل سے یہ منصوب ہو کر تَحْسَبُوْا ہوا۔

تفسیر آیت ۷۵ ـــ ۷۸

یہود کی بددیانتی

سابقہ آیات میں یہود کی مذہبی فریب کاری کا ذکر تھا۔ ان آیات میں اُن کی مالی بددیانتی کا تذکرہ ہے بتایا گیا ہے کہ بے شک اُن میں بعض دیانت دار لوگ بھی ہیں لیکن ایسے حرام خوروں کی کمی نہیں جو دوسروں کا مال مارنا پدری حق سمجھتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ عرب کے اَن پڑھ لوگ یہود کے مقابلہ میں بہت پست ہیں۔ یہود ان عربوں سے اشرف ہیں۔ عرب کیا اور اُن کا مال کیا سب اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری اور لاڈلی مخلوق یہود کے لئے پیدا کیا ہے۔

یہود اپنے لئے تقویٰ غیر ضروری جانتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہم جنت کے وارث تو ہیں ہی زمین بھی ہماری میراث ہے۔ غیر یہود سے ہم جیسا سلوک چاہیں کریں۔ وہ ان کا مال کھا جاتے، معاملات و معاہدات میں بدعہدی کرتے، قسمیں کھا کھا کر اپنا اعتبار بٹھاتے اور ان قسموں کو بے حیا توڑ دیتے۔ انہوں نے نفع یابی کے لئے یہ سنہری گُر بنا رکھے تھے۔

ان کے پاس عہد کی کوئی قدر نہ تھی حالانکہ مباح اور نیک کام میں اللہ کا نام لے کر جو عہد کیا جاتا ہے وہ اللہ ہی کا عہد ہوتا ہے۔ جو شخص اس عہد کو نہ نبھائے "درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نام کی پروا نہیں کرتا۔ اللہ اس سے سخت

ناراض ہوگا۔ قیامت میں ایسے اصول شکن شخص پر نگاہ بھی نہیں ڈالے گا۔

جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بیچ کر دولت کماتے ہیں اُن کے دل کبھی پاکیزہ نہیں ہوں گے۔ اُن کی ساری زندگی ناپاک رہے گی۔ ان کی ناپاک عادات وخصائل اُن کو نہ صرف دنیا میں آخرکار مبتلائے رنج کریں گی بلکہ آخرت میں بھی موجب عذاب ہوں گی۔

یہود دنیوی فائدوں کے لئے تورات پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔ ارشاد ہے یَلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ مراد یہ کہ جب تورات پڑھتے تھے تو حرکات وسکنات یا سیاق وسباق کے لحاظ سے زبان کو اس طرح پھیر لیتے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جاتا۔ اس طرح وہ عمداً تحریف کے مرتکب ہوتے تھے اور کہتے تھے ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یعنی یہ عبارت ہماری تصنیف نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتے تھے۔

ایفائے عہد کی اہمیت

اسلام میں عہد کی پابندی پر بہت تاکید ہے سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی اے ایمان والو! اپنے بندھن نبھاؤ۔

عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یا اس کی مخلوق کے ساتھ، اس کی پابندی بہرکیف اور بہرصورت لازم ہے۔ البتہ یہ ملحوظ رہے کہ جو عہد بندگانِ الٰہی کے ساتھ باندھے جائیں وہ دین وشرافت کی روح کے منافی نہ ہوں ورنہ قابلِ نفاذ نہ ہوں گے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی شرط طے کی جس کا جواز کتاب اللہ میں نہیں ملتا تو یہ شرط اس پر عائد نہیں ہوگی چاہے اس نے اس کو سو بار پختہ کیا ہو (کیونکہ) اللہ کی شرائط کا حق اور پختگی زیادہ ہے۔

Marfat.com

سورۃ نحل (آیات ۹۱ تا ۹۵) میں اللہ تعالیٰ نے باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کو عَهْدُ اللّٰهِ (اللہ کا عہد) کہہ کر ان کے احترام کو ہزار چند کر دیا ہے۔

مسلمان جب قرآن و سنّت کے مطابق کسی سے کوئی عہد باندھتا ہے تو وہ عہد اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عہدِ ربانی ہوتا ہے جس کی پابندی از بس ضروری ہے جو شخص خلاف ورزی کرے گا وہ غدّار ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا[1] تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ منافق کی تین نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ عہد شکن ہوتا ہے[2] آپؐ کا ارشاد ہے لَادِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ (جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں)

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (اور وعدوں کو پورا پورا ایفا کرو۔ یقیناً وعدہ کے بارہ میں پوچھا جائے گا)

قرآنِ حکیم میں اس قسم کی اور بھی ہدایات ہیں۔ سورۃ انفال میں حکم ہے کہ جب تمہیں کسی (ہم عہد) قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو تم معاہدہ ان کی طرف برابر طور سے پھینک دو کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی قوم اہلِ اسلام کے ساتھ عہد کر کے پھر خیانت پر اُتر آئے تو اس کا جواب خیانت سے دے کر اپنے عہد کی لاج برباد نہیں کرنی چاہیے۔ اس عہد کو علانیہ منسوخ کر دو۔ چنانچہ جیسا کہ سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات سے صاف ظاہر ہے فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد ان قبیلوں کو جنہوں نے اہلِ اسلام سے غداری کی تھی اعلان کر دیا گیا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں

---

[1] ترمذی ابواب السیر، مسلم کتاب الجہاد والسیر، بخاری میں بھی اس مضمون کی حدیث ملتی ہے۔

[2] ریاض الصالحین باب الوفاء بالعہد

Marfat.com

اور پھر انہیں چار ماہ کی مہلت بھی دی گئی کہ تم اپنا بُرا بھلا سوچ لو، ہم اس اثنا میں تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ جن قبیلوں نے بدعہدی نہیں کی تھی ان کے معاہدے بدستور رہنے دیئے گئے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ مُعاہد کا قاتل دوزخی ہوتا ہے[1] یعنی اگر تمہارا کسی مشرک سے بھی عہد ہو تو تمہیں کوئی حق نہیں کہ بے سبب اس پر ہتھیار اٹھاؤ۔ اگر کوئی مسلمان اس قوم کے کسی فرد کو قتل کر ڈالے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

حضرتِ معاویہؓ اور رومی حکومت کے درمیان کچھ مدت کے لئے صلح کا عہد ہوا۔ حضرتِ معاویہؓ رومی سلطنت کے شہروں میں اس انتظار میں پھرتے رہتے تھے کہ اگر عہد توڑ دیا جائے تو حملہ کر دوں۔ اچانک ایک سوار آیا۔ وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر! وفا کرو، بدعہدی نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو عمرو بن عبسہ تھے۔ حضرتِ معاویہؓ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی قوم کے ساتھ عہد ہو تو جب تک میعاد نہ گزر چکے اس کو نہ توڑے اور نہ زیادہ پختہ کرے یا برابر طور سے (یعنی جب اُدھر سے پہل ہو) عہد کے منسوخ ہونے کا اعلان کرے[2]

حضرتِ حُذَیفہؓ بن یمان اور ابو حُسَیلؓ دو صحابی تھے۔ یہ اسلامی لشکر میں شرکت کرنے کے لئے میدانِ بدر کی طرف جا رہے تھے کہ مشرکین کے ہاتھ آ گئے۔ انہوں نے اس شرط پر جانے دیا کہ بدر نہیں جاؤ گے بلکہ مدینہ کا رخ کرو گے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عہد کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا، تم مدینہ جاؤ۔ ہم عہد نبھائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار ہوں گے[3]

---

[1] تجریدالبخاری ص۵۰۸ [2] ترمذی ابواب السیر [3] مسلم کتاب الجہاد والسیر

بدر کی جنگ میں مسلمان نہایت قلیل تھے۔ ایک ایک فرد کی ضرورت تھی تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہؓ کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ حالانکہ جنگ کا موقع تھا اور پوچھنے والا کون تھا۔ لیکن اللہ کی پرسش بہت سخت ہے۔ وہ دشمن سے بھی بدعہدی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم نے اسلام سے سابقہ دور میں جو عہد کیے ہیں ان کو نباہو۔ اسلام انہیں مزید قوت دیتا ہے۔ جب قبل اسلام کے معاہدوں کی اسلام میں یہ وقعت ہے تو جو عہد کوئی شخص ایک مسلمان کی حیثیت میں کرے اس کی کس قدر شدید اہمیت ہوگی۔

باہمی معاہدات کا کچھ ذکر ہو چکا۔ اب اس عہد پر ایک نظر ڈالیں جو اللہ تعالیٰ سے استوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد ایک تو انسانی فطرت ہے جس سے انحراف کرنا راستی کی راہ سے بھٹکنا اور دنیوی و اخروی بربادی کو دعوت دینا ہے۔ اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دین سے وابستگی ہے۔ اسے سورۂ مائدہ میں جا بجا میثاقِ الٰہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

قبولِ اسلام بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وسیع الاثر پیمان ہے جس کی رو سے دین و شریعت کے کل احکام کی بجا آوری ہم پر فرض ہو جاتی ہے۔ یہ احکام بجائے خود مواعید کا حکم رکھتے ہیں۔

اَیمان (قسمیں)

مندرجۂ صدر آیات میں اَیمان یعنی قسموں کی اہمیت بھی جتائی گئی ہے۔ اَیمان جمع ہے یمین (قسم) کی۔ قرآنِ حکیم میں قسموں کی بجا آوری کی سخت تاکید ہے

Marfat.com

سورۂ مائدہ کی پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے مواعید کا ایفا کرو۔ آیت ۸۹ میں تاکید ہے کہ مواعید تو بہت بڑی چیز ہیں تم ذاتی معاملات میں بھی قسم کھاؤ تو اسے ایفا کرو مگر اس کا مطلب نہیں کہ تم ایک غلط کام کرنے کی یا نیک کام نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھو تو اس پر بھی پختہ رہو۔ اس قسم کو توڑ دو مگر قسم کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لئے تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا کفارہ ادا کرو۔

اس موضوع پر سورۂ بقرہ میں بھی آیات ہیں۔ مثلاً وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ (آیت ۲۲۴ - ۲۲۵) (ترجمہ) اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کا (اس لئے) ہتھکنڈا نہ بناؤ کہ نیکی اور تقویٰ (نہ) کرو اور لوگوں کے درمیان صلح (نہ) کراؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لغو قسموں پر نہیں پکڑتا لیکن پکڑتا ہے اس پر جو تمہارے دل کرتے ہیں۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا ہے حلم والا ہے

کفّارہ کا مادہ کفر ہے جس کے معنی ہیں ڈھانپنا یا پردہ ڈالنا۔ قرآن حکیم میں لغزشوں اور معاصی کے ساتھ تکفیر کا لفظ انہی معنی میں آیا ہے۔ کفّارہ اصطلاحی معنی میں وہ تاوان یا سزا ہے جس سے کسی ذاتی معاملہ میں کوتاہی یا غلطی کا خمیازہ بھگتنا مقصود ہو۔ کفّارہ مالی بھی ہو سکتا ہے اور بدنی بھی مثلاً روزے رکھنا۔

کفّارہ اور جرمانہ میں یہ فرق ہے کہ جرمانہ جبر کی چیز ہے اور کفارہ کے پیچھے دل کی رضا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا طبعی نتیجہ توبہ، تزکیہ اور اصطلاحِ حال ہے۔ جبری جرمانہ یا دیگر سزا ضرور نہیں کہ دل کی اصلاح کرے اور مجرم گناہ سے تائب ہو جائے۔

فقہی اصطلاح میں قسم کی تین نوعیں ہیں:-

(۱) یمینِ لغو: یعنی کوئی شخص کسی واقعہ کے بارے میں غلط بیان دے

Marfat.com

جائے اور اسے گمان ہو کہ درست ہے[1]

یمینِ لغو ایسی مہمل قسم کو بھی کہتے ہیں جو بے احتیاطی سے بلا قصد و نیت زبان سے نکل جائے۔ بعض لوگ قسم کو تکیۂ کلام بنا لیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور نہ کوئی معاہدہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسی بے ضرر قسموں کے توڑنے کا کوئی کفارہ نہیں لیکن ان سے احتراز چاہیے۔ وہ خرابی کا باعث ہو سکتی ہیں۔

یمینِ لغو پر کوئی گرفت نہیں۔

(۲) یمینِ غموس۔ یہ قسم گزشتہ واقعہ سے متعلق ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی آدمی قسم کھا کر عمداً جھوٹ بولے کہ فلاں واقعہ ہوا ہے یا نہیں ہوا[2] آیت ۷۷ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

جان بوجھ کر جھوٹ حلفیہ بیان دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ البتہ توبہ اور استغفار سے بخشش ممکن ہے[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے جھوٹ حلف اٹھایا اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا۔[4]

ایک دفعہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کبیرہ گناہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا، شرک؟ پوچھا، اس کے بعد؟ جواب دیا، والدین کی حکم عدولی۔ اس نے پھر پوچھا کہ اس کے بعد؟ فرمایا، یمینِ غموس۔ اس نے سوال کیا، یمینِ غموس کیا ہیں؟ ارشاد ہوا کہ یمینِ غموس وہ قسم ہے جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق ہتھیایا جائے۔ ایسے آدمی کی سزا آگ ہے[5]

اس موضوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی ارشادات ہیں مثلاً:

---

[1] ہدایہ کتاب الایمان [2] ہدایہ کتاب الایمان [3] ہدایہ کتاب الایمان [4] ہدایہ کتاب الایمان
[5] ہدایہ کتاب الایمان

Marfat.com

اگر کوئی آدمی جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال مار لے تو وہ فاجر ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا[1]

جو آدمی جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچتا ہے قیامت کے دن وہ عذاب میں ہوگا[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ تین آدمیوں کے بارے میں بتایا جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نگاہ نہیں کرے گا۔ فرمایا' ان میں سے ایک وہ ہوگا جو عصر کے بعد اپنا سودا لے کر کھڑا ہوتا ہے اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس کی اتنی قیمت پیش ہوئی اور کوئی شخص اسے سچا مان لیتا ہے[3] جھوٹی قسم مال کو کھوٹا کرتی ہے اور برکت کو مٹاتی ہے[4]۔ جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنّت حرام کر دیتا ہے اور دوزخ لازم چاہے وہ اراک (درخت) کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو[5]

غموس کے لغوی معنی غوطہ کے ہیں۔ یہ قسم انسان کے ایمان اور عاقبت کو ڈبو دیتی ہے۔ غالباً اسی لئے اسے یمینِ غموس کہا گیا ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یمینِ صبر فاجرہ بھی کہا ہے یعنی وہ فاجر قسم جس پر انسان پختہ رہے[6]

(۳) یَمِینِ مُنعَقِد[7] : اس کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ وہ قسم ہے جس کے ساتھ کوئی نیّت یا قصد کیا جائے یا ارادہ باندھا جائے یا معاہدہ طے کیا جائے کہ فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا یا اسے یوں سمجھوں گا۔ یہ قسم مندرجہ ذیل صورتوں میں منعقد ہوتی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حلف اٹھایا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

---

[1] ریاض الصالحین بحوالہ مسلم [2] مسلم کتاب الایمان [3] مسلم کتاب الایمان ۱۷۱، [4] تجرید بخاری باب المشرب ۶۶۴ و مسلم کتاب الایمان [5] تجرید البخاری ص ۳۹۶ [6] مسلم کتاب الایمان ۱: ۸۵

ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ[1] (جسے قسم ضرور کھانی ہے وہ اللہ کا نام لے یا خاموش رہے)

(۲) اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی ہستی یا چیز کے ساتھ حلف اٹھایا جائے جس کا عقیدہ سے گہرا تعلق ہے مثلاً فلاں کام کروں تو قرآن یا نبی سے بری ہوں یا یہودی یا نصرانی ہوں (ہدایہ)

نفسِ عمل کے اعتبار سے یمینِ منعقدہ کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں:

ایک وہ جس کے ساتھ موافقِ شرع قصد یا فعل مقصود ہو چاہے یہ قصد یا فعل ذاتی ہو یا دیگر اشخاص یا اقوام سے متعلق ہو۔ اس کی بجا آوری پر اسلام نے بہت زور دیا ہے۔

سورۂ نحل کی آیات ۹۱ تا ۹۵ میں بھی ایمان کا تذکرہ کر کے قرآنِ حکیم نے اس کے ایفاء کی شدید تاکید کی ہے۔ وہاں خصوصی اشارہ باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کی طرف ہے جنہیں عَهْدُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا عہد) کہہ کر ان کی عظمت و احترام کا پایہ بہت بلند کر دیا ہے۔ وہاں حکم ہے کہ جب تم آپس میں عہد کرو تو اللہ تعالیٰ کا عہد (یعنی یہ عہد) پورا کرو۔ قسموں کو پختہ کر چکنے کے بعد مت توڑو حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے پر ضامن[2] بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا مضبوط کاتا ہوا سوت پارہ پارہ کر دیا[3]۔ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے (کا بہانہ) نہ بناؤ کہ ایک گروہ دوسرے سے چڑھا ہوا ہو[4]۔ اللہ تعالیٰ اس سے تمہاری پرکھ کرتا ہے اور قیامت کے دن تمہارے

---

[1] مسلم کتاب الایمان [2] اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھائی تو گویا اسے ضامن کیا۔
[3] پختہ عہد کو مضبوط کاتے ہوئے سوت سے تشبیہ دی اور اس کے توڑنے کو سوت کے خواہ مخواہ توڑنے سے جو پاگلوں کا کام ہے [4] طاقت ور فریق کمزور کے معاہدہ کی پروا نہیں کرتا یہاں اس سے منع کیا ہے [5] یعنی قوت کے فرقِ مراتب سے۔

Marfat.com

سامنے خوب کھول کر واضح کرے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن جسے چاہے راہ بھلاتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور تم سے اپنے کئے کی ضرور پوچھ ہو گی اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے کا حیلہ نہ بناؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جما ہوا قدم اکھڑ جائے گا[1] اور تم اس بات کی سزا پاؤ گے کہ تم نے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا اور تمہارے لئے عذاب عظیم ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کے عوض دنیاوی متاع مت لو۔ اگر تمہیں علم ہو تو (جان لو) جو اس کے پاس ہے وہی بہترین ہے۔"

(ترجمہ آیات ۹۰ تا ۹۵)

ان آیات میں حکم ہے کہ معاہدہ کی پابندی سے قوم کی ساکھ جمتی ہے، اس کے قول کا اعتبار ہوتا ہے، اس کی خوش اخلاقی دلوں کو راغب کرتی ہے اور نتیجۃً اس کے مذہب کی طرف اور لوگوں کا رجحان ہوتا ہے۔ بدعہدی اور وعدہ ناشناسی قوم کے مذہب سے کسی کو کیا لگاؤ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ اگر تم اپنے قول کا پاس نہ کرو گے تو اللہ کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو گے اور تمہیں اس کی پاداش بھگتنی ہو گی۔

حدیث قدسی ہے کہ قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا اور پھر خلاف ورزی کی ..... الخ[2]

یمین منعقدہ کی دوسری نوع وہ ہے جو شریعت کے حکم یا روح کے منافی ہو یا جس فعل کی نیت کی گئی ہے اس سے بہتر یا نافع تر فعل کی صورت نظر آجائے ایسے میں قسم کا توڑنا لابدی ہو جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی کفارہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ایک تو یہ معلوم ہو جائے کہ نفس عمل کو پیش نگاہ رکھنا ہے،

---

[1] مثلاً کسی غیر مسلم نے پختہ ارادہ کیا کہ اسلام لائے اور کسی مسلمان کی بدعہدی اور بداخلاقی دیکھ کر پھسل گیا۔ [2] تجرید بخاری ص ۴۱۸

Marfat.com

آدمی صند کے پیچھے نیکی یا زیادہ ثواب سے محروم نہ رہ جائے، دوسرے یہ کہ حلف کو بے اصل اور بے کار چیز نہ سمجھا جائے اور اس کی اہمیت ذہن نشین رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کام کے لئے حلف اٹھائے اور بعد میں دیکھے کہ اس کے بجائے کسی دوسرے کام کے انجام دینے میں بہتری ہے تو اس بہتر کام کو اختیار کرے، قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے [1]

سورۃ بقرہ کی آیات ۲۲۴ و ۲۲۵ جو اسی مضمون کے آغاز میں آئی ہیں بتاتی ہیں کہ اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کا ہتھکنڈا بنا کر حسنِ سلوک، پرہیزگاری اور اصلاحِ عامہ سے بے نیاز نہ ہو جاؤ۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کا استعمال موقوف کرنے کا عہد کر لیا۔ اس پر وحی نازل ہوئی کہ اللہ کی حلال چیز کو حرام نہ ٹھہرائیں۔ ایسی صورت میں قسم کا توڑنا فرض ہو جاتا ہے [2]

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ

نہ تھا لئے بشر کہ دے اسے اللہ

کسی بشر کے لئے نہ تھا کہ اللہ اسے

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ

کتاب اور فیصلہ اور نبوت پھر

کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر

---

[1] مسلم کتاب الایمان [2] ہدایہ تجرید البخاری ص ۹۷۱

Marfat.com

يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ

کہے لئے لوگ ہوجاؤ بندے لئے میرے سے

وہ لوگوں سے کہے (کہ) اللہ سے ہٹ کر میرے

دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

الگ اللہ اور لیکن ہوجاؤ رب والے

بندے ہوجاؤ۔ (نہیں) لیکن اللہ والے ہوجاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا

باعث جو تم پڑھاتے تھے کتاب اور باعث جو

اس لئے کہ تم کتاب پڑھاتے تھے اور اس لئے

كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَا

تم پڑھتے تھے اور نہ

کہ تم کتاب پڑھتے تھے اور نہ

يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

حکم دے تمہیں کہ اختیار کرو فرشتے

حکم دے کہ بناؤ ملائکہ کو

وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ

اور انبیاء رب کیا حکم دیتا ہے تمہیں

اور انبیاء کو رب کہا وہ تمہیں کفر کا

Marfat.com

ع ۱۶ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ساتھ	کفر	بعد	جب	تم	مسلمان

حکم دے گا اس کے بعد کہ تم اسلام لا چکے

کَانَ تھا۔ ہوا۔ اٰتَی اس نے دیا یُؤْتِیَ وہ دیتا ہے اَنْ کی وجہ سے منصوب ہو کر یُؤْتِیَ ہوا۔ اسی اَنْ کے عمل سے یَقُوْلَ بھی منصوب ہوا ہے۔ کُنْ ہو جا کُوْنُوْا ہو جاؤ۔ رَبّٰنِیّٖنَ منصوب ہوا ہے رَبَّانِیُّوْنَ سے بوجہ حال ہونے کے۔ یہ رَبَّانِی کی جمع ہے۔

رَبَّانِی کے معنی ہیں:

(۱) اللہ والا۔

(۲) دین پر عمل کرنے والا۔

(۳) علم دین رکھنے والا۔

(۴) دین کا عالم باعمل۔

(۵) علم دین کا معلّم

آیت ۷۹ میں اس کے پہلے معنی موزوں ترین ہیں۔

دَرَسَ اُس نے پڑھا۔ تَدْرُسُوْنَ تم پڑھتے ہو۔

تفسیر آیت ۷۹ ——— ۸۰

کسی نبی نے اپنی بندگی نہیں کرائی

کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی اور نہ کسی سے یہ کہا کہ مجھے یا فرشتوں کو
ن ائی میں شریک کر کے اُن کی پوجا کرو۔ جو لوگ اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں اُن
ی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ شروع میں ہر اُمت کے عقائد درست تھے اور وہ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار تھی۔

جن اُمتوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں آئیں انہوں نے ابتداء میں سچّے دل سے اُنہیں پڑھا پڑھایا لیکن پھر نہ صرف عقائد میں بلکہ کتابوں میں بھی تبدیلی کر دی۔ قرآنِ حکیم چونکہ آخری کتاب ہے اس لئے قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کسی نبی سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ جب اس کی دعوت قبول ہو جائے اور پیروؤں کی تعداد خوب بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہو بیٹھے اور اپنی بندگی کرائے۔ اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کے یہی معنی ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ

اور جب لیا اللہ پختہ عہد انبیاء البتہ جو

اور جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا

اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ

دیا میں نے تمہیں سے کتاب اور حکمت

کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم (سے) دوں

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

پھر آیا تمہارے پاس رسول تصدیق کرنے والا

پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے تصدیق کرنے والا

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ

لئے جو ساتھ تمہارے تم ضرور ایمان لاؤ گے ساتھ اس کے اور

اس کی جو تمہارے پاس ہے (کہ) تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور

Marfat.com

لَتُنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

تم ضرور مدد کرو گے اس کی کہا کیا اقرار کیا تم نے

تم اس کی ضرور مدد کرو گے کہا، کیا تم نے اقرار کیا

وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ

اور لیا تم نے اوپر وہ اے مخاطبین بھاری عہد میرا

اور تم نے اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا[۱۸]

قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

وہ بولے اقرار کیا ہم نے کہا تو گواہ رہو

وہ بولے، ہم نے اقرار کیا۔ کہا، تو گواہ رہو

وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور میں ساتھ تمہارے سے گواہ

اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

تو جو مڑ گیا بعد وہ تو وہ

تو جو اس کے بعد مڑ گیا تو وہی

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ

وہ بد اعمال کیا تو غیر دین

بد اعمال ہیں تو کیا وہ اللہ کے دین سے غیر

Marfat.com

اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ

اللہ	وہ طلب کرتے ہیں	اور لئے اس کے	مطیع ہوا
(کوئی اور دین)	طلب کرتے ہیں	اور اس کا مطیع ہوا	جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا

میں	بلندیاں	اور	زمین	رضا اور جبر
آسمانوں اور زمین میں ہے				رضا سے اور جبراً

وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور طرف	اس کی	وہ واپس بھیجے جائیں گے	

اور وہ اس کی طرف واپس بھیجے جائیں گے۔

يُؤْمِنُ وہ ایمان لاتا ہے۔ تُؤْمِنُنَّ مضارع معروف یا لام تاکید و نون ثقیلہ ہے۔ اس کے معنی ہیں تم ضرور ایمان لاؤ گے۔

اَقَرَّ اس نے اقرار کیا اَقْرَرْتُمْ تم نے اقرار کیا۔

فِسْق حد سے نکلنا۔ بہت بُرا کام کرنا فاسِق بداعمال شخص بَغٰى اُس نے چاہا يَبْغُوْنَ (وہ چاہتے ہیں)

سماوات جمع ہے سَمَاء کی۔ سَمَاء بلندی کو کہتے ہیں اور آسمان کو بھی۔

اِصْرِیْ میرا بھاری عہد۔ مراد یہ کہ میری طرف سے تم پر بھاری ذمہ داری کا یہ عہد عائد ہوتا ہے۔

طَوْع دل کی خوشی سے کوئی کام کرنا۔ اسی سے اطاعت کا لفظ ہے یعنی وہ عبادت جو دل کی خوشی سے کی جائے۔ كَرْهًا ناگوار ہوا، اچھا نہ جانا، ناپسند کیا۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

کہہ ایمان لائے ہم ساتھ اللہ اور جو نازل کیا گیا اوپر ہمارے

آپؐ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور (اس پر) جو ہم پر اتارا گیا

وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور جو نازل کیا گیا اوپر ابراہیم اور اسماعیل

اور جو اتارا گیا ابراہیم اور اسماعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اسحاق اور یعقوب اور قبیلے

اور اسحاق اور یعقوب اور (ان کی اولاد کے) قبیلوں پر

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ

دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ اور

جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

انبیاء سے رب ان کا نہیں فرق کرتے ہم

انبیاء کو اُن کے رب کی طرف سے۔ ہم ان سے

Marfat.com

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ نُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ

درمیان کوئی ان سے اور ہم لئے اس کے

کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے

مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ

اطاعت گزار اور جو طلب کرے

اطاعت گزار ہیں اور جو اسلام کے سوا

غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ

غیر اسلام (کوئی) دین تو نہیں قبول کیا جائے گا

کوئی اور دین طلب کرے تو اس سے قبول نہیں

مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

سے وہ (اس) اور وہ میں آخرت سے خسارہ مند

کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ مندوں سے ہوگا۔

اَسْباط جمع ہے سِبْط یعنی قبیلہ کی۔ یہ عبرانی لفظ سے۔ اولادِ اسمٰعیل کے ہاں جن معنی میں قبیلہ کا لفظ مستعمل ہے انہی معنی میں اولادِ اسحاقؑ میں سِبْط کا لفظ رائج تھا۔ یہاں اَسْباط سے مراد حضرتِ یعقوبؑ کی اولاد ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرتِ اسحاقؑ کے فرزند تھے۔

اَحَد یہ لفظ دو معنی رکھتا ہے یعنی:

(۱) اسم عدد "ایک"

(۲) ایک ایسا اسم جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب کے معنی دیتا ہے۔

آیت ۸۴ میں دوسرے معنی مراد ہیں۔
یُقْبَلُ قبول کیا جائے گا لَنْ یُّقْبَلَ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیت ۸۱ —— ۸۵

سب انبیاء نبیِّ آخرالزّمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر ایمان لائے تھے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں لیکن آپؐ کا نور اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے پیدا کر دیا تھا۔ عالم مثال میں جب سب انبیاء علیہم السلام کی ارواح جمع ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دوں گا۔ تمہارے بعد نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائیں گے۔ آپؐ تم سب کی تصدیق کریں گے۔ تم اقرار کرو کہ تم آپؐ پر ایمان لاؤ گے اور آپؐ کی مدد کرو گے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا میثاق یعنی پختہ عہد کیا۔

جس قدر انبیاء دنیا میں تشریف لائے وہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیش گوئی کر کے آئندہ لوگوں کو تلقین کر گئے کہ آپؐ جب تشریف لائیں تو ضرور مدد کرنا۔ آیت میں لَتَنْصُرُنَّهٗ کے لفظ سے یہی مراد ہے۔ یعنی وہ اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکا مدد کا سامان کر گئے۔

اللہ کا دین عین دینِ فطرت ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے تابع ہے لیکن انسان کی خود پرستی دیکھئے کہ بعض دفعہ بغاوت پہ اتر آتا ہے۔

اسلام کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا دین ہے۔ مسلمان ان سب کو برحق مانتے ہیں جہاں تک نفسِ نبوّت اور صداقت کا تعلق ہے وہ سب برابر ہیں۔

Marfat.com

البتہ مدارجِ کمال میں فرق ہے نبیِ آخر الزّمان صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں۔

جو شخص انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور صداقت میں فرق کرتا ہے اس کا عمل چاہے کتنا ہی بھلا نظر آئے مقبول نہیں ہوگا۔ قیامت کے روز وہ گھاٹے میں ہوگا کیونکہ اُسے کسی نبی کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا

کیسے	ہدایت دے گا	لوگ	انہوں نے کفر کیا
اللہ کیسے ہدایت دے گا	(ان)	لوگوں کو جنہوں	

بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ

بعد	ایمان لانا	ان کا	اور اقرار کیا انہوں نے	کہ یقیناً رسول
نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا		اور وہ (پہلے) اقرار کر چکے		کہ یقیناً یہ رسول

حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ

برحق	اور	آیا اُن کے پاس	کھلی نشانیاں	اور اللہ
برحق ہے		اور ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں		اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ

نہیں	ہدایت دیتا	لوگ	ظالم
ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا			یہ

Marfat.com

جَزَآؤُهُمْ	اَنَّ	عَلَيْهِمْ
جزاء	ان کی	کہ یقیناً
لوگ ہیں کہ سزا ان کی ہے		کہ یقیناً ان پر

لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

لعنت	اللہ	اور	فرشتے	اور	لوگ	سب
لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی				اور سب لوگوں کی		

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

مقیم	میں	وہ	(اسمیں)	نہ	گھٹایا جائے گا	سے	وہ (ان سے)
وہ اس میں مقیم رہیں گے				ان سے عذاب نہیں گھٹایا			

الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾

عذاب	اور	نہ	وہ	اُن کو مہلت دی جائے گی
جائے گا	اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔			

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

مگر	جو	تائب ہوئے	سے	بعد	وہ
مگر وہ جو اس کے بعد تائب ہوئے					

وَ اَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

اور اصلاح کی انہوں نے	تو	یقیناً	اللہ	مغفرت کرنے والا	رحم کرنے والا
اور انہوں نے اصلاح کر لی	تو یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے۔				

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ

یقیناً	جو	کافر ہوئے	بعد	ایمان لانا ان کا

یقیناً جو لوگ ایمان لانے کے بعد (پھر) کافر ہوئے

ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ

پھر	وہ بڑھے	کفر	نہیں قبول کی جائے گی

پھر وہ کفر میں بڑھ گئے ان سے توبہ ہرگز قبول

تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾

توبہ	ان کی	اور	وہ	وہ گمراہ

نہیں کی جائے گی اور وہی گمراہ ہیں

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ

یقیناً	جو	کافر ہوئے	اور مرگئے	جب کہ وہ

یقیناً جو کافر ہوئے اور مرگئے جب کہ وہ

كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم

کافر	تو نہیں قبول ہوگا		سے	کوئی وہ

کافر (ہی) تھے تو ان (میں) سے کسی سے

مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ

بھراؤ	زمین (کا)	سونا	اور چاہے اپنا بدلہ دیا

زمین بھر (بھی) سونا نہیں قبول ہوگا اور چاہے اس سے وہ اپنا فدیہ

Marfat.com

بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ساتھ اس کے	وہ	لئے	ان کے	عذاب	الم ناک

ہے۔ اِن کے لئے درد ناک عذاب ہے

وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع ۱۱ ۹ ۱۷

اور نہیں	لئے	ان کے	سے کوئی	مدد گار

اور ان کے لئے کوئی مدد گار نہیں۔

بَيِّنٰت جمع ہے بَيِّنَة (واضح نشانی) کی۔
نُظِرَ مہلت دی تَنْظِرَة مہلت دینا يُنْظَرُوْنَ انہیں مہلت دی جائے گی
اِزْدَادَ کے معنی ہیں زَادَ (زیادہ ہوا) اِزْدِيَاد لازم و متعدی دونوں معنی رکھتا ہے فَدٰى فدیہ دیا اِفْتَدٰى اپنے لئے فدیہ دیا۔

تفسیر آیت ۸۶ —— ۹۱

دشمنانِ حق عذاب میں گرفتار ہوں گے

ہدایت اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو پہلے دل سے ہدایت کا کلی طور پر طالب ہو جو شخص حق کے ایک پہلو سے بھی منکر ہو اُسے کسی پہلو سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق نہیں پہچانتے وہ ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ گمراہ رہیں گے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو رحمت سے دور رکھے گا۔ اور سب مخلوق ان پر لعنت بھیجے گی۔ ان کے عذاب میں کمی نہ آئے گی۔
جنہوں نے ایک بار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور واضح معجزات بھی دیکھ چکے اگر وہ انکار کریں اور اس پر پختہ رہیں تو ان کا

کیا ٹھکانا ہوگا۔ یہود مدینہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیش گوئیاں کیا کرتے تھے لیکن بعد میں محض اس لئے مخالف ہو گئے کہ آپؐ نے قسمت انہی سے کیوں نہ وابستہ کی اور آپؐ حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کیوں کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ کے الفاظ صادق آتے ہیں۔

یہود بڑے متمول تھے۔ انہیں دولت کا بہت گھمنڈ تھا۔ اس کے نشہ میں اندھے تھے۔ ان کے بارے میں تنبیہ ہے کہ اگر ان کے پاس اتنی دولت ہو کہ پوری زمین کا پیٹ اس سے بھر جائے اور وہ عذاب سے بچاؤ کے لئے یہ دولت اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا چاہیں تو بھی وہ قبول نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ جو شخص مرنے سے پہلے سچے دل سے تائب ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا

تم ہرگز نہیں پاؤ گے نیکی حتیٰ کہ تم خرچ کرو سے جو

تم ہرگز (پوری) نیکی کو نہیں پہنچو گے حتیٰ کہ تم خرچ کرو اس سے جسے

تُحِبُّوْنَ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ

تم چاہتے ہو اور جو تم خرچ کرو سے شے

تم چاہتے ہو اور تم کسی چیز سے جو خرچ کرو

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

تو یقیناً اللہ ساتھ اس کے جاننے والا

تو یقیناً اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

Marfat.com

نَیْل پانا نَالَ اس نے پایا تَنَالُوْنَ تم پاؤ گے لَنْ تَنَالُوا تم ہرگز نہ پاؤ گے
اَنْفَقَ اُس نے خرچ کیا تُنْفِقُوْنَ تم خرچ کرو گے۔ حتّٰی نے اسے نصب
تُنْفِقُوا کر دیا ہے۔

تفسیر آیت ۹۲

مالی ایثار کا کمال

جو مال اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے خرچ کیا جائے قرآنِ حکیم اسے صَدَقَہ کا نام دیتا ہے کیونکہ وہ صدقِ دل سے خرچ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مالی ایثار کیا جائے وہ دل کی پوری رغبت اور کمال خ سے ہونا چاہیے۔ اگر دکھاوے یا ریاء کے لئے ہو تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔

مالی ایثار کا جذبہ دو عنصر رکھتا ہے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ سے محبت اور دو دنیا سے بے رغبتی۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس کی مدد کی جا اسے احسان نہ جتایا جائے۔ دنیا سے بے رغبتی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے مال سے چُن چُن کر ردی اور گھٹیا چیزیں صدقہ میں نہ دے اور مرغوب اشیاء کو سینے سے لگائے نہ رکھے۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا، اس وقت کا صدقہ جب تُو تندرست ہو، تجھے خود مال کی ضرورت ہو اور (اپنا) فقر نظر آ رہا ہو۔

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ بہت مالدار تھے۔ مسجد کے سامنے اُن کا ایک شیر کنواں تھا اور اس سے کچھ زمین ملحق تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اٹھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یہ جائیداد مجھے سب

زیادہ عزیز ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہوں۔ حضورؐ نے یہ جائیداد ان کے رشتہ داروں پر بانٹ دی۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (آیت ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! خرچ کرو طیب چیزوں سے جو تم نے کمائیں اور اس سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور ردی چیز دینے کا قصد نہ کرو اور تم خود اس کے لینے والے نہیں سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی کر جاؤ اور جان لو کہ یقیناً اللہ بے نیاز اور حمد والا ہے۔

مالی ایثار کے کمال کو قرآن حکیم نے ایک اور جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط

ترجمہ: اور وہ اپنے پر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے خود فاقہ سے ہوں۔ (الحشر ۹)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

ہر کھانا تھا حلال ... لئے ... بنو اسرائیل

ہر کھانا بنو اسرائیل پر حلال تھا

Marfat.com

إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ

مگر جو حرام ٹھہرایا یعقوب اوپر جان اس کی

مگر وہ جو یعقوب نے اپنی جان پر حرام ٹھہرایا

مِنْ قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَىٰةُ ۗ قُلْ

پہلے کہ اتاری جائے تورات کہہ

اس سے قبل کہ تورات اتاری جائے (اے نبی!) آپ کہیے

فَأْتُوا بِالتَّوْرَىٰةِ فَاتْلُوهَآ

تو آؤ ساتھ تورات پس پڑھو اسے

پس تورات لاؤ اور اسے پڑھو

إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ

اگر تم ہوئے سچے تو جس نے

اگر تم سچے ہو تو جس نے

افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ

گھڑا پر اللہ جھوٹ بعد وہ

اس کے بعد اللہ پر جھوٹ گھڑا

فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ ﴿٩٤﴾

تو وہ وہ ظلم کرنے والے

تفسیر

تو وہی ظالم ہیں

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ف	فَاتَّبِعُوْا	مِلَّةَ
کہہ سچ کہا	تو پیروی کرو	ملت
(اے نبی!) کہیے (کہ) اللہ نے سچ کہا	پس پیروی کرو ابراہیم کی ملّت	
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾		
ابراہیم راست رَو اور نہ تھا وہ مشرکین		
کی (جو) راست رو تھا۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔		

حِلّ مصدر بمعنی مفعول ہے فَاتْلُوْا دراصل ہے ف (پس) اور اُتْلُوْا (پڑھو) تَلَا اس نے پڑھا یَتْلُوْ وہ پڑھتا ہے۔ اُتْلُ تو پڑھ۔ فَرْیٌ اور اِفْتِرَاء کے معنی ہیں بات بنانا، جھوٹ گھڑنا۔ حَنِیْفًا حال ہے ابراہیم سے لہٰذا منصوب ہوا۔

تفسیر آیت ۹۳ —— ۹۵

شریعتِ اسلام برحق ہے

یہود اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے تورات نازل ہونے سے قبل اپنے پر ایک نذر کے سلسلہ میں حرام قرار دیا تھا۔ اس سے پہلے ملتِ ابراہیم میں حلال تھا لیکن یہود نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد اسے بدستور حرام سمجھا۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اعتراض کیا کہ آپؐ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں تو اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اس کی تحریم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں کی بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ اس لئے ہم راہِ حق پر ہیں۔

Marfat.com

اگر تمہیں اپنے دعوے کا اتنا ہی گھمنڈ ہے تو اس کا ثبوت تورات سے پیش کرو ورنہ دین میں جھوٹ مت بولو۔ یہ افتراء علی اللہ ہوگا جو مشرکین کا وتیرہ ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ

یقیناً پہلا گھر بنایا گیا لئے لوگ

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا

لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿۹۶﴾

جو میں مکّہ ، مبارک اور ہدایت لئے سب جہاں

(وہ ہے) جو مکہ میں ہے مبارک اور سب جہانوں کے لئے ہدایت

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۚ

اس میں علامات کھلی کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم

اس میں کھلی علامات ہیں (ان میں سے) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے

وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ

اور جو داخل ہوا اس میں ہو گیا امن پانے والا اور لئے اللہ

اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا اور اللہ کے لئے

عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

اوپر لوگ حج کرنا گھر جو توفیق پائی اس نے

لوگوں پر (اس) گھر کا حج کرنا ہے جس نے اس کی طرف

إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ

طرف اس کی رستہ اور جو کافر ہوا تو یقیناً

رستہ کی استطاعت پائی۔ اور جس نے کفر کیا تو یقیناً

اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

اللہ بے نیاز ہے سب جہان

اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔

مبارکًا اور هُدًى دونوں ضمیر وُضِعَ سے حال ہیں لہٰذا منصوب۔
مبارک بَرَکَۃ سے باب مفاعلہ میں مفعول ہے یعنی جس کو برکت دی گئی۔
حِجّ، حَجّ کے لغوی معنی ہیں: جانا، زیارت کرنا۔ شرع میں اس سے مراد ہے: مقرر ایام میں اور خاص رسوم کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ

کہہ اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو ساتھ نشانیوں اللہ

(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اللہ کی نشانیوں سے کیوں انکار کرتے ہو؟

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

اور اللہ خوب نگراں اوپر جو تم کام کرتے ہو

اور تم جو کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

کہہ	اے	اہل کتاب	کیوں تم روکتے ہو

کہیے (کہ) اے اہل کتاب! تم کیوں روکتے ہو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

سے	رستہ	جو	ایمان لایا	تم طلب کرتے ہو	اسے	کجی

اللہ کی راہ سے اُسے جو ایمان لایا تم اس کے لئے کجی طلب کرتے ہو

وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

حالانکہ	تم	گواہ	اور نہیں	اللہ - بے خبر

حالانکہ تم گواہ ہو اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

عَنْ (سے) مَا (جو)	تم کرتے ہو		اے

اس سے جو تم کرتے ہو اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا

جو	ایمان لائے	اگر	تم اطاعت کرو	گروہ

ایمان لانے والو! اگر تم اطاعت کرو ایک فریق کی

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ

سے	جو	دیے گئے	کتاب	پلٹا دیں گے تمہیں

ان میں سے جو دیے گئے کتاب تو وہ تمہیں (تمہارے ایمان لانے

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ

بعد	ایمان لانا تمہارا	کفر کرنے والے اور کیسے

کے بعد دوبارہ کافر کردیں گے۔ اور کیونکر

تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ

تم کفر کرتے ہو حالانکہ تم پڑھی جاتی ہیں اوپر تمہارے آیات

تم کفر کرتے ہو حالانکہ تمہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں

وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ

اور تم میں رسول اسکا اور جو وابستہ ہو ساتھ اللہ

اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو اللہ سے وابستہ ہو

فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۰ ۱۱

تو ہے ہدایت دیا گیا طرف رستہ سیدھا

تو وہ سیدھے رستہ کی طرف ہدایت دیا گیا

اِسْتَطَاعَ اس نے طاقت یا قدرت رکھی شَهِدَ اس نے آنکھوں دیکھا۔

شَهِيْد اس سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خوب نگران۔

صَدَّ اس نے روکا۔ يَصُدُّوْنَ تم روکتے ہو بَغٰى اس نے طلب کیا، چاہا تَبْغُوْنَ تم چاہتے ہو۔ اَطَاعَ اس نے اطاعت کی تُطِيْعُوْنَ تم اطاعت کرتے ہو رَدَّ واپس کیا۔ يَرُدُّوْنَ وہ واپس بھیجتے ہیں ان شرطیہ کے عمل نے تُطِيْعُوْنَ اور يَرُدُّوْنَ کو جزم دے کر تُطِيْعُوْا اور يَرُدُّوْا کر دیا ہے تلَا اس نے پڑھا تُتْلٰى پڑھی جاتی ہے۔ عَصَمَ بچایا۔ محفوظ کیا۔ مشک کا منہ رسی سے باندھا۔

عَصَمَ اِلَیْہِ، اَعْتَصَمَ بِہٖ، اِعْتَصَمَ بِہٖ کے معنی ہیں اُس سے وابستہ ہوا۔

تفسیر آیت ۹۶ —— ۱۰۱

کعبہ اوّلین عبادت گاہ ہے

یہود کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلی عبادت گاہ ہے اور مسلمانوں نے اس کے بجائے کعبہ کو قبلہ قرار دے کر دین کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہود کا یہ دعویٰ غلط تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سب سے پہلا مرکز کعبہ ہے جس کو اول بار حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ بیت المقدس کی بنا اس سے چالیس برس بعد رکھی گئی۔

حضرت ابراہیم نے کعبہ کی تجدید کی اور اسے امن گاہ اور مرکز حج قرار دیا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ مقام ابراہیم اب بھی کعبہ میں موجود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیوار چنی تھی۔ کعبہ سے متعلق اور بھی کئی مشاعر ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہیں۔ حج کی رسوم سے اب بھی حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادیں وابستہ ہیں۔

یہود کو اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی تو کعبہ کی زیارت کو کیوں نہیں جاتے تھے۔ اور مقام ابراہیمؑ کی دید سے آنکھیں روشن کیوں نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کی بنا رکھی تھی۔ یہود حج میں شامل کیوں نہیں ہوتے تھے؟

یہود سے سوال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے کیوں انکار کرتے ہو اور کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی عبادت گاہ کیوں نہیں تسلیم کرتے (آیت ۹۸)

تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیِ آخر الزماں ہیں اور آپؐ کی امت راہِ حق کی پیرو ہے۔ پھر تم ان کی راہ میں

Marfat.com

کیوں حائل ہوتے ہو؟ انہیں سیدھے رستہ سے ہٹا کر اپنے ٹیڑھے مسلک کی طرف کیوں موڑنا چاہتے ہو (آیت ۹۹)

اہلِ اسلام سے خطاب ہے کہ یہود کی چالیں گہری ہیں۔ ان کے کہنے میں نہ آنا۔ ورنہ تمہیں گمراہ کر دیں گے (آیت ۱۰۰) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں موجود ہیں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنا رہے ہیں۔ تمہیں یہود کے نام نہاد علم اور کتاب خوانی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ان کی طرف میلان نہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسا کرو۔ اسی سے وابستہ ہو کر رہو۔ زندگی اس کی راہ میں وقف کر دو۔ نیکی کی راہ از خود سجھائی دے گی (آیت ۱۰۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اے | جو | ایمان لائے | ڈرو | اللہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو

حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ

حق | ڈرنا | اور | ہرگز نہ مرو تم | مگر ہوتے جب کہ

(جیسا کہ) اس سے ڈرنے کا حق (ہے) اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوا ایسے میں کہ

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱۰۲)

تم | مسلمان

تم مسلمان ہو۔

مَاتَ دوسرا یَمُوْتُ وہ مرتا ہے لَا تَمُوْتُنَّ تم ہرگز نہ مرو (نہی کا صیغہ نونِ ثقیلہ سے ہے)

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۰۲

اللہ تعالیٰ سے اگر تقویٰ رکھا جائے جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے تو انسان گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور آخر دم تک اسلام پر پختہ رہتا ہے۔

تقویٰ

تقویٰ کا مادہ وَقْیًا ہے جس کے معنی ہیں بچانا یا محفوظ کرنا۔ تقویٰ کے لغوی معنی ہیں: اپنے کو تکلیف، نقصان یا مصیبت سے بچانا۔ قرآنی اصطلاح میں تقویٰ کا مفہوم ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی حدود کے اندر رہنا، برائی اور ممنوعہ چیزوں سے بچ کر رہنا اور بربادی سے پہلو بچانا۔

تقویٰ کے تین مراتب ہیں:

(۱) جہنم سے ڈر کر اپنا دامن شرک سے بے داغ رکھنا۔ یہ توحید خالص ہے جسے قرآن حکیم نے کَلِمَةُ التَّقْوٰی کہا ہے۔

(۲) ہر اس فعل یا ترکِ فعل سے اجتناب کرنا جس میں گناہ ہو حتیٰ کہ صغیرہ گناہوں سے بھی بچنا۔ شرع میں اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجۂ ذیل قول میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (۷ : ۹۷)

(اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے)

(۳) ہر اس چیز سے جو حق سے غافل کرنا چاہے قطعاً لاتعلق رہنا اور حق کے ساتھ ظاہر و باطن میں وابستگی رکھنا۔ یہ تقویٰ کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ آیتِ بالا میں اسی تقویٰ کا حکم ہے۔ مراد یہ کہ اسلام کے دشمنوں سے رشتہ نہ گانٹھو اور ان کی چالوں سے بچ کر رہو۔ جو چیز تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کرنا چاہے اس سے

Marfat.com

الگ نہ ہو جاؤ۔ دنیا کی کشمش سے آزاد رہو۔ اسی صورت میں تمہارا ایمان و اسلام محفوظ رہ سکے گا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور وابستہ ہو جاؤ ساتھ رسّہ سب اور مت الگ الگ رہو

اور سب وابستہ ہو جاؤ اللہ کی رسّی سے اور الگ الگ نہ رہو

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

اور یاد کرو نعمت اللہ اوپر تمہارے جب

اور یاد کرو اللہ کی نعمت تم پر (کہ) جب

كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

تم تھے دشمن تو الفت ڈالی درمیان دل تمہارے

تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈالی

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ

تو ہو گئے تم ساتھ نعمت اسکی بھائی اور تم تھے

اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ

پر کنارہ گڑھا سے آگ تو بچایا تمہیں

آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے

Marfat.com

مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

اس سے اس طرح واضح کرتا ہے اللہ لئے تمہارے

بچالیا۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات کو خوب واضح

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

آیات اسکی تاکہ تم تم ہدایت پاؤ گے

کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اِعْتَصَمَ وہ وابستہ ہوا اِعْتَصِمْ تو وابستہ ہو اِعْتَصِمُوْا تم وابستہ ہو جاؤ۔ تَفَرَّقَ الگ الگ ہوا لَا تَفَرَّقُوْا الگ الگ مت ہو۔ باب تَفَعُّل سے ہے۔ اَعْدَاء جمع ہے عَدُوّ کی۔ اَلَّفَ اکٹھا کیا، یک جا کیا۔ شیرازہ بندی کی۔ الفت ڈالی۔ اَصْبَحَ وہ ہو گیا اَصْبَحْتُمْ تم ہو گئے۔ هَدٰى اس نے ہدایت دی۔ اِهْتَدٰى اس نے ہدایت پائی۔

تفسیر آیت ۱۰۳

عربوں میں اسلام سے قبل بہت نا اتفاقی تھی۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا دشمن ہو رہا تھا۔ اندر ہی اندر بغض و عداوت کی آگ شعلہ زن تھی جو قبائل کو اپنی گود میں لے کر بھسم کر دینا چاہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اسلام کی توفیق دی۔ وہ بھائی بھائی ہو گئے اور عداوت کے شعلے بجھ گئے۔

مسلمانوں سے خطاب ہے کہ ایک ہو کر رہو اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو یعنی اُس کے دین پر خوب پختہ ہو جاؤ۔ تمہیں

Marfat.com

دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہ کر سکے گی۔
آیت بالا میں اُخوّت کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت قرار دیا گیا ہے۔
اخوت ملّی اتحاد کا سنگِ بنیاد ہے۔

ملّی اتحاد

اُخوّت

قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹-۱۰)
(مسلمان تو بھائی بھائی ہیں۔)

فرمانِ مصطفویؐ ہے:
کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس سے خیانت نہیں کرتا۔ اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ وقت پڑے پر اس سے کنارہ کرتا ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی آبرو، مال اور خون حرام ہے[1]

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
اے لوگو! میری بات سنو اور سمجھو۔ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ سب اہلِ اسلام کی ایک برادری ہے۔ کسی شخص پر اس کے بھائی کا مال حلال نہیں جب تک وہ اپنی خوشی سے نہ دے۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو[2]

---

[1] ترمذی
[2] طبری ابنِ ہشام۔ ترمذی ابواب تفسیر القرآن

Marfat.com

حدیث ہے کہ مسلمان آپس میں ایک عمارت کی مثال ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے[1] مسلمان باہمی مروّت، مرحمت اور شفقت میں ایک جسد کے مانند ہیں۔ ایک عضو بیمار ہو تو کل جسم بے خواب اور بخار آلودہ ہو جاتا ہے۔

اسلامی اخوت کا رشتہ ناقابلِ شکست ہے۔ یہ رشتہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر کوئی مسلمان اسے توڑنا چاہے تو اسلام ہی سے کٹ جاتا ہے۔ مسلمان کو قطعاً روا نہیں کہ اپنی جماعت کو چھوڑ کر اغیار کے ساتھ قلبی روابط رکھے۔ قرآنِ حکیم میں صاف بتایا گیا ہے کہ مسلمان کی مُوالات (یعنی قلبی محبت اور رفاقت) فقط اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جماعتِ مومنین ہی سے ہو سکتی ہے۔ دیگر اقوام سے اسے دنیاوی رسم و راہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ان سے شرافت اور صداقت کے ساتھ پیش آنے کا حکم ہے مگر ان سے مسلمان کا سا ربط قائم نہیں ہو سکتا جو ٹوٹ ہی نہ سکے۔ صاحبِ ایمان شخص کے دل کی دنیا فقط اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کے لئے وقف رہتی ہے۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مہر و محبت سے رہتا ہے۔ قرآنِ حکیم کا مسلمانوں کے بارہ میں ارشاد ہے: رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ یعنی وہ ایک دوسرے کے لئے پیکرِ رحم ہوتے ہیں۔

خلوص

اخوت کا اصل الاصول خلوص یا نیک نیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا، دین خلوص کا نام ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ خلوص کس کے لئے ہو؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لئے، مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور ان کے عوام کے لئے۔[2]

---

[1] اربعین نووی [2] ترمذی ابواب الادب

Marfat.com

جذبۂ اُخوّت کی تقویت

ہر مسلمان کو لازم ہے کہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ رہے، ان سے عمدہ سلوک رکھے اور راہ و رسم بڑھاتا رہے۔ جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں کچھ واضح ہدایات دی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں مسلمان کو مسلمان کے بارے میں مندرجۂ ذیل ارشادات ہیں:

(۱) ملاقات کے وقت سلام کرے۔
(۲) وہ دعوت پر بُلائے تو اس کی دعوت قبول کرے۔
(۳) بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جب کوئی آدمی کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اپنے کسی بھائی کے پاس اللہ کی خوشنودی کے لئے جاتا ہے تو ایک آواز دینے والا اُسے آواز دیتا ہے کہ تو بھی خوب ہے اور تیرا چلنا پھرنا بھی خوب ہے تُو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔[1]

احادیث میں میل ملاپ رکھنے اور تحائف کے لین دین کی بہت تاکید ہے۔

نااتفاقی کی ممانعت

مسلمان کو مسلمان کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنے کی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ مسلمان بھائی سے تین روز سے بڑھ کر تعلقات منقطع رکھے۔[2]

جس قوم میں نااتفاقی پیدا ہو جائے وہ ضعف کا شکار ہو جاتی ہے۔
قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (سورۃ انفال ۔ ۴۶)

Marfat.com

(اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)

غیر مسلموں سے بارہا تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض دفعہ جنگ کی نوبت بھی آجاتی ہے لیکن مسلمانوں کو آپس میں جدال یا قتال کا خیال تک نہیں آنا چاہیے مسلمان کو گالی دینا فسق اور جنگ کرنا کفر ہے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان مامون رہیں[2]۔ آپؐ کی ایک مفصل حدیث میں ہے کہ:

آپس میں حسد نہ کرو، محض دوسرے کے لئے قیمت بڑھانے کو بولی نہ دو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اُسے حقیر جانتا ہے۔ آپؐ نے تین بار سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، تقویٰ یہاں ہے۔ ایک مرد کو اتنا ہی شر بہت ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو حرام ہے[3]

ارشادِ نبوی ہے کہ مسلمان کو حلال نہیں کہ وہ آنکھ سے بھی ایسا اشارہ کرے جس سے کسی مسلمان کو رنج پہنچے[4]

ملّی اتحاد کے تقاضے

ملّی اتحاد اپنے اندر مندرجۂ ذیل تقاضے رکھتا ہے:

---

[1] ترمذی [2] بخاری کتاب الایمان [3] اربعین نووی [4] اردو ترجمہ کیمیائے سعادت

Marfat.com

(۱) مسلمان کی مکمل خیر خواہی اور اعانت۔
(۲) اپنی ذات پر ترجیح
(۳) اس کے حق میں اچھا بولنا۔
(۴) ہر حال میں جماعت سے وابستگی۔

ذیل میں ہم ان عنوانوں پر الگ الگ بحث کریں گے

۱۔ مسلمان کی مکمل خیر خواہی اور اعانت

رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے بھی وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے[1]

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر مختصراً یہ حق ہے کہ اس کا دل اور اس کی زبان اس کی خیر خواہ ہوں اور ضرورت پڑنے پر ہر جانی اور مالی ایثار کے لئے تیار ہو۔ قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت کے لئے ہر وقت آمادہ رہنا چاہیے۔ اسلام بے شک اپنے پیروؤں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ سب نوعِ انسانی کی بھلائی کے لئے مستعد رہیں لیکن جو مقام اور خصوصیت اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کی ہے اسے کوئی اور کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے،

---

[1] اربعین نووی

اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اس کا (مشکل) میں ساتھ چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کا حاجت روا ہو اللہ تعالیٰ اس کا کارساز رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی سے ایک دکھ ہٹائے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن اس سے ایک کرب دور کرے گا۔ جو شخص دنیا میں مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بروز قیامت پردہ ڈالے گا[1]

ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کی ایک مختصر مگر بنیادی فہرست مرتب فرمائی تھی۔ اس میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ ان کے تعلقات سے متعلق مندرجہ ذیل فرائض عائد کئے گئے تھے۔

(۱) مسلمانوں کے قلبی رفیق صرف مسلمان ہوں گے۔

(۲) ایمان والوں کے دوست اور دشمن مشترک ہوں گے۔

کوئی مسلمان اسلام کے دشمن سے تنہا مصالحت نہیں کر سکتا۔

(۳) اہل ایمان قرض تلے دبے ہوئے بھائیوں کی مدد کریں گے۔

(۴) اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص ظلم، سرکشی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا تو سب پرہیزگار مسلمان اس کے خلاف ایک ہو کر اٹھیں گے۔

آخری شرط کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔

مسلمان بھائی سے خیر خواہی صرف اس کے دنیوی معاملات اور زندگی کے دکھ سکھ تک محدود نہیں ہو سکتی بلکہ آخرت کی تیاری میں بھی اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اسلام نیک بننے اور بنانے کا حکم دیتا ہے۔ برائی کی روک تھام اور نیکی کی اشاعت ہو تو اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جماعت کی خرابیاں اور کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کی قوت بڑھتی ہے۔ قرآن حکیم نے ہر مسلمان کے لئے حسب استطاعت

---

[1] صحیح مسلم

Marfat.com

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) ایک ضروری فریضہ قرار دیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا (نفل) نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے افضل ہے[1]

انسان اپنے ہاتھ سے مدد نہ کر سکے تو کسی اور کو بھی سفارش کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی صدقہ صدقۂ زبان سے افضل نہیں صحابہؓ نے عرض کیا، وہ کس طرح؟ آپؐ نے فرمایا، وہ کوشش جس سے کسی کی جان بچے یا کسی کو تکلیف سے محفوظ رکھے[2]

زبانی مدد کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے مسلمان کی بھلائی کے لئے دعا کی جائے۔ چونکہ اس دعا میں خلوص ہوتا ہے اس لئے اسے شرف قبول حاصل ہو جاتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی دعا اتنی سرعت سے قبول نہیں ہوتی جتنی کہ غائبانہ دعا[3]

مسلمان میں کوئی عیب نظر آئے تو اسے نہایت احتیاط سے خلوت میں آگاہ کر دینا چاہیے تاکہ وہ اسے دور کر دے۔ کسی مسلمان کو روا نہیں کہ اسے کسی خامی سے خبردار کیا جائے تو برا مانے۔

۲۔ اپنی ذات پر ترجیح

مسلمان کو اپنے اسلامی بھائیوں کی ہر مدد کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ ضرورت پڑے تو اس کے لئے جان بھی لڑا دے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابیؓ کو کسی نے بھنی ہوئی بھیڑ بھیجی صحابیؓ نے کہا، میرا فلاں بھائی زیادہ حاجت مند ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس کو بھیج دی جائے۔ جب اس کے پاس پہنچی تو اس نے آگے ایک اور مسلمان بھائی کو بھیج دی اور اس طرح دوسری کئی ہاتھوں میں پھر کر پہلے مسلمان کے ہاتھ میں آگئی[4]

---

[1] ترمذی ابواب صفۃ القیامہ [2] اردو ترجمہ کیمیائے سعادت [3] ترمذی [4] اردو ترجمہ کیمیائے

Marfat.com

مسلمان بھائی کو اپنی ذات پر ترجیح دینے کی ایک درخشاں مثال پیش کی ہے۔

مسلمانوں میں باہمی ایثار و محبت کی روح پیدا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں وقتاً فوقتاً مؤاخات یعنی بھائی چارا کرا دیتے تھے۔ دو مسلمانوں سے ارشاد فرما دیتے کہ تم آپس میں بھائی ہو۔ ان میں حقیقی بھائیوں کی طرح حقوق اور واجبات قائم ہو جاتے تھے۔ آپؐ نے مکی زندگی ہی میں اسلام کے درمیان مؤاخات کرا دی تھی لیکن ہجرت کے بعد مؤاخات کی سرے سے ضرورت پیدا ہوئی۔ مہاجرین بے نام و نشان تھے۔ انہیں انصار کی مدد بھی تھی۔ ہجرت کے چند ماہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو اکٹھا کیا۔ ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کو بلا کر ان میں مؤاخات کرا دی۔

انصار نے اپنے مؤاخاتی بھائیوں کے ساتھ نہایت ایثار کا سلوک کیا۔ ان کا دل و جان سے ہاتھ بٹایا۔ اس کی وضاحت فقط ایک مثال ہی سے ہو جاتی ہے ——— ایک انصاری سعد بن ربیعؓ تھے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف ان کے بھائی قرار دئے گئے۔ حضرت سعدؓ انہیں لے گئے اور سارا اثاثہ نصف نصف بانٹ دینا چاہا۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انکار کر دیا۔

انصار نے مہاجرین کو آدھے نخلستانوں کی پیش کش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تجویز نہ مانی اور فیصلہ ہوا کہ مہاجرین نصف پر انصار کی زمینوں پر کام کریں گے۔

جب تک ہجرت جاری رہی مؤاخات کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ مہاجر آتے یا کوئی صاحب حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے انصار ان کو بھائی کے لئے جھگڑتے اور قرعہ اندازی سے فیصلہ ہوتا۔

Marfat.com

اسلامی مؤاخات کو حقیقی اخوت پر بھی غلبہ حاصل تھا۔ آغاز میں مؤاخات کی ایک شرط یہ تھی کہ مؤاخاتی بھائی کے انتقال کے بعد بجائے حقیقی کے مؤاخاتی بھائی وارث ٹھہرتا تھا۔ تھوڑی مدت بعد جب مہاجرین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور انہیں زیادہ اعانت کی حاجت نہ رہی تو وراثت کا یہ قاعدہ منسوخ ہو گیا۔

۳ — مسلمان بھائی کے حق میں اچھا بولنا۔

اگر کسی مجلس میں دیکھے کہ مسلمان کے خلاف ناحق تہمت تراشی ہو رہی ہے تو اس کا واجبی جواب دے۔ آبرو انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ مسلمان کی آبرو کو ناحق تیروں سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

۴ — ہر حال میں جماعت سے وابستگی

سچے مسلمان کے دل میں یہ پختہ احساس ہوتا ہے کہ وہ جماعت کا ایک مستقل رکن ہے۔ اس کی زندگی جماعت کی زندگی سے جدا نہیں۔ وہ ملّتِ اسلامیہ کے نفع و ضرر اور مسرت و الم میں برابر کا ساجھی ہے۔ اسے کسی وقت بھی جماعت کی جہد اور ترقی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر قوم وقتی طور پر زوال کی زد میں آجائے تو اس سے مایوس ہو کر اوروں کی طرف راغب نہ ہو بلکہ اس کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے ؎

ملّت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ (اقبال)

جماعتی خوش حالی اور آبرومندی کا یہی راز ہے کہ اس کے افراد آپس میں متحد اور وابستہ رہیں۔ کوئی شخص اپنی قوم سے دل برداشتہ ہو کر اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ تین چیزوں پر مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اطاعتِ الٰہی کا اخلاص، اولوالامر

Marfat.com

سے خلوص اور جماعت سے وابستگی[1]

آپ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو اور اس حالت پر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی کافروں کی سی موت پائی۔

(بخاری کتاب الفتن)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ

اور چاہیے کہ ہو تم سے جماعت وہ بلاتے ہیں طرف بھلائی

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو (جو) بھلائی کی طرف بلاتے رہوں

وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور حکم دیتے ہیں ساتھ نیکی

اور نیکی کی ہدایت کرتے ہوں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ

اور منع کرتے ہیں سے برائی

اور برائی سے منع کرتے ہوں

وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اور وہ وہ فلاح پانے والے

اور وہ فلاح پانے والے (ہوں گے)

---

[1] الترغیب والترہیب باب سماع الحدیث۔

Marfat.com

وَلْتَكُنْ دراصل ہے وَ (اور) اور لِتَكُنْ (چاہیئے کہ وہ ہو) نَهٰى اس نے منع کیا يَنْهَوْنَ وہ منع کرتے ہیں اَفْلَحَ اس نے فلاح پائی۔ مُفْلِح اس سے فاعل ہے۔

تفسیر آیت ۱۰۴

اہل اسلام کو "تلقین" ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے میں نیکی کی اشاعت کرو۔ اس مقصد کے لئے تمہارے ہاں علماء اور مبلغین کی ایک جماعت ہمیشہ موجود رہے، جو علم و عمل کے ذریعے اسلام کا پیغام نہایت دلاویز طریقے سے دنیا میں پہنچاتی رہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

مفہوم نیکی کی اشاعت سے پہلے ضروری ہے کہ اسے بدی کی یورشوں سے محفوظ کر دیا جائے۔ جب تک برائی کا انسداد نہ ہو نیکی کی اشاعت مشکل ہے، اس لئے اسلام میں برائی کو روکنے اور نیکی کو رائج کرنے کا حکم ساتھ ساتھ ہے۔ اسے بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کی تلقین اور برائی سے ممانعت کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے تبلیغ کے دو جزو ہیں: یعنی برائی کو روکنا اور نیکی کی اشاعت۔

اہمیت ہر مسلمان اسلام کا مبلّغ ہوتا ہے۔ اس کو طاقت بھر اسلام کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ جب تک کسی قوم میں برائی کو روکنے والے افراد موجود ہوں اس میں پنپنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ ملت میں تبلیغ و ارشاد اور تعلیم و تزکیہ کے فرائض انجام دینے والے گروہ کا وجود ضروری ہے۔

Marfat.com

ہادیِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی اُمّت کو فرمان ہے:
قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہیں اچھائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکنا ہے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے۔ پھر تم اُسے پکارو گے اور تمہیں کوئی جواب نہیں ملے گا۔

(ریاض الصالحین۔ بحوالہ ترمذی)

مِلّت کی ذمہ داریاں اجتماعی ہیں۔ ہم فقط اپنی اصلاح کر کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے کیونکہ فرد کی ہستی ملت سے وابستہ ہے۔ وہ اس کے خیر و شر میں حصہ دار ہوتا ہے۔

اخلاق میں متعدی تاثیر ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق کو دیکھ کر دل میں نیکی کا رجحان پیدا ہو سکتا ہے اور بُرے اخلاق والوں کے ہاتھوں اور لوگ بھی برائیوں میں پڑ سکتے ہیں۔ اگر برائی کا قوت اور استقامت سے مقابلہ نہ کیا جائے تو اس کا دائرۂ اثر تیزی سے پھیلنے لگتا ہے۔

بنو اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ جب ان میں بُرائی نے سر اٹھایا تو اوّل اوّل ان کے علماء نے ان کو روکنا چاہا لیکن پھر وہ بھی ان کے ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ہمدم ہوتے گئے۔ پوری قوم نے بدی کا رنگ اختیار کر لیا۔ بُرائی سے روکنے والا کوئی نہ رہا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ کفر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ان پر لعنت بھیجی۔ اور بنو اسرائیل رسوا ہو کر رہ گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تم برائی کے انسداد سے ہرگز نہ رکنا حتیٰ کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے نیکی کی طرف جھکا دو۔

سورۃ العصر میں قطعیت سے بتا دیا گیا ہے کہ صرف خود نیک ہونے سے اسلام کا تقاضا پورا نہیں ہوتا جب تک دوسروں کو بھی نیک بنانے اور نیکی

Marfat.com

پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بداخلاقی کے وبائی جراثیم کو گرد و پیش سے فنا کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں جس قدر کوشش ہو سکے صرف کرنی چاہیے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے جو ہمیں بتلاتی ہے کہ اگر کسی آدمی کو برائی کرتے دیکھو تو اوّل اسے طاقت سے روکنے کی کوشش کرو لیکن ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ مزید فتنہ پھیلے گا تو زبان سے منع کرو اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کم از کم دل سے اس کو برا مانو لیکن یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہوگا۔ کامل ترین درجہ یہ ہے کہ [illegible] کی جماعت میں اتنی قوت ہو کہ وہ دست و بازو کے زور سے برائی کا زور توڑ سکیں۔

تبلیغ | تبلیغ کے لغوی معنی ہیں انتہا یا آخری ٹھکانے تک پہنچانا۔

دینی اصطلاح میں تبلیغ سے مُراد ہے : اللہ تعالیٰ کا پیغام وضاحت کے ساتھ بندوں تک پہنچانا۔ قرآنِ حکیم میں اسے بلاغ بھی کہا گیا ہے۔ اس کے ساتھ کی ایک اور قرآنی اصطلاح بَلَاغٌ مُبِیْنٌ ہے۔ بلاغ اور بلاغِ مُبین بہت حد تک ہم معنی ہیں لیکن بلاغِ مُبین نبی سے مختص ہے کیونکہ وہی اس کا پورا حق ادا کر سکتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں تبلیغ کے لئے اِبلاغ کا لفظ بھی آیا ہے (الاعراف)

تبلیغ غیر مسلم کو بھی ہو سکتی ہے اور مسلم کو بھی۔ جہاں غیر مسلم کے کانوں میں اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے وہاں مسلمانوں کو بھی برائیوں سے پرہیز کرنے اور نیکی کی طرف ان کا میلان بڑھانے کے لئے تبلیغ کی ضرورت رہتی ہے۔

اسلام روحانی ہی نہیں، مادی فلاح کا بھی ضامن ہے۔ اس لئے ہر عہد میں اسلامی تبلیغ کی ضرورت رہی ہے۔ آج جب کہ دنیا روحانی تنزّل اور مادی پریشانیوں کے پنجے میں گرفتار ہے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ موجودہ دنیا کو جس قدر روگ لگے ہوئے ہیں اس کی

Marfat.com

شفا قرآنِ حکیم اور سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ودیعت ہے۔ اس ودیعت کے امانت داروں کو امانت گزاری کا حق ادا کرنا چاہیئے۔

آج دنیا بھر کے سربراہ عالمی برادری کے طلب گار ہیں اور پکار رہے ہیں کہ جب تک عالمگیر پیمانہ پر ایک اُخوّت قائم نہیں ہوتی، ہمارے دکھوں کا علاج نہیں ہو سکے گا۔ اب یہ ثابت کرنا مسلمانوں کا کام ہے کہ اسلام نے اس برادری کو چودہ صدی پہلے ہی قائم کر کے دکھا دیا ہے۔ یہ وہ برادری ہے جس میں کالے اور گورے شرقی و غربی اور امیر و غریب سب کے لئے برابر کی گنجائش ہے۔

تبلیغِ اسلام کی ضرورت صرف اس لئے نہیں کہ اس میں دنیا والوں کا فائدہ ہے بلکہ اس لئے بھی ہے کہ اس میں ہر مسلمان کی بہتری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں صفائی کا پورا اہتمام کرے اور پورے محلہ میں عفونت پھیلی ہو تو وہ کیونکر بدبو اور وبائی جراثیم سے محفوظ رہ سکے گا۔ آس پاس کی انسانیت برائیوں میں گھری ہوئی ہو تو اس سے نیک انسان بھی ضرر اٹھائیں گے اس لئے جو آدمی نیکی سے پورا مستفید ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ماحول سے برائی کو دُور ہٹائے اور نیکی کی اشاعت کرے۔

نیکی کی اشاعت اور بُرائی کے خاتمہ میں پوری انسانی دنیا کی منفعت ہے۔ دنیا اس فرض سے اگر غافل ہو جائے تو ہر پہلو سے خسارہ مند اور زیاں کار ہو کر رہ جائے۔ دُنیا کا فائدہ مادی ساز و سامان کے انباروں اور آسائشوں ہی میں نہیں بلکہ اس کی حقیقی منفعت کا راز اس امن و عافیت میں ہے جس کا سُراغ نیکی پسند اور خیر اندیش انسانیت ہی میں مل سکتا ہے ورنہ انسان انسان کی بوٹیاں چبانے لگے اور ہر طرف خوف و ہراس اور ہلاکت کے ڈیرے ہوں۔

نیکی محض ٹھہراؤ کا نام نہیں۔ یہ مسلسل حرکت ہے۔ اگر اس میں پھیلاؤ

اور وسعت پیدا نہ کی جائے تو سکڑتی ہے اور جلد یا بہ دیر ختم ہو جاتی ہے۔
اسلام کی نگاہ میں کامل اور حقیقۃً نیک وہ ہے جو اوروں کو بھی نیک بنانے کی تڑپ رکھتا ہے۔ جو نیکی اپنے اندر گم ہو اور اس کی روشنی اردگرد نہ پھیل رہی ہو عین ممکن ہے کہ وہ محض فریب نہ ہو۔ مقید یا لنگڑی لولی نیکی جو انسانیت کی خدمت سے قاصر ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

تبلیغ اسلام کا حکم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ پر بہت تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً

(مجھ سے پیغام سن کر آگے پہنچاؤ، چاہے یہ ایک آیت ہی ہو)

حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاد کام رکھے جو میری حدیث کو سن کر اشاعت کے لئے ازبر کرتا ہے۔ میرے خطبہ کا سننے والا اسے غیر موجود آدمیوں تک پہنچائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی الوسع جنگ سے گریز فرماتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے آپؐ جوابی کارروائی پر مجبور ہو جاتے تو آخر دم تک جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرتے اور دشمن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جنگ خیبر میں یہود کے خلاف معرکہ آرائی کے لئے روانہ ہوئے تو جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، جنابؐ! کیا اس وقت تک تلوار چلاؤں کہ وہ ہماری راہ آ جائیں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ علیؓ! وقار و سکون کے ساتھ جا۔

Marfat.com

جب ان کے دُو بہ دُو ہو تو انہیں اسلام کی دعوت دے اور اللہ کے حقوق بتا۔ اللہ کی قسم شخصِ واحد کا تیرے ہاتھ پر اسلام لانا سرخ اونٹوں سے زیادہ قابلِ قدر ہے۔

جناب ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز سے زیادہ تبلیغ عزیز تھی۔ تبلیغ کی خاطر آپؐ نے نہایت فراخدلی سے بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو (جو) بھلائی کی طرف بلاتے ہوں اور نیکی کی ہدایت کرتے ہوں اور برائی سے منع کرتے ہوں۔ اور وہ فلاح پانے والے ہوں گے

تبلیغ کے طریقے

تبلیغ کے دو طریقے ہیں:

(۱) زبانی ہدایت

(۲) اخلاقی کشش

زبانی ہدایت: زبانی تبلیغ نہایت صبر و تحمل اور حسنِ کلام سے ہونی چاہیے۔ جسے مخاطب کیا جائے وہ ضرور نہیں کہ ہدایت کو فوراً قبول کر لے۔ ہر آدمی کو اپنے خیالات اور اعمال سہانے نظر آتے ہیں۔ بارہا دہ تبلیغ کو اپنے عقائد اور نظریات میں دخل اندازی سمجھ کر بھڑک اٹھتا ہے۔ اس لیے انتہائی سکون کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ زبان سے کوئی ایسا کلمہ ادا نہ ہو جائے جو اُلٹا فساد پیدا کرے۔

سُورۃ الانعام (رکوع ۱۸) میں ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ

Marfat.com

عَمَلَهُمْ (۶-۱۰۸)

ترجمہ: اور تم بُرا نہ کہو ان کو جن کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ پس وہ نادانی سے اللہ کو بُرا کہنے لگیں گے۔ یوں ہم نے ہر فرقہ کی نظر میں اس کے اعمال مزیّن کر دیے ہیں۔

دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو ان کے معبودوں اور پیشواؤں کے بارہ میں گستاخانہ الفاظ استعمال کر کے رنجیدہ کرنا روا نہیں۔ ان کے عقائد اور تصورات میں نہایت معقول طریقہ سے گفتگو ہونی چاہیے۔ سورۃ النحل کے آخری رکوع میں ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

یعنی (اے نبی!) آپ (لوگوں کو) اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھی پند کے ساتھ دعوت دیں اور احسن بات کے ساتھ ان سے مباحثہ کریں۔

اس آیت میں تبلیغ کے لیے تین چیزوں کی ہدایت دی گئی ہے، یعنی، حکمت[1]، موعظۂ حسنہ اور اچھے طریق سے مباحثہ۔

۱۔ حکمت کے معنی ہیں، وہ علم جس کے ہمراہ عمل بھی ہو۔ تعلیم اور نصیحت وہی کارگر ہوتی ہے جس کے ساتھ عمل کی بھی دل نشین مثال پیش کی جائے۔ دیکھنے والے کے دل میں بے اختیار خواہش اُٹھے کہ مجھے بھی ایسا حسین اور دل فریب کردار نصیب ہو۔ ایسی ہی حکمت نے قوموں کی تاریخ کا دھارا تخریب کی سمت سے بدل کر تعمیر کی طرف موڑ دیا ہے۔

حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام حُسنِ اخلاق اور علم با عمل کے پیکر تھے۔ آپ نے انسان کی دُنیا میں جو اخلاقی انقلاب رونما کیا اہلِ دُنیا اس پر انگشت بہ دنداں ہیں۔

(اس عنوان پر مزید بحث اخلاقی کشش کے زیرِ عنوان آئے گی)

مَوعِظَۂ حَسَنہ: اس سے مُراد ہے عمدہ طریقہ سے بات سمجھانا۔ اچھے عمل کے ہمراہ اچھے کلام میں بھی کشش ہوتی ہے۔ آدمی تبلیغ کرے تو الفاظ شیریں اور انداز دِل نشیں ہو۔

اَحسن مُجَادَلہ: کسی کے مقابلہ پر دلیل لانے کو مجادلہ کہتے ہیں۔ فریقِ مخالف اعتراض کرے تو اس کا جواب صبر و تحمل، رواداری اور فراخ دلی کے ساتھ اچھی دلیل اور منطقی پیرایہ میں دے۔ اگر وہ جہالت پر اُتر آئے تو جب بھی نرمی اور دِل جوئی سے قائل کرنے کی کوشش کرے۔ دلیل میں صداقت ہونی چاہیئے اور اس سے مقصود حق کا ثابت کرنا ہو نہ کہ فریقِ مخالف کا مُنہ بند کر کے شیخی بگھارنا۔ ایسی مناظرہ بازی سے تبلیغ میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

کسی قوم یا ملّت کو تبلیغ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے کہ کیا اس کو اسلام سے کسی بات میں اتفاق بھی ہے یا نہیں۔ دونوں ملتوں میں جس قدر مشترکہ امور نظر آئیں سب سے پہلے اُن سے ابتداء کرنی چاہیے تاکہ سننے والا ایک بار توجہ سے اسلام کی صدا پر کان لگائے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اختلافی امور کو چھونا چاہیئے۔ لیکن اس انداز سے کہ کوئی رنجش یا کراہت پیدا نہ ہونے پائے

اہلِ کتاب کا دعویٰ ہے کہ ہم توحید کے علم بردار ہیں۔ قرآنِ حکیم ان کے اس دعوے کی بنیاد پر ان سے یوں آغازِ سخن کرتا ہے۔

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ (۳:۶۴)

ترجمہ: (اے نبی!) کہہ دیجئے اہل کتاب سے کہ آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ مانیں۔

اخلاقی کشش

اسی شخص کا کلام دل پر اثر کرتا ہے جو اپنے کہے پر عمل پیرا بھی ہو۔ نرے گفتار کے غازی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا مبلغ کا کلام ہزار شیریں ہو لیکن اخلاق کی دلآویزی کے بغیر بے اثر ہے۔ جناب سالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کا جو پیغام سنایا اور خود جس بات کی تلقین فرمائی اس پر سو بہ سو عمل بھی کر کے دکھایا۔ آپؐ مجسم قرآن تھے۔ آپؐ نے اپنی حیات مبارک کا ایک ایک گوشہ نگاہ عالم کے سامنے کھول کر رکھ دیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ شاید زندگی کا فلاں گوشہ جو ہماری نگاہوں سے اوجھل رہ گیا ہے اس میں (نعوذ باللہ) کوئی خامی یا عیب ہو بڑے بڑے اعداء بھی آپؐ کے اخلاقی اعجاز کے سامنے مہر بہ لب رہ جاتے تھے ابوجہل ایسا کینہ پرور دشمن بھی آپؐ کے اخلاق کمال کا معترف تھا۔

اشاعت اسلام کی تاریخ دیکھیئے تو معلوم ہوگا کہ تبلیغ کا کارنامہ زبانی پند سے زیادہ عملی تاثیر کا مرہون منت تھا۔ ملت اسلامیہ کا کردار رحمت الٰہی کی جھلک دکھاتا تھا۔ فاتح افواج جہاں جہاں پہنچیں وہاں کے باشندے اُن کے حسن اخلاق سے مسحور ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے گئے۔ یہ حالت صدیوں رہی۔ خلافت راشدہ کے ایام پر نگاہ ڈالیے، اموی دور کا تصور آنکھوں کے سامنے لائیے

Marfat.com

اور غور کیجیے کہ وہ کیا مبارک دور تھا جب کہ بحرِ اوقیانوس سے لے کر انڈونیشیا تک کا ایک عالم اسلامی عساکر اور افراد کے دل نواز کردار کا فریفتہ ہو کر اسلام کا جان و دل سے پیرو ہو گیا۔ آج پھر اسی حسنِ عمل کی ضرورت ہے۔

یوں تو ہر مسلمان کو جامع فضائل ہونا چاہیے۔ لیکن غیر مسلموں کے مقابل اس میں خصوصیت سے صبر و تحمل، عفو اور دل جوئی ایسے خصائص مطلوب ہیں کہ وہ اس کی سیرت کے اسیر ہوئے بغیر رہ نہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (۴۵:۱۴)

(اے نبیؐ! اہلِ ایمان سے کہہ دیجیے کہ کافروں سے درگزر کیا کریں)

کتاب اللہ میں ایک اور جگہ یہ بتا کر کہ نیکی اور بدی یکساں نہیں، یہ ہدایت کی گئی ہے کہ برائی کو احسن چیز سے ہٹا پس تو دیکھے گا کہ تیرا عدو تیرا پُرتپاک دوست ہو گیا ہے۔

قرآن حکیم کی یہ ہدایات مسلم و غیر مسلم سب کے بارے میں ہیں۔ سورۂ توبہ میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی مشرک تمہارے پاس طالبِ پناہ ہو کر آئے تو اسے پناہ دو۔ اسے قرآن سناؤ اور جائے امن تک حفاظت سے پہنچا دو۔

اگر اہلِ اسلام میں اخلاق کی کمی ہو تو وہ لوگ جو قرآن حکیم اور اسلامی اصول سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف میلان رکھتے ہوں وہ بھی قدم روک لیں گے۔ سورۂ نحل میں اہلِ اسلام کو ہدایت ہے کہ اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے کا حیلہ نہ بناؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جما ہوا قدم بھی اکھڑ جائے گا یعنی کوئی غیر مسلم اسلام لانے کا پختہ ارادہ کیے بیٹھا ہو تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری بدعہدی یا دروغ گوئی دیکھ کر اس کا قدم ڈگمگا جائے۔

قرآن حکیم نے نومسلموں کی تالیفِ قلب یعنی دلداری کی بہت تاکید کی ہے اور بیت المال سے ان پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

مؤلفۃ القلوب کو یعنی ان نومسلموں کو جن کی دل جوئی مطلوب ہو بہت بڑے
دیتے تھے اور ان پر بہت نوازش فرماتے تھے۔ حضرت صفوان بن اُمیہ حالت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن تھے۔ ان کا بیان ہے کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حُنَین کی غنیمت سے مال دیا۔ اس کے بعد
بخشش کرتے رہے۔ آپ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو گئے۔

تبدیلِ مذہب میں جبر نہیں

اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے۔

قرآنِ حکیم کا اعلان ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں کوئی جبر نہیں)
مسلمان کا کام فقط یہ ہے کہ وہ اسلام کو نہایت وضاحت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ وہ کسی کو بہ زورِ شمشیر اسلام قبول نہیں کروا سکتا۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ (۳-۲۰)

ترجمہ: اے نبیؐ! اگر وہ اسلام لائے تو انہوں نے ہدایت پالی: اور اگر وہ منہ موڑ جائیں تو آپؐ کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ

اور	مت ہو	مانند جو	الگ الگ ہوئے اور
اور ان کے مانند مت ہو جو الگ الگ ہو گئے اور			

Marfat.com

اخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ

انہوں نے باہم اختلاف کیا سے بعد کہ آیا ان کے پاس کھلی نشانیاں

انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آئیں

وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾

اور وہ لئے ان کے بڑا

اور ان کے لئے بڑی سزا ہے

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

دن سفید ہو جائیں گے چہرے اور سیاہ پڑیں گے چہرے

اس روز جب کہ (کتنے ہی) چہرے سفید ہوں گے اور (کتنے ہی) چہرے کالے پڑیں گے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫

تو سو جو سیاہ پڑے چہرے ان کے

سو جن کے منہ کالے پڑے (ان سے کہا جائے گا)

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

کیا کفر کیا تم نے بعد ایمان لانا تمہارا تو تم چکھو

کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

عذاب بسبب[1] جو تم کفر کرتے تھے

عذاب بسبب اس کے جو تم کفر کرتے تھے

[1] ہمزہ توبیخ کے لئے ہے [2] بسبب (شاہ رفیع الدین، تھانوی) بدلے (شاہ عبدالقادر)

Marfat.com

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ

اور سو جو سفید ہوئے چہرے ان کے

سو جن کے منہ سفید ہوئے

فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

تو میں رحمت وہ اس میں مقیم

تو اللہ کی رحمت میں ہیں وہ اس میں مقیم ہوں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

وہ یہ آیات اللہ ہم پڑھتے ہیں انہیں اوپر تمہارے ساتھ حق

یہ اللہ کی آیات ہیں (جو) (اے نبی!) ہم آپ کو حق کے ساتھ سناتے ہیں۔

وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور نہیں اللہ چاہتا ہے ظلم لئے جہان

اور اللہ جہانوں کے لئے ظلم نہیں چاہتا

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اور لئے اللہ (اللہ کا) جو میں آسمان۔بلندیاں اور جو میں زمین

اور اللہ کا ہے جو بلندیوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ ۱۲

اور طرف اللہ پلٹائے جاتے ہیں امور

اور سب امور اللہ کی طرف پلٹائے جاتے ہیں

Marfat.com

كُنْ ہو جا لَاتَكُنْ تُو نہ ہو لَاتَكُوْنُوْا تم نہ ہو۔
اِبْيَضَّ سفید ہوا۔ تَبْيَضُّ سفید ہو گی۔ سفید ہوں گے۔
اِسْوَدَّ سیاہ ہوا (باب اِفعلال سے)۔ وُجُوہ جمع ہے وَجہ (چہرہ) کی۔
ذَاقَ اس نے چکھا يَذُوْقُ وہ چکھتا ہے۔ ذُقْ چکھ ذُوْقُوْا تم چکھو
اَرَادَ اُس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ يُرِيْدُ چاہتا ہے۔ ارادہ کرتا ہے۔
اُمُوْر جمع ہے اَمْر کی۔

تفسیر آیت ۱۰۵—۱۰۹

اہلِ ایمان کی آبرومندی اور کُفّار کی رسوائی

نا اتفاقی، ضد اور تعصب سے اقوام پارہ پارہ ہو جاتی ہیں۔ ان میں فر
سر اٹھاتی ہے۔ ہر فرقہ اپنی ہٹ پوری کرنے پر تُل جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ حق
کا احساس مٹ جاتا ہے۔ کتنے ہی لوگ غلط عقیدوں اور ملحدانہ خیالات
مبتلا ہو جاتے ہیں۔
جو لوگ اتفاق کو عزیز جانتے ہیں، فراخ دِل ہیں اور ایمان سے وابس
حشر کے روز ان کے چہرے ایمان اور اطمینان کے نور سے درخشاں ہوں
مفسِدہ پازوں اور دروغ باقوں کے چہروں پر کفر اور ندامت کی سیاہی ہو
خوب عذاب دیا جائے گا۔
امت کو اگر ہلاکت سے بچنا ہے تو اسے متحد رہنا چاہیے۔ آنحضرت
علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ
(ترمذی ابواب الفتن)

ترجمہ: جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے کٹ گیا
وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔
اس موضوع پر آیت ۱۰۳ کے ذیل میں اخوت کے عنوان سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم ہوئے بہترین امت نکالی گئی لئے لوگ

تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کے لئے نمودار کی گئی

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ

تم حکم دیتے ہو۔ ساتھ نیکی اور تم منع کرتے ہو

تم نیکی کی ہدایت دیتے ہو اور برائی سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ

سے برائی اور تم ایمان لاتے ہو ساتھ اللہ اور اگر

منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر

اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ

ایمان لائے اہل کتاب - ہوا بہترین لئے ان کے

اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہترین ہوتا

لہ کَانَ یہاں حدوث کے لئے ہے یا ناقصہ ہے۔ ناقصہ کی صورت میں وجود کا تعلق ماضی سے ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حال یا مستقبل میں اس کا انقطاع ہے۔

Marfat.com

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ

سے وہ (ان سے) ایمان لانے والے اور اکثر ان سے

ان میں ایمان لانے والے ہیں اور ان میں سے اکثر

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

حد شکن

حد شکن ہیں

خَرَجَ نکلا اَخْرَجَ نکالا اُخْرِجَتْ نکالی گئی۔ پیدا کی گئی (شاہ عبدالقادرؒ)

اُمَّتٌ: جماعت۔ نبی کے پیرو۔ امت اصل میں اس جماعت کو کہتے ہیں جس کا ایک ہی نصب العین ہو۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَ

نہیں ضرر دیں گے تمہیں سوا ایذاء۔ دکھ اور

وہ تمہیں سوائے (کچھ) ستانے کے (اور) ضرر نہ دیں گے اور

اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ

اگر وہ جنگ کریں تم سے وہ موڑیں (طرف) تمہاری پشتیں

اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں

لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

پھر نہ مدد کی جائے گی ان کی نقش کی گئی[1] ان پر ذلت[2]

پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی ان پر ذلت نقش کر دی گئی

[1] ماری گئی (شاہ عبدالقادر۔ شاہ رفیع الدین) جما دی گئی (تھانوی) [2] پست۔ بے قدری (تھانوی)

Marfat.com

أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ

جہاں وہ پائے گئے سوائے میں وابستگی[1] سے اللہ

وہ جہاں بھی پائے گئے سوائے اس کے کہ اللہ سے وابستگی میں ہوں

وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ

اور وابستگی سے لوگ اور

اور لوگوں سے وابستگی میں ہوں اور

بَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ

واپس آئے[2] ساتھ غضب سے اللہ اور

اور اللہ کی طرف سے غضب لے کر آئے اور

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

نقش کی گئی ان پر ناطاقتی[3] وہ (یہ) بسبب کہ یقیناً وہ

ان پر ناطاقتی نقش کر دی گئی یہ اس سبب کہ وہ

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وہ انکار کرتے تھے ساتھ نشانیاں

اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے

---

[1] دستاویز (شاہ عبدالقادر) پناہ (شاہ رفیع الدین) ذریعہ (تھانوی)

[2] مستحق ہو گئے (تھانوی)

[3] محتاجی (شاہ عبدالقادر) فقیری (شاہ رفیع الدین)

Marfat.com

وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

اور وہ قتل کرتے تھے انبیاء (کو) ناحق

اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا

وہ (یہ) عوض جو انہوں نے نافرمانی کی

یہ (سزا ہے) اس کے عوض جو انہوں نے نافرمانی کی

وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور وہ حد سے نکلتے تھے

اور وہ حد سے نکلتے تھے۔

ضَرَّ ضرر دیا یَضُرُّ وہ ضرر دیتا ہے لَنْ يَّضُرُّوْا وہ ہرگز ضرر نہیں دیں گے۔ قَتَلَ اس نے قتل کیا قَاتَلَ اس نے جنگ کی۔ يُقَاتِلُوْنَ وہ جنگ کرتے ہیں۔ اِنْ شرطیہ نے يُقَاتِلُوْنَ اور يُوَلُّوْنَ کو حالت جزمی دی ہے۔ ضَرَبَ مُہر لگائی چپکایا۔ جما دیا۔ نقش کیا۔ ضُرِبَتْ مؤنث کا صیغہ ہے اور مجہول ہے۔ خازن نے ضُرِبَتْ کے معنی میں لکھا ہے: یعنی جُعِلَتِ الذِّلَّةُ مُلْصَقَةً بِهِمْ کالشیء یُضْرَبُ علی الشیء فَيَلْتَصِقُ بِهٖ

ذِلَّة اصل میں مغلوبیت کو کہتے ہیں۔ اس لئے تھانوی صاحب نے اس کا ترجمہ پستی لکھا ہے۔

ثَقِفَهٗ اَی ظَفِرَ بِهٖ اَوْ اَدْرَكَهٗ اسے جا لیا ثُقِفَ وہ پایا گیا ثُقِفُوْا وہ پائے گئے حَبْل لغت میں رسی کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہے: وابستگی بندھن، عہد۔

Marfat.com

بَوْءٌ واپس آنا بَآءَ واپس آیا۔ پلٹ کر آیا مَسْكَنَةٌ کے اصل معنی ہیں کام کاج سے معذور اور ناچار رہ جانا۔ نالائقی۔ بعض علماء نے اس معنی کو زیادہ وسعت دی ہے اور اس کے معنی فقیری اور محتاجی بتائے ہیں۔

عَصَى اس نے نافرمانی کی عَصَوا انہوں نے نافرمانی کی۔ اِعْتِدَاءٌ کے معنی ہیں: حد سے نکلنا زیادتی کرنا اِعْتَدَى يَعْتَدِي يَعْتَدُون

تفسیر آیت ۱۱۰ ——— ۱۱۲

اُمّتِ مسلمہ اور فریضۂ امامت

اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ تم دنیا کی رہنمائی اور امامت کے لئے دنیا میں آئے ہو۔ اگر تم نے اس منصب کو بخوبی ادا کیا تو ہمیشہ بہترین امت ہو کر رہو گے۔

تمہارا فرض ہے کہ ہر ایک کو نیکی کی دعوت دو۔ اگر کوئی آدمی قبول کر لے تو اس میں اس کی اپنی بہتری ہے۔ انکار کرے تو اپنا زیان کرے گا۔ اہل کتاب تمہاری دعوت کو مان کر اسلام لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہیں کرتے تو تمہارا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

(امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مفصل بحث کے لئے دیکھو تفسیر آیت ۱۰۴)

یہود کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ تمہیں کبھی شکست نہیں دے سکیں گے وہ انبیاء علیہم السلام کے خون سے ہاتھ رنگ کر فخر سے سر اونچا کرتے ہیں۔ لیکن ان کا سر اب ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا جائے گا۔ اگر وہ اللہ کی رسی نہ تھامیں یعنی

لہ بعض کے خیال میں اس کا مادہ ب و ء (مکان) ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں مقیم ہوئے (خازن)

Marfat.com

ایمان نہ لائیں تو ذلت و ناتوانی ان پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ کسی نہ کسی قوم سے عہد کر کے ہی جیسے قرآن حکیم حَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ کہہ رہا ہے وہ اس کی پناہ میں امن زندگی گزار سکیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہود کا شروع سے لے کر آج تک یہی حشر رہا ہے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

وہ نہیں یکساں۔ برابر ؟ سے اہل کتاب

وہ (سب) یکساں نہیں۔ اہل کتاب میں سے

اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ

جماعت \ کھڑی وہ پڑھتے ہیں آیات اللہ

ایک جماعت (سیدھی) راہ پر قائم ہے وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیات

اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

گھڑیاں رات اور وہ سجدہ کرتے ہیں

پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

وہ ایمان رکھتے ہیں ساتھ اللہ اور دن آخر اور

وہ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور

يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ

وہ حکم دیتے ہیں ساتھ نیکی اور وہ منع کرتے ہیں

نیکی کی ہدایت دیتے ہیں اور برائی سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي

سے برائی اور سُرعت کرتے ہیں میں

منع کرتے ہیں وہ نیک کاموں میں

الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

بھلائیاں۔نیک کام اور وہ سے نیکو کار

جلدی کرتے ہیں۔ اور وہ نیکو کاروں میں سے ہیں

وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ

اور جو وہ کریں سے کچھ بھلائی تو ہرگز نہیں انکار ہوگا اس کا

اور جو کچھ نیکی کریں گے تو اس میں ان کا انکار نہیں کیا جائے گا

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ جاننے والا ساتھ پرہیز گار

اور اللہ پرہیز گاروں کو جاننے والا ہے۔

اناء جمع ہے اِنًی (گھڑی) کی۔ اسی طرح نحی کی جمع اَنْحَاء اور مِعیً کی جمع اَمْعَاء آتی ہے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۱۳ — ۱۱۵

غیر مسلموں سے مایوسی کی مُمانعت

غیر مسلموں کی طرف سے مایوسی کی ممانعت ہے۔ ان میں تبلیغ کی جائے۔ ان میں یقیناً ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں حق کی تلاش رہتی ہے۔ آیاتِ بالا میں اہلِ کتاب کی مثال دی گئی ہے جن میں عبادت کیش لوگ بھی تھے جو حق کے جُویا تھے۔ وہ اسلام لائے ؛

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ

یقیناً جو کافر ہوئے نہ کفایت کریں گے

یقیناً جنہوں نے کفر کیا ہے

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

ان سے اموال ان کے اور نہ اولاد ان کی

سے کفایت نہ کریں گے ان کے اموال اور نہ ان کی اولاد

مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

سے اللہ کچھ اور وہ والے آگ

اللہ سے (بچانے میں) کچھ بھی۔ اور وہ آگ والے ہیں۔

لہ مقابلہ میں (تھانوی)

Marfat.com

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ

وہ اس میں مقیم مثال

وہ اس میں مقیم رہیں گے مثال اس کی

مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ

جو وہ خرچ کرتے ہیں میں یہ زندگی

جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ

دنیا مانند مثال ہوا اس میں پالا

ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں پالا تھا

اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا

پڑی کھیتی لوگ ظلم کیا انہوں نے

(وہ کچھ) لوگوں کی کھیتی پر پہنچی (جنہوں نے) اپنی جانوں

اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا

جانیں ان کی تو ہلاک کردیا اسے اور نہیں

پر ظلم کیا تھا اور اسے برباد کر دیا اور ان پر

ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ

اس نے ظلم کیا ان پر اللہ اور لیکن جانیں ان کی

اللہ نے ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنی جانوں پر

Marfat.com

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
وہ ظلم کرتے ہیں
ظلم کرتے تھے۔

رِیْحٌ کا لفظ قرآن حکیم میں جب مصیبت کے لئے ہو تو واحد آتا ہے اور رحمت کے لئے ہو تو جمع یعنی رِیاح۔

صِرٌّ کے دو معنی ہیں (۱) سخت سردی (۲) گرم سموم جو ہلاک کر دے۔

اَصَابَ اس نے پایا۔ وہ آپڑا۔ اسی سے مصیبت کا لفظ ہے۔

فَاَهْلَكَتْهُ کی ترکیب نہ ہے فَ (تو) اَهْلَكَ اُس نے برباد کیا اور ہٗ (اسے)

تفسیر آیت ۱۱۶ —— ۱۱۷

اعمال کا مدار نیّت پر ہے

اعمال کی قدر نیّت اور ایمان کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو انسان بظاہر کتنی ہی بڑی نیکی کرے بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ایسے کام کا اَجر کیوں دے گا جو اس کی خاطر انجام نہیں دیا گیا چاہے اس سے نوعِ انسانی کو کتنا ہی فائدہ کیوں نہ پہنچا ہو۔

کفار جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو انہیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوگی کہ ان کے یہ سب اعمال اکارت گئے۔ گویا انہوں نے کھیتی اگائی۔ اسے دل و جان سے سینچا اور پروان چڑھایا جب لہلہا کر آنکھوں کو سرور دینے لگی تو اچانک ایک ایسی ہوا چلی جس میں غضب کا پالا تھا۔ کھیتی اس کی زد میں آکر برباد ہوگئی

اور مالک رنج وافسوس کے سمندر میں ڈوب گیا۔

شرک کرنا بڑا ظلم ہے لیکن یہ ظلم اللہ تعالیٰ پر نہیں اپنی ذات پر ہے اس لئے آیت ۱۱۷ میں ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فرمایا۔ مشرکین اور کفار کے آگے اس ظلم کا راز قیامت کے روز کھلے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا

اے	جو	ایمان لائے	نہ اختیار کرو۔ نہ ٹھہراؤ

اے ایمان والو! اپنے سے الگ (لوگوں) میں سے

بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ

رازدار دوست	الگ	تمہارے	نہیں	وہ کوتاہی کریں گے تمہیں

رازدار دوست نہ بناؤ وہ تمہیں نقصان دینے میں کوتاہی نہیں

خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ

ضرر	انہوں نے چاہا	جو	دکھ اٹھایا تم نے

کریں گے تم نے جو (بھی) دکھ اٹھایا ان کو اچھا لگا

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ

ہے	ظاہر ہوئی	شدید بغض	سے	منہ ان کے

اُن کے منہ سے بغض ظاہر ہو چکا ہے

Marfat.com

وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ

اور جو چھپاتی ہے سینے اُن کے زیادہ بڑا

اور جو (کچھ) ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اور بڑا ہے

قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ

ہے خوب ظاہر کیں ہم نے لئے تمہارے آیات اگر ہو تم

ہم نے تمہارے لئے آیات ظاہر کر دیں اگر تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ

عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم وہ

عقل رکھتے ہو ہاں! تم وہ ہو

تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا یُحِبُّوْنَكُمْ

تم محبت کرتے ہو ان سے اور وہ نہیں محبت کرتے تم سے

(کہ) ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے

وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا

حالانکہ تم ایمان رکھتے ہو ساتھ کتاب[1] سب وہ اور جب

حالاں کہ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب

[1] یہاں واحد سے جنس مراد ہے یعنی سب کتابیں (خازن)

مراد یہ کہ تمہارا ان کی کتابوں پر بھی ایمان ہے تاہم وہ تم سے بُغض رکھتے ہیں۔

Marfat.com

لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا

وہ ملے تم سے کہا انہوں نے ایمان لائے ہم اور جب

وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں (کہ) ہم ایمان لائے اور جب

خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ

وہ خلوت میں ہوئے دانتوں سے چبائیں تم پر انگلیوں کے پور

وہ الگ ہوتے ہیں (تو) تم پر غصہ سے اپنی انگلیاں

مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ

سے غصہ کہہ مرجاؤ ساتھ غصہ تمہارا

چباتے ہیں (اے نبی!) کہیے (کہ) اپنے غصہ سے مرجاؤ

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۱۹)

یقیناً اللہ جاننے والا ساتھ والی سینے

یقیناً اللہ سینوں والی (بات) سے باخبر ہے

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ

اگر چھوئے تمہیں اچھائی بری لگے انہیں

اگر تمہیں اچھائی ملے (تو) انہیں برا لگے

وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا

اور اگر پائے تمہیں برائی وہ شاد ہوں۔

اور اگر تمہیں برائی پہنچے تو وہ اس پر دل شاد

Marfat.com

بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا

ساتھ اس کے اور اگر تم صبر کرو اور تم تقویٰ رکھو

ہوں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ رکھو

لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ

نہیں ضرر دے گا تمہیں مکر ان کا کچھ

دتی تمہیں ان کا مکر کچھ ضرر نہیں دے گا۔

ع ۱۲ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

یقیناً اللہ تھ جو تم کرتے ہو ۔ حاوی

یقیناً تم جو کرتے ہو اللہ اُس پر حاوی ہے

اِتَّخَذَ يَتَّخِذُ لَاتَتَّخِذْ (تو نہ لے) اِتِّخاذ کے معنی ہیں لینا۔ اختیار کرنا۔ قبول کرنا۔ ٹھہرانا۔

بِطَانَةٌ اصلِ لغت میں زیریں لباس کو کہتے تھے۔ پھر رازدار دوست کے لئے مستعمل ہونے لگا۔ ہمراز

اَلَی (اَلَا) اس نے کوتاہی کی تاخیر کی۔ یَاْلُوْ وہ کوتاہی کرتا ہے۔ تاخیر کرتا ہے۔ مصدر اَلْوًا ہے۔

خَبَال اصلِ لغت میں اُس زبردست نقصان کو کہتے ہیں جو انسان کی عقل میں فتور لائے۔ یہاں اس سے مراد ہے: بگاڑ، نقصان، ضرر، شر

عَنِتُّ تنگی۔ دکھ عَنِتَ اس نے دکھ بھرا تنگی میں پڑا عَنِتُّمْ جمع مخاطب کا صیغہ ہے اَفْوَاہ جمع ہے فُوْہٌ (منہ) یا فَمٌ (منہ) کی۔

بَيَّنَ اُس نے خوب واضح کیا بَيَّنَّا ہم نے خوب واضح کیا۔

بَقِیَ وہ ملا بَقُوا وہ ملے۔
خَلَا وہ تنہائی میں ہوا۔ الگ ہوا۔ خَلَوْا جمع کا صیغہ ہے اسی سے خَلْوَت کا لفظ ہے۔ اَنَامِل جمع ہے اَنْمُلَہ (انگلی کی پور) کی۔

تفسیر آیت ۱۱۸ ـــــ ۱۲۰

دیکھو تفسیر آیات ۲۸ ـــــ ۳۰

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ

اور جب صبح کو روانہ ہوا تو سے اہل خانہ تیرے

اور اے نبی! یاد کیجئے آپ جب صبح کے وقت اپنے گھر سے روانہ ہوئے

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ

مقیم کرتا تھا تو مؤمنوں کو ٹھکانے لئے جنگ

مؤمنوں کو جنگ کے ٹھکانوں پر قائم کرتے تھے

وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ

اور اللہ سننے والا جاننے والا جب ارادہ کیا

اور اللہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا

طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ

دو جماعتیں تم سے کہ کمزوری دکھائیں

تم میں سے دو گروہوں نے کہ کمزوری دکھائیں

Marfat.com

وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ

اور اللہ مددگار ان کا اور پر اللہ

حالانکہ اللہ ان کا مددگار تھا اور مؤمنوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

تو توکل کریں ایمان لانے والے

چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔

غُدْوَةٌ صبح دم گھر سے نکلنا غَدَا وہ صبح دم گھر سے نکلا۔ غَدَوْتَ تو صبح دم گھر سے نکلا بَوَاءٌ ٹھکانا۔ مکان بَوَّاَ مقیم کیا منزل میں اتارا کسی جگہ پر ٹھہرایا بَوَّاَهُ مَنْزِلًا اس کے لئے ٹھکانا بنایا۔ اس لحاظ سے تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ کے معنی ہوں گے: آپ مومنوں کے لئے مورچے تیار کرتے تھے لہذا بعض مفسرین نے اس کے معنی بتائے ہیں تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا (لشکرگاہ یعنی مورچے بنا رہے تھے) (معالم التنزیل)

طَائِفَةٌ گروہ طَائِفَتَانِ دو گروہ

فَشَلَ کمزوری دکھائی

تَفْشَلُ کمزوری دکھاتی ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۱ —— ۱۲۲

سابقہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ کفار اہل اسلام کو نیچا نہیں دکھا سکتے بشرطیکہ

لہ خازن تشریح آیت ۱۱۲ لفظ بَاءَ

Marfat.com

اہلِ اسلام صحیح معنی میں صاحبِ ایمان ہوں۔ اس سلسلہ میں جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کی طرف آئندہ آیات میں اشارے آئیں گے تاکہ اہلِ اسلام سبق حاصل کریں۔ آیت ۱۲۱ و ۱۲۲ میں جنگِ اُحد کی طرف اشارہ ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُحد کی وادی میں ہفتہ کی صبح کو پہنچے اور صف بندی فرمائی۔ اسی صف بندی کے بارے میں ارشاد ہوا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ

آیت ۱۲۲ میں بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے قبیلوں کی طرف اشارہ ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد کی جنگ کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ کے ہمراہ کل ایک ہزار کا لشکر تھا۔ منافقین بھی ساتھ نکل آئے تھے لیکن ان کا سردار عبداللہ بن اُبیّ رستہ ہی سے ڈر کے مارے واپس چلا گیا۔ اس کے ساتھ ۳۰۰ منافق تھے۔ ان کو دیکھ کر بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے مسلمانوں نے بھی واپس جانا چاہا لیکن سمجھانے پر باز آ گئے اور جنگ میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو معاف فرمایا اور بشارت دی کہ میں تمہارا ولی اور مددگار رہوں۔ یہ لوگ اپنی لغزش پر ہمیشہ نادم رہے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی خوشی کا اظہار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کر کے ہمیں ولایت کی خوش خبری سنائی۔

اُحد کی جنگ میں ایک دفعہ مسلمان ہزیمت اٹھا گئے تھے۔ اس کی وجہ اُن کی اپنی غلطی تھی۔ لیکن انہوں نے پھر جلد ہی اپنے کو سنبھال لیا اور دشمن مرعوب ہو کر رہ گیا۔ اس جنگ میں اہلِ اسلام کے لئے بڑے بڑے درس ہیں۔ سورتِ ہٰذا میں اس کے جستہ جستہ واقعات کی طرف بار بار اشارے آئیں گے اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تعارف کے لئے اس کا مفصل تذکرہ کر دیا جائے۔

جنگِ اُحُد

شوال ۳ ہجری میں کوہِ اُحُد کے دامن میں مدینہ اور مکہ کے لشکروں کے درمیان ایک جنگ ہوئی۔ جسے غزوۂ اُحُد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے کئی محرکات تھے مثلاً :

۱- بدر کے معرکہ میں قریش کے چوٹی کے رئیس کھیت رہے تھے۔ قریش کے گھمنڈ کا خون اس پر ہوا تھا۔ اس صدمہ کا سہنا آسان نہ تھا۔ ہزیمت یافتہ لشکر مکہ پہنچا تو در و دیوار تھرا اُٹھے۔ رؤسائے شہر نے نالہ و شیون پر پابندی لگا دی تاکہ مسلمان سُن کر خوش نہ ہوں [1]

قریش بدلہ اتارنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے لیکن اب انہیں علم تھا کہ مجاہدینِ اسلام کو دعوتِ جنگ دینے کے لئے وقت اور تیاری کی ضرورت ہے۔ مکہ کے رئیس صفوان نے جس کا باپ بدر کے میدان میں ہلاک ہوا تھا ایک شخص عُمَیر بن وھب سے کہا کہ پوشیدہ طور سے مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر آؤ۔ میں تمہارا قرض اتار دوں گا۔ اور تمہارے اہل و عیال کا خرچ اٹھاؤں گا [2]

صفوان اور عُمَیر نے بہت رازداری سے کام لیا۔ عُمَیر نے تلوار زہر میں بجھائی اور اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا۔ مسجدِ نبوی کے دروازے پر جا کر اونٹ بٹھایا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ عُمَیر کی نیت ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ حضورؐ نے فرمایا، اُسے پکڑ لاؤ۔ حضرت عمرؓ نے چند انصار کے ہمراہ عُمَیر کو پکڑ کر حضورؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ

---

[1] ابن ہشام [2] ابن ہشام

فرمایا، اسے چھوڑ دو اور عُمیر کو پاس بلا کر پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ عمیر نے جواب دیا، قیدی چھڑانے کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو پھر یہ تلوار کاہے کو ہے؟ عُمیر بولا، تلوار نے پہلے ہمارا کون سا کام کیا ہے کہ اب کرے گی۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا سچ کہتے ہو؟ کہا، ہاں۔ سچ کہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، صفوان سے تمہاری کیا گفتگو ہوئی تھی؟ کیا اس نے تیرے قرض اور تیرے عیال کے خرچہ کا ذمہ اُٹھا کر تجھے میرے قتل کے لئے نہیں بھیجا۔ عُمیر نے اقرار کیا اور کہا کہ اس کا علم میرے اور صفوان کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔ آپؐ بیشک نبی برحق ہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں۔

اُدھر صفوان مکہ میں عُمیر کا منتظر بیٹھا تھا۔ اسے عُمیر کی کامیابی کا بہت گمان تھا۔ قریش سے کہا کرتا تھا کہ عنقریب تم کوئی ایسی خبر سنو گے جس سے بدر کا غم بھول جاؤ گے۔

صفوان کی مراد پوری نہ ہوئی۔ عُمیر مسلمان ہو کر لوٹا۔ علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کی اور کئی افراد کو کلمہ گو کیا۔

قریش کے سالارِ اعلیٰ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کا انتقام نہ لوں گا غسل نہ کروں گا۔ وہ دو صد سواروں کے ساتھ مدینہ پہنچا۔ شہر سے کچھ دُور ایک انصاری اور اس کے حلیف پر بس چلا تو انہیں قتل کر دیا۔ چند جھونپڑے تھے ان کو آگ لگائی اور بھاگ اٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو اس کا پیچھا کیا لیکن وہ زد سے نکل چکا تھا۔ ابوسفیان گھبراہٹ میں کچھ زادِ راہ وہیں چھوڑ گیا۔ اس میں زیادہ تر ستو تھے۔ وہ مسلمانوں نے اٹھا لیئے۔ اس واقعہ سے اس مہم کا نام غَزْوَۃُ السَّوِیق یعنی ستوؤں کی جنگ پڑا۔[1]

ابوسفیان نے قسم تو نباہی لیکن ادھوری۔ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے ابھی اسے ایڑی چوٹی کا زور لگانا تھا۔ اس کا موقع پوری تیاریوں کے ساتھ

---

[1] طبری۔ ابن ہشام۔ البدایہ والنہایہ

Marfat.com

میدانِ جنگ ہی میں میسّر آسکتا تھا۔

۲۔ کعب بن اشرف یہودی مدینہ سے چل کر مکہ آیا۔ اس نے قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ جوش انگیز شعر کہے اور قریش کے ساتھ قرارداد میں کیں[1]

۳۔ بدر کی شکست کے بعد قریش کے لئے ناممکن تھا کہ مدینہ کے قریب سے ہو کر شام جائیں۔ اب انہوں نے عراق کی راہ اختیار کی۔ اہلِ اسلام نے یہ راہ بھی مخدوش کر دی۔ غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد قریش کا ایک قافلہ عراقی سمت سے شام کو جا رہا تھا کہ زیدؓ بن حارثہ نے چھاپہ مار کر لوٹ لیا۔[2]

واقعات

جنگِ بدر سے قبل ابوسفیان نے شام کے ساتھ ایک بڑے سرمایہ کی تجارت کی تھی۔ پچاس ہزار دینار نفع ہوا تھا۔ قریش نے یہ سارا نفع جنگ کے سامان میں لگا دیا۔[3]

قریشی سپاہ کے علاوہ اس نے قرب و جوار سے اجر یافتہ سپاہی بھی بھرتی کئے[4] اس فوج میں سات سو زرہ پوش اور دو سو شاہسوار تھے۔ کمان ابوسفیان نے سنبھالی۔

فوج نے کوچ کیا تو پندرہ ہودج سوار عورتوں کا ایک دستہ بھی ساتھ تھا تاکہ میدانِ جنگ میں مردوں کی غیرت کو بھڑکا کر اُن کو قدم جمائے رکھنے پر مجبور کریں۔[5]

قریشی سپاہ مدینہ پہنچی تو غربی کنارہ سے ہو کر شہر کی شمالی سمت میں پڑاؤ ڈالا۔ اپنے جانور مدینہ کے کھیتوں میں چرنے کے لئے کھلے چھوڑ دئے۔ یہ لوگ بدھ کے روز پہنچے اور آہستہ آہستہ اُحُد کی طرف بڑھنے لگے۔ ہفتہ کے روز تک

---

[1] البدایہ والنہایہ [2] طبری ذکر غزوہ ذی قردہ۔ ابن ہشام [3] تحفۃ الناظرین شرقاوی [4] البدایہ والنہایہ
[5] ابن اثیر۔ البدایہ والنہایہ

Marfat.com

ان کے خیمے اُحُد کے میدان میں لگ گیے۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو بالخصوص وہ اصحاب جو بدر کی جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے مسرور ہوئے اور بے تابی سے چاہنے لگے کہ کفار سے جلد سامنا ہو۔

جمعہ کے روز آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ جنگ شہر کے اندر رہ کر کی جائے یا باہر نکل کر۔ بعض نوجوانوں نے بیرونِ شہر جانے کی رائے دی۔ آپؐ نے منظور فرمایا۔

انصار نے تجویز کی کہ یہود سے مدد طلب کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، ان کی حاجت نہیں[1]

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار کی جماعت تیار فرمائی۔ مستورات کو آطام یعنی گڑھیوں میں بھجوا دیا۔ نماز کے بعد مدینہ کے مشرقی کنارے سے اُحُد کی طرف روانہ ہوئے۔

رستہ میں عبداللہ بن اُبَی کے حلیف یہودیوں کا ایک دستہ مدد کو آیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا، مشرکین کے مقابلہ میں مشرکین سے مدد نہ لو۔ آپؐ نے ان یہود کو لوٹا دیا[2]

اسلامی لشکر کو رات اثنائے راہ میں آگئی۔ مقامِ شیخین میں پڑاؤ کیا۔ دوسرے دن منہ اندھیرے کوچ کیا۔ فجر کی نماز اُحُد کے دامن میں ادا کی۔ عبداللہ بن اُبَیؓ منافق کا دستہ منزلِ مقصود سے اِدھر ہی تھا کہ لوٹ آیا۔ یہ لوگ محض دکھاوے کو شامل ہوئے تھے۔ عبداللہ نے یہ بہانہ جوڑا کہ میری تجویز تھی کہ جنگ شہر کے اندر ہو۔ اس تجویز کو منظور نہیں کیا گیا اس لئے میں ساتھ کیوں دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اطلاع ملی کہ منافقین واپس چل دیے ہیں تو آپؐ نے

---

[1] البدایہ والنہایہ [2] ابن سعد

مجاہدین سے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو تم سے دُور کر دیا ہے۔ وہ تمہیں ان سے بے نیاز رکھے گا[1]

اُحُد کا لہو فام پہاڑ مدینہ کے شمال میں شرقاً غرباً بازو پھیلائے ہوئے ہے اس کا طول تقریباً چھ سات میل ہے۔ وسط میں اس کی شکل نیم دائرہ کی ہے۔ اس قوس میں گھری ہوئی ایک گھاٹی ہے۔ اسلامی لشکر نے یہیں پڑاؤ ڈالا۔

دوسرے دن ہفتہ کی صبح کو جنگ کی طرح پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لشکر کی صف بندی فرمائی۔ عقب سے امکان تھا کہ دشمن کا رسالہ اُحُد کا چکر کاٹ کر اچانک حملہ آور ہو اس لئے آپؐ نے جبلِ عَینَین پر حضرت عبداللہؓ بن جُبَیر کے تحت پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا اور حکم دیا کہ میرے اِذن کے بغیر اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا چاہے ہمیں پرندے اچک لیں اور چاہے ہم ظفر یاب ہوں[2] جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے ہمارا پلّہ بھاری رہے گا۔[3]

جبلِ عَینَین یعنی دو چشموں والا پہاڑ اُحُد کے جنوب میں وادی قنات کے جنوبی کنارہ پر ہے[4] اسے جبلِ رُماۃ یعنی تیر اندازوں کا پہاڑ بھی کہتے ہیں۔ اگر دشمن کا کوئی دستہ اُحد سے گھوم کر اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملہ کرنے کو آتا تو جبلِ عینین کے تیر انداز اس کا منہ پھیر سکتے تھے۔

دشمن کا لشکر مقابل ہوا تو اس نے بھی صف آرائی کی۔ لات کے دو سو سواروں کو دو رسالوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے جو ابھی تک شرک سے وابستہ تھے اور دوسرے عکرمہ بن ابوجہل[5]

لشکروں نے حرکت کی تو قریشی عورتوں نے ہند کی سرکردگی میں دف بجا کر یہ گیت گانا شروع کیا۔

---

[1] طبری۔ ابن سعد۔ البدایہ والنہایہ [2] البدایہ والنہایہ [3] تفسیر عثمانی بحوالہ تفسیر بغوی۔
[4] بخاری کتاب المغازی میں مذکور ہے کہ جبلِ عینین اور اُحد کے درمیان کی وادی ہے لیکن اس وادی کا نام

نقشہ جنگِ اُحُد

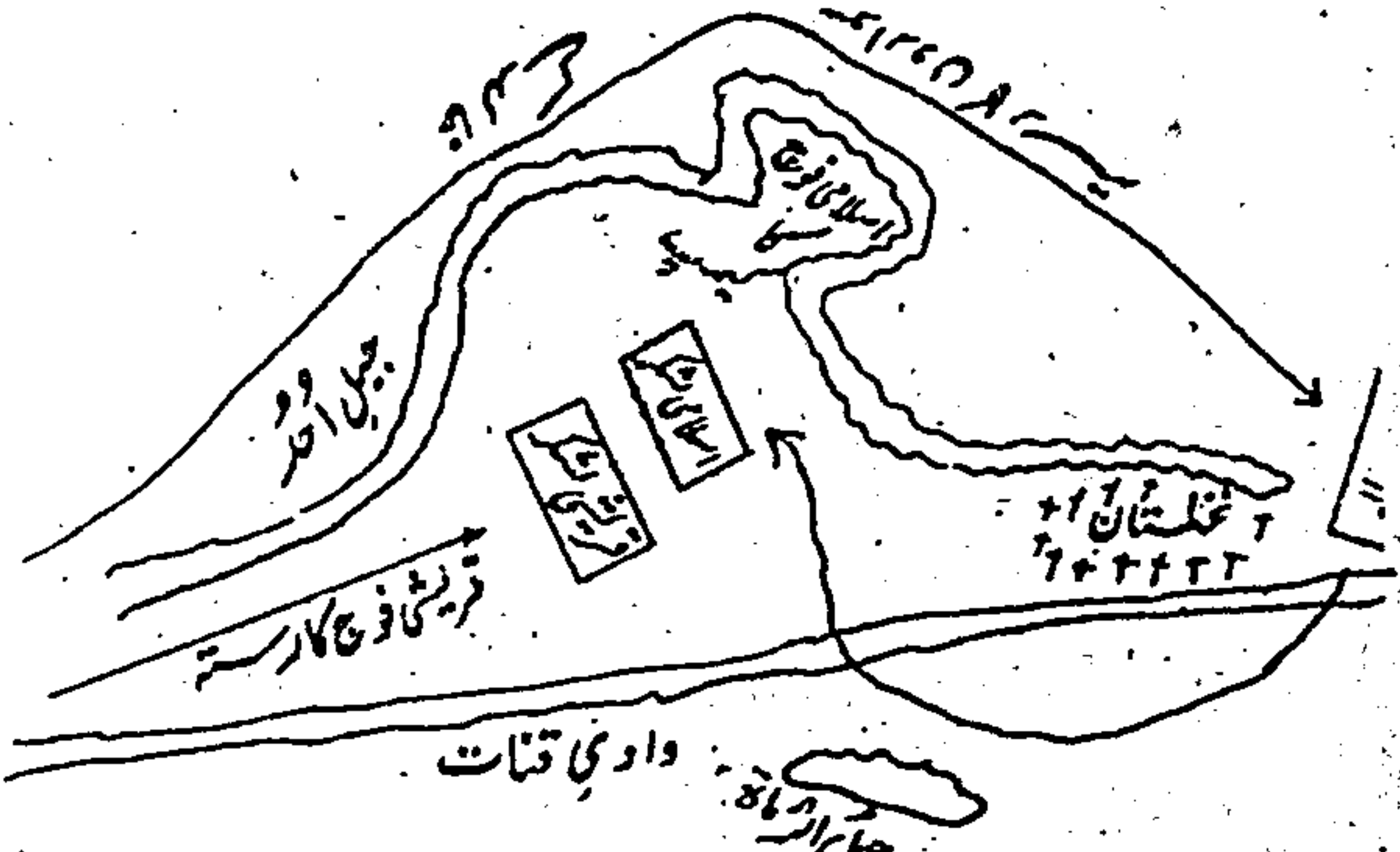

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٖ	ہم ستارۂ شب کی بیٹیاں ہیں
نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقٖ	ہم مخمل پر پاؤں رکھتی ہیں
اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقٖ	تم میدان میں بڑھو تو تمہیں گلے لگائیں گی
اِنْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقٖ	اگر تم نے پیٹھ دکھائی تو جدا ہو جائیں گی
فِرَاقُ غَیْرُ وَامِقٖ	اس جدائی میں محبت نہیں ہوگی[1]

ابتدائی مبارزت کے بعد حضرتِ خالدؓ اور حضرتِ عکرمہؓ نے اپنا اپنا رسالہ بڑھایا لیکن شکست کھا کر پلٹ گئے[2] اب پیدل لشکر ٹکرائے، حضرتِ علیؓ، حضرتِ حمزہؓ اور حضرتِ ابو دُجانہؓ نے بہادری کے یادگار نمونہ جوہر دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ آپؐ نے اُسے دکھا کر فرمایا، کون اس کا حق ادا کرے گا؟ کئی اصحابؓ لپک کر آئے لیکن نہ لی۔ حضرتِ ابو دُجانہؓ اٹھے اور سوال کیا، یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا، اس کو دشمن پر چلاتے جاؤ حتیٰ کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ عرض کیا، تو میں اس کی حامی بھرتا ہوں۔ حضورؐ نے تلوار انہیں عطا فرمائی۔ ابو دُجانہؓ نے سر پر سرخ رومال باندھا جو جنگ کے وقت ان کی علامت ہوتا تھا۔ فخر کی چال سے صفوں کے درمیان نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس چال سے ناراض ہوتا ہے لیکن ایسے موقع پر نہیں۔ ابو دُجانہؓ دشمن کی صفیں چیر گئے۔ پہاڑی کے قدموں میں پہنچے تو مکہ کی عورتیں دف بجا رہی تھیں۔ ایک نغمہ نواز ہی کر رہی تھی۔ ابو دُجانہؓ نے اس کے سر پر تلوار تولی۔ پھر روک لی۔ انہیں پسند نہ آیا کہ جنابِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ایک عورت کے خون سے آلودہ ہو[3] یہ عورت ہند تھی[4]

مجاہدین دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفوں میں اِدھر سے اُدھر دوڑ گئے۔

---

[1] طبری [2] طبری [3] طبری [4] البدایہ والنہایہ

Marfat.com

دشمن کے بیس سے زائد آدمی مارے گئے یہ مشرکین گھبرا کر بھاگے ان کی عورتیں جو عقب میں کھڑی تھیں پائنچے چڑھائے پہاڑیوں کی طرف دوڑتی نظر آئیں۔[1]

اسلامی فوج غنیمت پر جھکی۔ جبلِ عینین کے تیر انداز بھی ادھر دوڑ پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ جنگ ختم ہو چکی اب ہمارا یہاں مقیم رہنا لازم نہیں۔ ان کے سردار عبداللہ بن جبیرؓ نے بہتیرا سمجھایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ میری اجازت کے بغیر تمہیں کسی صورت جگہ نہیں چھوڑنی ہے۔ لیکن فتح کی ترنگ میں کون سنتا تھا۔ صرف بارہ افراد مقام پر جمے رہے۔[2]

خالد بن ولید تاک میں تھے۔ وہ میدان سے شکست کھا کر اسلامی لشکر کے عقب کی طرف آ گئے تھے لیکن اسلامی تیر اندازوں نے انہیں پلٹا دیا تھا۔ خالد کو اب موقع ملا۔ گھوڑوں کو ایڑ کی۔ عبداللہؓ بن جبیرؓ کے مٹھی بھر تیر انداز کیا کرتے، شہید ہو گئے۔ خالد کا تیز و تند رسالہ بے خبر مسلمانوں پر گرا۔ ان میں کھلبلی مچ گئی۔ مکہ کی بھاگتی ہوئی فوج پلٹ آئی۔ مسلمان گھر گئے۔ ان کی صفیں بکھر گئیں اور افراتفری میں لڑنے لگے۔ بعضوں نے بے خبری میں اپنے ہی آدمیوں پر تلوار چلا دی۔[3]

چار مشرکوں[4] نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع حیات گل کرنے کا عہد کیا۔ ان میں سے ایک نے آپؐ پر تلوار کا وار کیا جو خود پر پڑا۔ اس کی کڑیاں ٹوٹ کر چہرۂ مبارک میں دھنس گئیں۔ کسی نے ایک پتھر پھینکا جس سے آپؐ کا ہونٹ خمی ہوا اور ایک دانت کچھ ٹوٹ گیا۔[5]

اس اثناء میں ایک مشرک ابن قمیہؓ نے شعارِ اسلام کے علم بردار مصعبؓ بن عمیر کو شہید کر دیا۔ مصعبؓ بہت حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ کافروں نے غل مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پا گئے مسلمانوں نے ہزیمت کی راہ اختیار کی۔ بعض بڑے بڑے اولوالعزم صحابہؓ بھی

---

[1] تفسیر عثمانی [2] ابن اثیر [3] بخاری کتاب الجہاد [4] تفسیر خازن [5] ابن اثیر [6] تاریخ ابن اثیر اور صحیح بخاری میں وضاحت ہے کہ حضورؐ کا فقط ایک دانت کچھ ٹوٹا تھا۔

Marfat.com

حوصلہ چھوڑ بیٹھے۔ لیکن اس طرح کے ایسے شیدائی اب بھی موجود تھے[1] جو جانوں پر کھیل رہے تھے۔ ایسے میں حضرت حمزہؓ کو جُبیر بن مُطعم کے ایک حبشی غلام وحشی نام نے شہید کر دیا۔ جُبیر کا ایک چچا بدر کی جنگ میں مارا گیا تھا۔ وہ اس کا انتقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سے لینا چاہتا تھا۔ اس نے وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ تم نے یہ کام انجام دیا تو آزاد کر دوں گا۔ وحشی سے ہند نے بھی بہت انعام کا وعدہ کیا تھا کیونکہ ہند کے باپ عُتبہ کو حضرت حمزہؓ نے غزوۂ بدر میں ہلاک کیا تھا۔ وحشی ہنگامۂ کارزار میں حضرت حمزہؓ کی گھات میں رہا۔ حمزہؓ تلوار ہاتھ میں لئے دشمن کی صفیں اُلٹ رہے تھے کہ اس نے اوٹ میں بیٹھ کر حربہ گھمایا اور تاک کر حمزہؓ پر پھینکا جو اُن کے زیرِ ناف لگا۔ حمزہؓ دَم دے گئے۔ ہند نے ان کا پیٹ چاک کیا۔ کلیجہ نکالا اور منہ میں ڈال کر چبانے لگی۔ نگل نہ سکی اور اُگل دیا۔ اس نے شہداء کے ناک کان کاٹے اور ان کے ہار اور خلخال بنا کر پہنے۔ اپنے سونے کے ہار اور خلخال وحشی کو بخش دئے۔ پھر ایک اونچی پہاڑی پر جا کر بلند آواز سے فتح کا گیت الاپنے لگی۔[2]

اہلِ اسلام کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر نہ تھی۔ کعبؓ بن مالک نے آپؐ کو ڈھونڈ لیا اور پکارے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں۔ صحابہؓ نے اس طرف سمٹنا شروع کیا۔ تیس جاں باز جمع ہو گئے۔ دشمن نے سُنا تو اس نے بھی سارا زور اِدھر کو پھیر دیا۔[3] یہ نہایت اضطراب اور ابتلاء کا وقت تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت نے عین اس موقع پر عجیب طور سے ظہور کیا۔ بعض مجاہدین پر اچانک اونگھ طاری کر دی۔ کھڑے کھڑے سو گئے۔ آنکھ کھلی تو تازہ دم تھے اور دل سکون سے لبریز تھے۔[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ کے حصار میں ہو کر پہاڑی کا رخ کیا۔ دشمن دیوانہ وار حملے کر رہا تھا۔ آپؐ کے ساتھی جان پر کھیل کر ان حملوں کا منہ موڑ رہے تھے۔ بعض

---

[1] طبری۔ تفسیر خازن [2] طبری۔ بخاری [3] طبری تفسیر خازن [4] آلِ عمران آیت ۱۵۴

اصحابؓ اس جدوجہد میں شہادت پا گئے۔ حضرت اُمِّ عمارہ ایک صحابیہ پانی پلانے آئی تھیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچاؤ کے لیے جان سپر کر دی اور زخمی ہو گئیں۔ حضرت طلحہؓ نے ہاتھ پر تیر روکے۔ یہ ہاتھ شل ہو گیا[1]

ایک مشرک اُبَی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ یہ شخص مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قسم کھا کر کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے ہر روز جوار کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپؐ کو قتل کروں گا۔ اب اُبَیؓ کو قسم پوری کرنے کا موقع نظر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ کیا۔ آپؐ کے ہمراہیوں نے اسے روکنا چاہا۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں اسے آنے دو۔ اُبَیؓ لوہے میں غرق تھا۔ آپؐ نے ایک صحابی سے برچھا لیا اور تاک کر اس کی ہنسلی پر پھینکا۔ اُبَیؓ کو ہلکا سا زخم آیا۔ خون تک نہ بہا۔ تاہم وہ گھوڑے سے نیچے لڑھکا اور بیل کی طرح ڈکرانے لگا۔ ساتھیوں نے کہا عبث دہاڑتے ہو حالانکہ تمہیں فقط خراش آئی ہے۔ اُبَیؓ نے جواب دیا، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں کہا تھا کہ میں تمہیں ہلاک کروں گا۔ واللہ آپؐ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو مر جاتا۔ اگر مُضَر و رَبیعہ بھی ہوتے تو آپؐ ان سب کو ہلاک کر دیتے۔ اُبَیؓ واپسی کے سفر میں اسی زخم سے مر گیا[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا۔ یہ پہاڑی اسلامی لشکر کے پڑاؤ والی گھاٹی کے دہانہ پر تھی۔ ایک جگہ بلندی کچھ زیادہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر دو زرہیں تھیں۔ آپؐ ان کے بوجھ سے چڑھ نہ سکے۔ آپؐ کی فرمائش پر حضرتِ طلحہؓ اس بلندی سے متصل ہو کر بیٹھے۔ آپؐ نے ان کی پشت پر قدم رکھا اور اوپر تشریف لے گئے[3] پہاڑی پر چند صحابہ پہلے سے موجود تھے ان میں سے ایک صاحب نے آپؐ کو مخالفین میں

---

[1] طبری۔ البدایہ والنہایہ۔ بخاری [2] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۳ و ۲۴ و ۲۵

[3] ترمذی ابواب الجہاد۔

Marfat.com

سے سمجھا اور تیر چلّہ پر چڑھا کر آپؐ پر پھینکنا چاہا۔ آپؐ نے پکار کر فرمایا، میں رسول اللہ ہوں۔ سب نے پہچانا اور دل شاد ہوئے[1]

ابوسفیان نے تعاقب کیا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ صحابہؓ نے پتھر برسا کر اسے پلٹا دیا۔ اس کے بعد لڑائی تھم گئی[2]

ابوسفیان سامنے کی ایک پہاڑی پر چڑھا اور بلند آواز سے پکارا، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ کوئی جواب نہ آیا تو پھر آواز دی۔ تین بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پکارا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پوچھا۔ کوئی جواب نہ پایا تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا، سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور آپ بول اٹھے، اے دشمنِ خدا۔ تیرے پہلو کے خارا بھی[3] سالم ہیں۔ ابوسفیان بولا، آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی تو ڈول کے مانند ہے تم اپنے شہیدوں کے اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن برا بھی نہیں مانا۔ پھر وہ رجز پڑھنے لگا۔ اُعْلُ هُبَل اُعْلُ هُبَل (اے ہُبل اونچا رہ۔ اے ہُبل اونچا رہ) صحابہؓ نے جواب دیا: اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ پھر اُس نے کہا: لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُم (ہماری دیوی عُزّٰی ہے اور تمہاری عُزّٰی نہیں) صحابہؓ نے پکار کر کہا: اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ (اللہ ہمارا مولا ہے۔ تمہارا کوئی مولا نہیں)[4]

مشرکین نے سامان باندھا اور فوراً مکّہ کی طرف چل دئے۔ ابوسفیان نے جاتے ہوئے پکار کر کہا، اگلے برس پھر بدر میں جنگ ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے کہلوایا کہ بہتر، یہ تمہارے اور ہمارے درمیان پختہ عہد ہے[5]

---

[1] البدایہ والنہایہ [2] طبری [3] یعنی کنوئیں کا ڈول کبھی ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے۔ اسی طرح جنگ کی فتح بھی کبھی ایک فریق کی ہوتی ہے کبھی دوسرے کی [4] بخاری البدایہ والنہایہ۔ [5] طبری۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ علیؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور فرمایا، کہ دیکھو یہ لوگ مکہ جاتے ہیں یا دوبارہ حملہ کرنے کی سوچتے ہیں۔ اگر یہ واپس آئیں تو میں آگے بڑھ کر ان کا خوب مقابلہ کروں گا۔ حضرت علیؓ نے آکر بتایا کہ وہ رخصت ہو رہے ہیں [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چہرۂ مبارک پر زخم آئے تھے۔ دشمن سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے چہرۂ مبارک سے خون دھویا اور چٹائی جلا کر زخم میں بھر دی [2] پچھتر مسلمان شہید ہوئے۔ کفن کی کمی تھی۔ دو دو تین تین شہداء کو ایک کفن میں لپیٹ کر اکٹھا دفن کیا گیا۔

مشرکین مدینہ سے کچھ آگے روحاء کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان کو خیال آیا کہ مسلمانوں کے سردار سب موجود ہیں۔ ہمیں ان کا قصہ تمام کرنا چاہیے۔ اس نے لشکر لے کر مدینہ پر پلٹنے کا ارادہ کیا [3] ادھر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کی ہمت توڑنے کے لئے ایک فوری تدبیر کی۔ ستر مجاہدین کو حکم دیا کہ دشمن کا تعاقب کریں [4] بعد میں خود بھی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ مدینہ سے آٹھ میل دور حمراءُ الاسد کے مقام پر قیام فرمایا۔ ابوسفیان کو اطلاع ملی تو گھبرایا کہ ان جان پر کھیلنے والوں سے بچ نکلنا آسان نہیں۔ فوراً کوچ کیا اور سیدھے مکہ میں جا کر دم لیا [5]

ایک صحابیہؓ کا بھائی، باپ اور خاوند جنگِ اُحد میں شہادت پا گئے تھے۔ لشکرِ اسلام مدینہ کو لوٹا تو اُسے خبر دی گئی۔ اُس نے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا، اللہ کا شکر ہے، عافیت میں ہیں۔ صحابیہؓ بولیں، مجھے دکھاؤ حضورؐ کہاں ہیں۔ اس کو اشارے سے بتایا گیا۔ وہ دیکھ کر کہہ اٹھیں

---

[1] بخاری کتاب الوضوء [2] ترمذی کتاب الجنائز [3] طبری۔ البدایہ والنہایہ [4] بخاری کتاب المغازی
[5] طبری ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضورؐ رایت وار کے روز لشکر لے کر گئے۔

Marfat.com

آپؐ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت آسان ہے[1]

جنگِ اُحُد کے نتائج و اثرات

(۱) اس جنگ میں اگرچہ اہلِ اسلام کے جانی نقصان کا پلڑا بہت بھاری تھا لیکن جنگ بغیر فتح و شکست کے نتیجہ کے ختم ہوئی۔ آج تک یہ بتانا مشکل ہے کہ مشرکین اس قدر جانی نقصان پہنچا کر بھی کیوں اتنی عجلت سے میدان چھوڑ گئے[2] مشرکین کے فوراً رخصت ہونے کی غالباً یہ وجہ تھی کہ انہوں نے اسی کو غنیمت جانا کہ بدر کا سا حشر نہیں ہوا اور فی الحال جانوں کے ساتھ شرم بھی بچ گئی۔

قریش فتح کے ارمان لے کر آئے تھے لیکن یہ ارمان تشنہ ہی رہ گئے۔ ابھی دو ٹوک فیصلہ باقی تھا۔ اس لئے ابوسفیان اگلے برس کے لئے پھر جنگ کا اعلان کر گیا تھا۔ الغرض یہ جنگ ایک اور جنگ کا پیش خیمہ تھی۔

(۲) اسلامی تیر اندازوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے غفلت کی اور اپنا مقام چھوڑ کر نہ صرف ہاتھ میں آئی ہوئی فتح گنوا دی بلکہ کئی بیش بہا زندگیوں کے نقصان کا بھی سبب بنے۔ آئندہ کے لئے ایک سبق مل گیا کہ آپؐ کے حکم کی بجا آوری میں قطعاً کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

(۳) منافقین کا بھرم کھل گیا۔ وہ علی الاعلان رسوا ہوئے۔ مسلمان ان کی طرف سے چوکنے ہو گئے۔

(۴) بدر کی فتح دیکھ کر مدینہ کے یہود اسلام کی طرف کچھ مائل ہو گئے تھے۔ اُحُد کے بعد ان کے دل اُلٹا اور سخت ہو گئے بلکہ ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو زک دینے کی ٹھانی[3] ان کے دل کے بھید آشکارا ہو گئے۔

(۵) عرب قبائل نے خیال کیا کہ اہلِ اسلام کمزور پڑ گئے ہیں۔ وہ قبائل بھی جن کی

---

[1] طبری — البدایۃ والنہایۃ [2] تفسیر عثمانی۔

Marfat.com

کوئی خاص عسکری قوت نہ تھی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے درپے ہوئے۔ وہ دوبدو جنگ کے قابل نہ تھے اس لئے دغا و فریب کی راہ اختیار کی۔ اس سلسلہ میں غزوۂ الرجیع اور سریۂ بئر معونہ کے المناک حادثے پیش آئے۔

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ

اور — ہے مدد دی ۔ تمہیں میں بدر حالانکہ

اور اللہ نے تمہیں بدر کے میدان میں مدد دی حالانکہ

اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

تم کمزور پس ڈرو اللہ تاکہ تم

تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم اس کا

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

تم اس کا شکر ادا کرو گے

شکر ادا کرو۔

ذَلِیْل کے اصل معنی ہیں دوسرے کے مقابلہ میں کمزور۔ یہ لفظ اکثر مغلوب کے معنی دیتا ہے لیکن یہاں "مقابلہ میں کمزور" مراد ہے۔ یہ کمزوری فقط ظاہری تھی یعنی مسلمان تعداد اور سامان میں کم تھے لیکن دل کے کمزور نہ تھے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ

جب تو کہتا (تھا) — نے مؤمنین کیا نہ کافی ہوگا تمہیں

(اے نبی!) جب آپؐ مومنوں سے کہتے تھے (کہ) کیا تمہیں کافی نہ ہوگا

ف تفسیر عثمانی

Marfat.com

أَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

کہ مدد دے تمہیں رب تمہارا ساتھ تین ہزار

کہ تمہارا رب تمہیں مدد دے (آسمان سے) تین ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى

سے فرشتے اتارے ہوئے کیوں نہیں!

اتارے ہوئے فرشتوں سے کیوں نہیں؟

اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ

اگر تم صبر کرو — اور تم تقوٰی رکھو اور آئیں وہ تم پر

اگر تم صبر کرو اور تقوٰی رکھو اور (اگر) وہ

مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

سے جوش ان کا یہ مدد دے تمہیں

تم پر اسی جوش سے حملہ آور ہوں (تو) تمہارا رب تمہیں

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

رب تمہارا ساتھ پانچ ہزار سے فرشتے

مدد دے گا پانچ ہزار نشان والے فرشتوں

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

نشان والے

سے

كَفٰى کافی ہوا يَكْفِيْ کافی ہوگا لَنْ يَّكْفِيَ کافی نہ ہوگا
مَدَّ یا اَمَدَّ مدد دی يُمِدُّ مضارع ہے نُمِدُّ مضارع کی نصبی اور يُمْدِدُ جزمی حالت ہے۔
سَوَّمَ اس نے نشان لگایا مُسَوِّم نشان لگانے والا۔ مراد یہ کہ فرشتوں نے اپنی علامتیں مقرر کر رکھی تھیں۔ سَوِمَة یا سِیما کے معنی علامت ہیں۔

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

اور نہ بنایا اسے اللہ مگر خوش خبری لئے تمہارے

اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر (صرف) بشارت تمہارے لئے

وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَ مَا

اور تاکہ مطمئن ہوں دل تمہارے ساتھ اس کے . اور نہیں

اور تاکہ تمہارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہوں اور

النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۱۲۶﴾

مدد مگر سے پاس اللہ غلبہ والا حکمت والا

مدد نہیں. مگر (صرف) اللہ کے پاس سے (جو کہ ہے) غلبہ والا (اور) حکمت والا

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

تاکہ کاٹ دے حصہ سے جو کافر ہوئے وہ

تاکہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ ڈالے

Marfat.com

أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿۱۲۷﴾

یا منہ کے بل گرائیگا انہیں پھر وہ بدل جائیں نامراد

یا پھر انہیں منہ کے بل گرائے اور وہ نامراد ہو جائیں

اِطْمَأَنَّ وہ مطمئن ہوا یَطْمَئِنُّ مطمئن ہوتا ہے۔ یَقْطَعُ کاٹتا ہے۔
لِ نے اسے نصب دی ہے کَبَتَ منہ کے بل گرایا۔ لعنت کی۔ غمزدہ کیا۔ خَابَ وہ
نامراد ہوا خَائِبٌ نامراد

تفسیر آیت ۱۲۳ —— ۱۲۷

دیکھو تفسیر آیت ۱۲۳

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

نہیں لئے تیرے سے سررشتۂ کار کچھ

(اے نبی!) آپؐ کا امر میں کچھ نہیں

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ

یا پھر متوجہ ہو ان پر یا عذاب دے انہیں

(اللہ) یا ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے

فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلَّهِ مَا

تو یقیناً وہ ظالم اور لئے اللہ جو

تو یقیناً وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ کا ہے جو

Marfat.com

فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ مَا فِي	الْاَرْضِ
میں	آسمان	اور جو	میں زمین
آسمانوں میں ہے		اور جو	زمین میں ہے
يَغْفِرُ	لِمَنْ يَّشَآءُ	وَ يُعَذِّبُ	
وہ بخشتا ہے	لئے جو	وہ چاہتا ہے	اور عذاب دیتا ہے
وہ جسے چاہے بخشتا ہے		اور جسے چاہے	
مَنْ يَّشَآءُ ؕ	وَ اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳ ۱۴
جسے وہ چاہتا ہے -	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا
عذاب دیتا ہے	اور اللہ بخشنے والا ہے		رحم کرنے والا ہے

تَوبۃ (پلٹنا) بندے کی طرف سے ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا۔ توبہ اللہ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا دوبارہ توجہ یا التفات کرنا۔ توبہ قبول کرنا۔

اَوْ يَتُوْبَ کا نظم سابقہ آیت میں اَوْ يَكْبِتَهُمْ سے مسلسل ہے۔ يَتُوْبَ کی حالتِ نصبی سابقہ آیت میں لِيَقْطَعَ کے لام کی وجہ سے ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۸ — ۱۲۹

امرِ الٰہی میں کوئی شریک نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توجہ دلائی ہے، کہ اَمْر یعنی سب کاموں کا سررشتہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ اپنے امر میں

Marfat.com

کسی کو شریک نہیں کرتا۔

کافروں کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اُن کے ساتھ مناسب سلوک کرے گا۔ آپؐ ان کے لئے مغفرت نہ مانگیں اور نہ ذاتی رنجش کی وجہ سے ناراض ہو کر اُنہیں بد دعا دیں۔ ان کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اُحد کی جنگ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا اور خون بہنے لگا تو آپؐ نے خون پونچھتے ہوئے فرمایا، جن لوگوں نے اپنے نبیؐ کو زخمی کیا اور اس کا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف بلا رہا ہے وہ کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ لیکن اس کا مطلب بہر حال عام ہے۔ کسی خاص واقعہ میں منحصر نہیں رکھا جا سکتا۔

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ	آمَنُوا	لَا تَأْكُلُوا
اے	جو	ایمان لائے	نہ کھاؤ
اے ایمان والو!			نہ کھاؤ

الرِّبَا	أَضْعَافًا	مُضَاعَفَةً	
سود	کئی گنا	بڑھایا ہوا	
سود کئی گنا بڑھایا ہوا			

وَاتَّقُوا	اللَّهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُونَ	﴿١٣٠﴾
اور ڈرو	اللہ	تاکہ تم	فلاح پاؤ	
اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ				

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾

اور ڈرو آگ جو تیار کی گئی لئے کافرین

اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

اَکَلَ اس نے کھایا یَاْکُلُ وہ کھاتا ہے لَاتَاْکُلُوْا تم مت کھاؤ ضِعْف برابر دو یا دو سے زیادہ گنا اَضْعَاف کئی گنا ضَاعَفَ باہم بڑھایا ہوا اس سے مُضَاعَف مفعول ہے یعنی باہم بڑھایا ہوا اَفْلَحَ اس نے فلاح پائی تُفْلِحُوْنَ تم فلاح پاؤ گے۔

اَعَدَّ اس نے تیار کیا اُعِدَّ وہ تیار کیا گیا اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی۔

تفسیر آیت ۱۳۰ —— ۱۳۱

سُود کی حُرمت

عرب میں سود کا عام رواج تھا۔ قرض ادا کرنے کی میعاد آتی اور قرض دار قرض یا سود کی رقم ادا نہ کر سکتا تو سود کو اصل رقم میں شامل کر دیتے تھے۔ اس طرح سود در سود کی رقم تیزی سے بڑھتی جاتی تھی۔ اسے آیت ۱۳۰ میں اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً کہا گیا ہے۔

قرآنِ حکیم کی دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ سود در سود ہی نہیں ہر قسم کا سود حرام ہے۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر کے قریب جا پہنچتا ہے۔

سود نہایت سنگدلانہ حرکت ہے۔ اسلام اس کو بیخ و بُن سے اُکھاڑنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابل سخاوت، قرضِ حسنہ اور مالی ایثار کی تعلیم دیتا ہے۔

عربی میں سود کے لئے رِبٰو کا لفظ آتا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں، زیادتی لیکن فقہ میں ربا سے مراد ہے کسی ایسی چیز کے بدلہ میں جس کا وزن ناپ یا شمار

Marfat.com

ہو سکے اس کی ہم جنس چیز مفت میں بڑھا کر لینا۔ رِبا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو عرفِ عام کا سود ہے، سادہ ہو چاہے سود در سود۔ اس کو رِبا النَّسِیئَۃ یعنی ادھار کا سود کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم جنس چیزوں کا آپس میں اس طرح مبادلہ کیا جائے کہ ان میں سے ایک کی جنس عمدہ تر ہو یا اس کا وزن دوسری سے زیادہ ہو۔ اسے رِبا الْفَضْلِ کہتے ہیں۔ یہ بھی لوٹ کھسوٹ کا بہانہ ہو سکتا ہے، اس لئے حرام قرار دیا گیا۔

رِبا یا سود کی اصل روح یہ ہے کہ اس میں آدمی بغیر کسی محنت کے یا نقصان کی ذمہ داری کے اپنا سرمایہ دے کر دوسرے آدمی سے نفع لیتا ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کسی کے ساتھ تجارت میں شرکت کی ہے تو نفع کے ہمراہ نقصان میں بھی برابر کا شریک ہونا چاہیے ورنہ آمدن رِبو کی تعریف میں آئے گی اور حرام ٹھہرے گی۔

اسلام سے قبل عربوں میں سودی کاروبار عام تھا۔ قریش کے بعض امراء سود کا بہت وسیع کاروبار کرتے تھے۔ یہودِ مدینہ کے سودی قرضوں کا جال سارے حجاز میں پھیلا ہوا تھا۔ مدینہ کے اکثر لوگ ان کے مقروض تھے اور ان کے رحم و کرم پر غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔

عرب کے سرمایہ داروں کو جب سود خوری سے منع کیا جاتا تو وہ کہتے اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا یعنی تجارت اور سود ایک چیز ہیں۔ جب تجارت میں گناہ نہیں تو سود میں کیا خرابی ہے۔

بعض خرابیاں اس قدر گہری اور پوشیدہ ہوتی ہیں کہ اُن کے تباہی خیز اثرات ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وقت تک یہ اثرات اتنی جڑیں پھیلا چکے ہوتے ہیں کہ ان پر قابو پانا اور قوم کو تباہی سے بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ سود بھی یہی حال ہے۔ بہ ظاہر یہ تجارت کی ایک سیدھی سادہ اور بے ضرر نوع ہے اس کی ہلاکت آفرینیوں تک بہت کم لوگوں کی نگاہ پہنچ سکتی ہے۔ اس لئے

Marfat.com

بعض لوگ ایسے حرام ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں مصلحت کا پہلو ڈھونڈنا اور جب تک یہ پہلو نظر نہ آئے حکم ماننے سے انکار کر دینا اصحابِ ایمان کا شیوہ نہیں۔ لہٰذا سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں سود سے منع فرمایا ہے وہاں اس کے اقتصادی پہلوؤں پر کوئی بحث نہیں کی۔ صرف عام نوعیت کی دو خرابیاں بتا دیں۔ یعنی:

(۱) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے شیطان نے انہیں چھو کر بدرفتار کر دیا ہو۔

مراد یہ کہ ان کے ذہنوں سے اچھائی اور برائی کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ ان کا ہر قدم برائی کی طرف جاتا ہے۔ جو لوگ اتنی عقل نہیں رکھتے کہ ہمدردی اور خوں خواری میں کیا فرق ہے اُن سے اور کسی تمیز اور قوتِ فیصلہ کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

سود کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ انسان کو سنگدل کر دیتا ہے۔ سود خواروں کی سنگدلی تاریخ کی عدالت میں ثابت ہے۔ اس کے برعکس اسلام رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ مراد یہ کہ سود خور قوم کا اقتصادی ڈھانچہ آخر تباہ ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں میں مالی ایثار کا جذبہ پایا جائے۔ ان کی صنعت، تجارت اور دیگر کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سود خوار کو غموں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور ان کے برخلاف سخاوت شعار لوگوں کو فراخ دل، کشادہ طبع اور خوش حال رکھتا ہے۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

اور اطاعت کرو اللہ اور رسول تاکہ تم

اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی تاکہ تم

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى

تم پر رحم کیا جائے اور سُرعت سے بڑھو طرف

پر رحم کیا جائے اور تیزی سے بڑھو بخشش کی طرف

مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا

بخشش سے رب تمہارا اور جنّت چوڑائی اس کی

(جو ہے) تمہارے رب کی طرف سے اور جنّت (کی طرف) جس کی

السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

آسمان اور زمین تیار کی گئی لئے ڈر رکھنے والے

چوڑائی ہے آسمان اور زمین تیار کی گئی ہے ڈر رکھنے والوں کے لئے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ

جو خرچ کرتے ہیں میں آسانی

جو خرچ کرتے ہیں آسانی میں

وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

اور تنگی اور دبانے والے غصّہ

اور تنگی میں (بھی) اور غصّہ دبانے والے

وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ

اور درگزر کرنے والے سے لوگ اور اللہ

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ

Marfat.com

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِيْنَ

چاہتا ہے احسان کرنے والے اور جو

احسان کرنے والوں کو چاہتا ہے: اور (ان کے لئے) جو

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا

جب کام کیا انہوں نے قبیح بات[1] یا ظلم کیا انہوں نے

جب کوئی قبیح بات کر بیٹھے یا اپنی جانوں پر

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

جانیں ان کی یاد کیا انہوں نے اللہ پھر مغفرت مانگی

ظلم کر بیٹھے (تو) انہوں نے اللہ کو یاد کیا (اور) پھر اپنے گناہوں

لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ

لئے گناہ ان کے اور کون بخشتا ہے گناہ

کے لئے مغفرت مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں

اِلَّا اللّٰهُ ۖ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى

مگر اللہ اور نہ اصرار کیا انہوں نے پر

کو بخشتا ہے اور انہوں نے ضد نہ کی اس پر جو

مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

جو کیا انہوں نے اور وہ جانتے ہیں

کر بیٹھے اور وہ جانتے ہیں۔

[1] قول یا فعل

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ		مَّغْفِرَةٌ
وہ - یہ	جزاء	ان کی	مغفرت
یہ (لوگ ہیں کہ)	ان کی جزاء ہے اُن کے رب		
مِّنْ رَّبِّهِمْ	وَ جَنّٰتٌ		تَجْرِيْ
سے رب	اُن کا اور	باغ	بہتی ہیں
کی طرف سے مغفرت	اور باغ جن کے		
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ؕ	
نیچے	اس کے نہریں	مقیم	ان میں
نیچے نہریں بہتی ہیں	وہ مقیم رہیں گے ان میں		
وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ؕ			
اور خوب	اجر	عمل کرنے والے	
اور عمل کرنے والوں کے لئے خوب اجر ہے۔			

كَظَمَ اُس نے دبایا۔ ضبط کیا۔ اس کے اصل معنی ہیں دروازہ، نہر یا بھری ہوئی مشک کا منہ بند کرنا۔ مراد ہے غصہ میں لبریز ہونے کے باوجود اپنے پر قابو رکھنا۔ کَاظِمِیْنَ اسم فاعل ہے۔

فُحش: قبح۔ حد سے نکلنا۔ فَاحِشَة قبیح قول یا فعل، وہ کام جو اللہ کے حکم سے باہر ہے، بے حیائی کا کام۔ اَصَرَّ اس نے اصرار کیا۔ لَمْ يُصِرُّوْا انہوں نے اصرار نہ کیا، اس پر ضد نہ باندھ لی۔ تَحْتُ یا مِنْ تَحْتُ نیچے۔

تفسیر آیت ۱۳۲ — ۶

احسان

اِن آیات میں اہلِ اسلام کو مندرجۂ ذیل باتوں کی تلقین کی گئی ہے:

(۱) اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔

(۲) تقویٰ رکھو۔

(۳) تنگی ہو یا آسانی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں حسبِ توفیق کچھ مالی ایثار کرتے رہو۔ دن بھر کی محنت کے بعد اگر تھوڑی سی مزدوری بھی ملے تو اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخی آدمی اللہ کے لوگوں کے اور جنّت کے قریب ہوتا ہے۔ وہ دوزخ سے دُور رہتا ہے۔ بخیل آدمی اللہ سے لوگوں سے اور جنّت سے دُور ہوتا ہے۔ وہ آگ کے قریب رہتا ہے۔ جاہل و سخی (شخص) بخیل عابد کے مقابلہ میں اللہ کو عزیز ہوتا ہے۔ (خازن بحوالہ ترمذی)

(۴) غصہ آجائے تو دبانے کی کوشش کرو۔ ایذاء رساں آدمیوں سے جہاں تک ہو سکے درگزر کرو۔

مندرجۂ بالا اعمال کو اللہ تعالیٰ احسان کا نام دیتا ہے۔ احسان کا مادہ حُسن ہے۔ احسان اس کام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی نگاہ میں بہت پسندیدہ اور مرغوب ہو۔

(۵) اگر کسی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو نیک لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور آئندہ گناہوں سے بچ کر رہنے کا عزم کرتے ہیں۔ اسے قرآنِ حکیم نے توبہ کا نام دیا ہے۔

Marfat.com

توبہ

گناہ انسانی فطرت کے آئینہ کو داغدار کرتے ہیں اور نیکی اسے صیقل کرتی ہے آئینۂ فطرت کا جوہر چونکہ پاکیزہ ہے اس لئے بنیادی طور پر اس کی رغبت نیکی سے ہے اور برائی کے مقابلہ میں نیکی کا اثر زیادہ سرعت سے قبول کرتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس سے کوئی برائی واقع ہو جائے تو نجات سے مایوس نہ ہو۔ وہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور نیکی کی طرف جھک جائے تو اس کے سب گناہ مٹ سکتے ہیں اور اس کے آئینۂ اخلاق کا زنگار اُکھڑ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل کا اندازہ نیت کے پیمانہ سے ہوتا ہے۔ نیت جتنی قوی ہو گی عمل اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اتنا وزنی ہو گا۔ اگر کسی نے صدقِ دل سے جہاد کی تمنا کی لیکن اسے موقع نہ مل سکا تو جب بھی جہاد کا ثواب اس کے حساب میں لکھا جائے گا۔ توبہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔

حدیثِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسے ایک شخص جو دشت میں تھا کہ اس کی سواری بھاگ گئی۔ اس پر کھانے پینے کا سامان تھا۔ وہ مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں پڑ گیا اور اس کی سواری اچانک لوٹ آئی[1]

گناہ کے بعد ندامت ہو اور خلوص دل سے ایک آنسو بھی ٹپک پڑے تو یہ آنسو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والے کا آگ میں جانا ایسا ہی محال ہے جیسے دودھ کا پلٹ کر تھنوں میں جانا[2] حدیثِ قدسی ہے کہ اے ابنِ آدم جب تو نے مجھے پکارا اور مجھ سے اچھی امید رکھی تو میں تیری بخشش کروں گا چاہے تجھ سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو۔ اے ابنِ آدم مجھے پروا نہیں چاہے تیرے گناہ آسمان

---

[1] ریاض الصالحین باب التوبہ [2] ریاض الصالحین باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ

کے بادلوں تک جا پہنچیں اور تو نے مغفرت مانگی تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابنِ آدم تو زمین کو اپنی خطاؤں سے بھر کر بھی میرے پاس آئے اور مجھے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں زمین کو مغفرت سے بھر کر تیری طرف لوٹوں گا۔ (اربعین نووی)

توبہ کے لغوی معنی ہیں لوٹنا یعنی آدمی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہٹ جائے تو پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا۔ انسان جب اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف التفات کرتا ہے۔ اس التفاتِ الٰہی کو بھی توبہ کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ توّاب کہلاتا ہے۔

مومن کی توبہ اللہ تعالیٰ فوراً قبول کرتا ہے بشرطیکہ

(۱) گناہ پر سچی ندامت ہو۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ○ (اے ایمان والو! اللہ کی طرف اخلاص سے لوٹو)

(۶۶:۸)

(۲) آدمی گناہ سے کٹ جائے۔

(۳) آئندہ برائی سے بچنے کا پختہ عزم ہو۔ محض زبان کی توبہ مقبول نہیں جب تک نیک بننے کی پوری کوشش نہ کی جائے۔

برائی علانیہ کی ہے تو توبہ بھی علانیہ کرے اور اگر پوشیدہ کی ہے تو پوشیدہ توبہ کرے۔ بدی کا چرچا کرنا درست نہیں۔

ایک صحابیؓ سے کوئی گناہ سرزد ہوا جس کی قانون میں گرفت نہ تھی۔ وہ نادم ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے سزا دیجیے آپؐ خاموش رہے۔ نماز کا وقت ہوا۔ صحابیؓ نے حضورؐ کے ہمراہ نماز ادا کی اور دوبارہ اپنی درخواست پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ بولے، ہاں۔ فرمایا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ بخش دیا۔ دوبارہ نہ کرنا۔ لہ

لہ ریاض الصالحین

Marfat.com

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ

گزری ہیں سے پہلے تم طریقے۔ دستور

تم سے پہلے (بھی جزا کے کچھ) طریقے گزر چکے ہیں

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ

تو چلو میں زمین پھر دیکھو کیسا

تو زمین میں سیاحت کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا

ہوا انجام جھٹلانے والے یہ

والوں کا کیسا انجام ہوا یہ

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

وضاحت لئے لوگ اور ہدایت اور نصیحت

وضاحت ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾

لئے ڈر رکھنے والے

ڈر رکھنے والوں کے لئے۔

خَلَتْ چلا گیا۔ گزر گیا خَلَتْ مؤنث کا صیغہ ہے۔
سُنَنٌ جمع ہے سُنَّةٌ کی۔ سنّت کے معنی ہیں رستہ۔ طریقہ۔ بعض نے آیات بالا میں سُنَن کے معنی واقعات یا جماعتیں بھی لکھی ہیں۔

Marfat.com

سَارَ وہ چلا، روانہ ہوا۔ سِرُ تُو چل، روانہ ہو، سیاحت کر۔ سِیْرُوْا یہاں مراد ہے، سیاحت کرو۔ اس سے سَیْر اور سَیْرَۃ مصدر ہیں۔

تفسیر آیت ۱۳۷ — ۱۳۸

سرکشوں کا انجام

دنیا میں عاد و ثمود اور قوم فرعون وغیرہ نے قوت و حشمت کا خوب ڈنکا بجایا۔ طاقت کے نشہ میں بدمست ہو کر اللہ تعالیٰ کے باغی ہو گئے لیکن نہایت عبرت ناک طریقے سے مٹا دئے گئے۔ عاد و ثمود کے پرشوکت تمدن کے کھنڈر آج ریت کی گہرائیوں میں ڈھونڈے جا رہے ہیں۔ فرعونوں کی لاشیں سامانِ تماشا ہیں۔

کفر اور سرکشی کا انجام تباہی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ دنیا کی سیاحت کرو اور عاد و ثمود اور فراعنہ وغیرہ کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرو (آیت ۱۳۷) ان آثار کو اگر آدمی چشمِ دل کھول کر دیکھے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو تو قرآنِ حکیم کے ارشادات مزید واضح ہوتے ہیں۔ ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل ہوتی ہے (دیکھو آیت ۱۳۸)

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ

اور	مت کمزور پڑو	اور	نہ غم کرو	اور	تم

اور کمزور نہ پڑو اور غم نہ کرو اور اگر تم

Marfat.com

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

بلند اگر تم ہوئے۔ ایمان والے

واقعی مؤمن ہو تو تم بلند ہو گے

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ

اگر چھوئے تمہیں زخم تو ہے چھوا لوگ زخم

اگر تمہیں زخم نے چھوا ہے تو اس کے مانند زخم نے (تم سے پہلے) لوگوں

مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ

مانند اس کے اور وہ - یہ دن

کو چھوا ہے اور یہ دن ہیں

نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَ

ہم منتقل کرتے ہیں انہیں درمیان لوگ اور

ہم (جنہیں) لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں اور

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تاکہ جانچ لے اللہ جو ایمان لائے

تاکہ اللہ جانچ لے انہیں جو ایمان لائے

وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

اور لے تم سے شہید ہونے والے

اور تم سے شہید ہونے والوں کو قبول کرے

Marfat.com

وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ

اور اللہ نہیں وہ چاہتا ظلم کرنے والے اور

اور اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا اور

لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تاکہ نکھار دے[1] اللہ جو وہ ایمان لائے

تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نکھار دے

وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ

اور مٹائے کفر کرنے والے کیا تم نے گمان کیا

اور کافروں کو مٹا ڈالے کیا تم نے گمان کر لیا

اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ

کہ تم داخل ہو جنت اور ابھی نہ جانچا

کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور ابھی اللہ نے نہیں

اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

اللہ جو جہاد کیا انہوں نے سے تم (تم سے)

جانچا تم میں سے ان کو جنہوں نے جہاد کیا

[1] شاہ عبد القادر۔ اور تاکہ خالص کرے (شاہ رفیع الدین) تاکہ میل کچیل سے صاف کرے (تھانوی)

Marfat.com

وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

اور جانچا صبر کرنے والے اور تم تمنا کرتے تھے

اور نہ جانچا ثابت قدم رہنے والوں کو اور تم موت کی تمنا کرتے تھے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۫ فَقَدْ

موت سے پہلے کہ سامنے آئے اس سے تو ہے

اس سے پہلے کہ تم اس کے سامنے آؤ اور تم نے

ع ۱۴ ۵ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع

دیکھا تم نے اسے[۵۱] اور تم نظر رکھتے ہو[۵۲]

اسے دیکھ لیا ہے اور تم بینائی رکھتے ہو۔

وَهَنَ کمزور پڑا یَهِنُ کمزور پڑتا ہے لَا تَهِنُوْا کمزور نہ پڑو۔
حَزِنَ غمگین کیا یَحْزُنُ غمگین کرتا ہے۔ حَزِنَ غمگین ہوا یَحْزَنُ غمگین ہوتا ہے
لَا تَحْزَنْ غمگین نہ ہو۔
یَمْسَسْ یہ اِنْ کی وجہ سے یَمَسُّ کی جزمی حالت ہے۔
قَرح یا قُرح زخم مُدَاوَلَة کسی شے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا تَمْحِیص خالص کرنا۔ صاف کرنا۔ خرابی ہٹانا۔ نکھارنا۔
لَمَّا یہ لَمْ کا عمل رکھتا ہے اور مضارع کو جزم دیتا ہے۔ یَعْلَمْ جانتا ہے
لَمَّا یَعْلَمْ اس نے نہ جانا۔
تَمَنَّوْنَ اصل میں تَتَمَنَّوْنَ ہے۔ مِنْ قَبْلُ کے معنی ہیں قبل

---

۵۱ یعنی موت کو ۵۲ وقال الزجاج معناہ فقد رأیتموہ وانتم بصراء (خازن)

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۳۹ ـــــ ۱۴۳

جہاد میں آزمائش ہے۔(۱)

اُحد کی جنگ میں ستر انصار اور پانچ مہاجرین شہید ہوئے تھے۔ ستر زخمی ہوئے حضرت حمزہؓ اور حضرت مُصعَبؓ بن عُمَیر ایسی ہستیاں جامِ شہادت نوش کر گئیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر زخم آئے اور ایک دانت ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھ کر بعض مسلمان کچھ دل شکستہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجۂ صدر آیات میں بتایا گیا کہ اس سے پہلے کفار بھی تمہاری طرح جانی نقصان اٹھا چکے ہیں یعنی بدر میں ان کے ستر آدمی لقمۂ اجل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اُحد کی جنگ میں بھی ابتداءً ان کے بیس آدمی مارے گئے۔ اُن کا مجموعی نقصان دوگنا تھا۔ (آیت ۱۶۵) اس لئے اے مسلمانو! ہمت نہ ہارو۔ اگر تمہارا ایمان کامل ہے تو آخر دنیا پر چھا جاؤ گے۔

جہاد سے اللہ تعالیٰ کو تمہاری آزمائش منظور ہے۔ اس سے کھوٹے کھرے کی پہچان ہوتی ہے۔ اہل ایمان کی شان چمک اٹھتی ہے اور کفار راندۂ درگاہ ہو جاتے ہیں۔

آزمائش یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر معرکہ میں فتح یاب کرے۔ اسے آزمائش کے بجائے انعام کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ آزمائش یہ ہے کہ کبھی دشمن کا پلہ بھی بھاری ہو اور تمہاری استقامت اور حوصلہ مندی خوب نکھر کر سامنے آجائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فتح و شکست کی نوبت بدلتا رہتا ہے۔

ایمان کا تقاضا یہی نہیں کہ تم نے زبان سے دین کا اقرار کر لیا اور پھر یہود کی طرح اس گھمنڈ میں آ گئے کہ اب جنت ہمارا حق ہو گئی ہے۔ نہیں، جب تک

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد نہ کرو گے جنّت میں داخل نہیں ہو سکو گے
بدر کی جنگ میں بعض مسلمان شرکت نہیں کر سکے تھے۔ ان کے دل میں تمنّا رہتی تھی کہ کاش ہمیں بھی جہاد کا موقع ملے اور شہدائے بدر کی طرح جاں نثاری کا ثبوت دیں (دیکھو آیت ۱۴۲) ان کی آرزو پوری ہوئی۔ اور وہ یوں کہ دشمن نے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیا جائے یا شہر کے اندر رہ کر دفاع کریں۔ ان طلب گارانِ شہادت نے صلاح دی کہ کھلے میدان میں تیغ آزمائی کریں۔ آخر اُحد کے میدان میں صف بندی ہوئی۔ پہلے ہلّہ میں مسلمانوں نے کفار کو دبا لیا لیکن پھر خالد بن ولید کے حملہ سے نقشہ اچانک بدل گیا۔ موت سامنے کھڑی نظر آنے لگی۔ لیکن جو شہادت کے سچّے طلب گار تھے وہ لمحہ بھر کے لئے بھی ہراساں نہ ہوئے (دیکھو آیت ۱۴۳) البتہ جن پر غنیمت کی خواہش غالب ہوئی ان کی وجہ سے مسلمان نقصان اٹھائے (دیکھو آیت ۱۶۵)

جہاد کو اسلام میں عظیم الشان اہمیت حاصل ہے۔ اس عنوان پر کچھ بحث ہم نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں کی ہے۔ ذیل میں اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مزید وضاحت کی جاتی ہے۔

جہاد

مفہوم

جہاد کے لغوی معنی ہیں (۱) بھرپور کوشش کرنا۔ (۲) دشمن سے جنگ
جہاد فکری، قولی، عملی اور مالی ہر لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ علوم و مسائل میں غور و فکر کی کاوشیں، دعوتِ حق کی راہ میں زبان و قلم کی مشقتیں، میدانِ عمل میں جان و بدن کی سخت کوشیاں اور مال و متاع کی قربانیاں سب جہاد میں شمار ہوتی ہیں۔

جہاد اپنے اندر معنی و مفہوم کی ایک وسیع دنیا پنہاں رکھتا ہے۔ جہاد کبھی جان و تن کی حفاظت کا تقاضا کرتی ہے اور کبھی اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں

Marfat.com

سنانے کا اشارہ کرتی ہے، کبھی اولاد و اقربا کی خدمت گزاری کا حکم دیتی ہے اور کبھی اللہ کی خاطر ان سے بے نیاز ہو جانے کا حکم دیتی ہے۔ الغرض جہاد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ کی راہ میں زندگی وقف کر دینا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے ہر حکم اور ارشاد کے تابع ہو جانا جہاد ہے۔ یہی اسلام اور یہی ایمان ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ (۲۲-۷۸)

مُراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھرپور کوشش کا حق ادا کرو۔

زندگی کا ایک ایک ثانیہ جہاد ہے بشرطیکہ زندگی کو نیک مقاصد کے تابع کر دیا جائے۔ ایک طالب علم کے سامنے اگر فقط یہی مقصد ہو کہ وہ علم و ہنر میں کمال حاصل کر کے اپنی اور خاندان کی ترقی کا باعث ہو گا اور بس، تو اس کی شبانہ روز کی عرق ریزی چاہے اسے دنیاوی ترقی کے معراج پر پہنچا دے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحسن نہیں ہو گی اور اگر وہ اپنی طالب علمانہ مساعی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قوم کی فلاح کا ایک ذریعہ سمجھے تو حصولِ علم کے لئے اس کی ادنیٰ جنبش بھی جہاد میں محسوب ہو گی۔

جہاد کی وسعت ساری زندگی کو چھائے ہوئے ہے۔ قرآن کا ایک ایک حرف اور ہادیِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایک اشارہ جہاد زندگی کی تلقین کرتا ہے۔ مگر

اصطلاحی معنیٰ میں جہاد سے مُراد اپنے اور حق کے دفاع کے لئے دشمن سے قتال (یا جنگ) ہے۔

جہاد اور عام جنگ میں بہت فرق ہے۔ جنگ ایک مطلق لفظ ہے۔ اگر اس پر نیکی، انسانیت اور شرافت کی پابندیاں لگا دی جائیں، تو اسے جہاد کہا جائے گا۔ اسلام سے قبل عرب میں جنگ کے لئے حرب کا لفظ مستعمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اس لفظ کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا کیونکہ اس کے ساتھ عرب کی مدت
کی سنگدلانہ اور وحشیانہ روایات وابستہ تھیں۔ آپؐ نے عربوں کو جہاد کے لفظ
سے روشناس فرمایا۔ جہاد وہ جنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیکی کی حفاظت
کے لئے انتہائی مجبوری کی حالت میں لڑی جائے۔ اگر اس سے تجاوز کیا جائے
ظلم اور بے انصافی کو راہ دی جائے تو یہ جہاد نہ رہے گا۔ بلکہ اسے حرب کہیں گے
اسلام سے قبل عربوں کی خوں آشام طبیعت کو لفظ حرب سے اتنی محبت تھی کہ
بعض افراد کا نام حرب رکھا جاتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نام
رکھنے سے منع فرمایا۔ حرب کے لفظ کو عربی لغت سے مٹانا مشکل تھا، اسے باقی
رہنے دیا گیا۔ اور بعد میں اسلامی جنگوں کے لئے اسے بھی استعمال کیا گیا۔ مگر اصطلاحی
لفظ بہرحال جہاد ہی ہے۔

اہمیت اس دار و گیر اور تنازع للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTANCE) کی زندگی میں جہاد سے کنارہ کشی ناممکن ہے۔ کائنات
کا کارخانہ تضاد اور مسابقت کے اصول پر چل رہا ہے۔ عناصر اور طبائع میں
ازل سے آویزش اور مسابقت جاری ہے۔ تاریکی اور روشنی، نرمی اور سختی، درستی
اور نادرستی، صحت اور مرض، نیکی اور بدی کی جنگ روز آفرینش سے بھڑکتی
چلی آئی ہے۔ اس کی آنچ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ حق اور باطل دو
مقابل قوتیں ہیں۔ ان دونوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش کی ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

اقبال

حق و باطل کی جنگ میں حق کو یہ امتیاز رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنے بچاؤ
کا پہلو اختیار کیا ہے۔ اگرچہ نیکی بجائے خود بدی کی حریف ہے مگر اس نے ہمیشہ
امن کی دعوت دی ہے۔ نیکی نام ہی اس وصف کا ہے کہ کسی کے خلاف غلط اقدا

Marfat.com

نہ کیا جائے۔ مگر ادھر بدی کی روح یہ ہے کہ دوسروں کو ستایا جائے اور جو چیز اس کے بُرے ارادوں کی راہ میں آئے اُسے تباہ کر دیا جائے۔ اس لئے وہ ہمیشہ نیکی پر حملہ آور ہوتی ہے۔ ادھر نیکی بھی ایک قوّت ہے۔ ضعف یا عدم وجود کا نام نہیں۔ اس لئے زور دکھا کر سامنے آتی ہے۔ اور تصادم لامحالہ رُونما ہو جاتا ہے۔

کسی سے مفت کی دشمنی رکھنا روا نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بدخواہوں اور کینہ اندیشوں کی طرف سے ہمیشہ بے فکر رہیں۔ دشمن کی دشمنی ضرور نہیں کہ کھلے بندوں ہی ہو۔ دشمن دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی ظاہر اور پوشیدہ (دیکھو ۶۱) جن اعداء کی عداوت ظاہر ہو ان کے خلاف تو حفاظت کی تدابیر لازم ہیں ہی مگر ان دشمنوں سے بھی حذر کرنا چاہیے جن کی عداوت ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ وہ کسی وقت بھی گھات سے نکل کر دھاوا بول سکتے ہیں۔ ان کے اچانک حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ حسب استطاعت قوت فراہم کی جائے۔ سرحدوں کو محفوظ رکھا جائے اور قوت و شوکت کی وہ نمود ہو کر دشمن کو قدم بڑھانے کا حوصلہ ہی نہ پڑے۔ (دیکھو انفال ۶۰)

دنیا میں امن کے قیام کے لئے جہاد از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ
الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ ۲۵۰)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ باز نہ رکھتا تو زمین میں فساد ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ سب جہانوں پر رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ ہے۔

جہاد فرض کفایہ ہے اور اعلیٰ ترین عبادات میں سے ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن محاذِ جنگ پر گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[1]

[1] ریاض الصالحین

Marfat.com

جہاد کی کن حالات میں اجازت ہے

اہل اسلام کا اوّلین ہتھیار صلح ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی لاکھ بدخواہ اور زحمت رساں ہو اس سے حتی الوسع درگزر کیا جائے۔ اس کی مخالفتوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کی برائی کو حسن سلوک سے شرمسار کیا جائے۔
(دیکھو المائدہ ۱۳ اور آل عمران ۱۸۶)

صلح دعوتِ اسلام کا دیباچہ ہے۔ اس لئے مسلمان کو صلح کی فضا پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہنا چاہیے۔ مگر جیسا کہ سورۂ بقرہ کی پہلی دو رکوع سے خوب واضح ہوتا ہے دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جو نہ نیکی کی صدا پر کان دھرتے ہیں اور نہ صلح کی آواز سنتے ہیں۔ ان کے دل پتھر سے بھی سخت ہیں اور ان پر کفر و عصیاں کے تہ بہ تہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ فساد اُن کا مایۂ خمیر ہے۔ وہ شیطنت سے کبھی باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا تصریح فرمائی ہے کہ ان کی شر انگیزی حد سے بڑھنے لگے تو برابر کا جواب دو اور ان کی فتنہ کاریوں کا استیصال کرو ورنہ مٹ کر رہ جائیں گے۔ (دیکھو انفال ۲۵) مسلمانوں کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ مل کر ان قوتوں کے خلاف جنگ کریں۔ اس جنگ میں ان کے لئے زندگی کا سامان ہے۔
(دیکھو سورۃ الانفال)

مسلمان کو قطعاً اجازت نہیں کہ دنیاوی اغراض کے لئے خون بہاتا پھرے اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات سے منظور یہ ہے کہ اس سے حق کی سچائی اور باطل کی بے ثباتی ثابت کرے (دیکھو انفال ۷)

اسلام کے مجاہدین جب بھی میدانِ جہاد میں نکلتے ہیں حق کی مدافعت کے لئے سورۃ انفال کی چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ میں نے آپؐ کو امرِ حق میں مدینہ سے نکال کر مشرکوں کے مقابلہ روانہ کیا۔

جہاد کی پکار کا جواب کس طرح دیا جائے؟

(۱) حق کے لئے سینہ سپر ہونا اہلِ اسلام کا فرضِ اولیں ہے۔ جب حالات سے ظاہر ہو کہ اب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول کے موافق میدانِ جنگ کی طرف چلنا ناگزیر ہے تو توقف نہ کرو۔ یہ گویا اللہ اور اس کے رسول ؐ کی پکار ہے جس کا جواب لازم ہے۔

(۲) اولاد کی محبت اور جان و مال کے اندیشے قطعاً راہ میں حائل نہ ہوں۔ ایسے موقعوں پر اولاد اور مال کی محبت آزمائش بن کر سامنے آتی ہے۔ اس آزمائش میں جو ناکام ہوا اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے

(۳) اگر دشمن ملک پر چڑھ آئے تو اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کو نہ دیکھو۔ بارہا قلیل فوجیں کثیر فوجوں پر غالب آئی ہیں۔ تم نیکی کے جذبہ کو لے کر اٹھو گے تو کوئی وجہ نہیں کہ فتح تمہارا ساتھ نہ دے۔ تمہاری اس فتح سے جیسا کہ بدر کی جنگ میں ثابت ہوا اللہ تعالیٰ دو کام لے گا۔ ایک تو دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ حق ظاہری طور پر کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو بالآخر ظفرمند ہوتا ہے۔ یہ ثبوت حق کی ایک کھلی دلیل ہو گی اور دوسرے یہ فتح تمہارے لئے رب کریم کی نعمتوں کے دروازے کھول دے گی۔

ہمیں جنگِ بدر اور اس سے پہلے کے واقعات سے ایک نہایت بصیرت افروز سبق ملتا ہے۔ مسلمان جب مکہ میں تھے تو تعداد میں کم اور سامان میں کم تر تھے۔ مشرک انہیں پرِ کاہ سے بھی کم جانتے تھے اور انہیں طرح طرح کے دکھ دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گوناگوں منصوبے باندھتے تھے۔ کبھی قید، کبھی قتل اور کبھی جلاوطنی کی تجویزیں ہوتی تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر کی کہ ان کی ساری چالیں اکارت گئیں۔ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو قرارگاہ بنایا جس میں دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے خوب طاقت پیدا کر لی۔ مشرک

Marfat.com

اسے بھی نہ دیکھ سکے اور مکّہ سے ایک بڑا لشکر لے کر چلے تاکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ دارالہجرت یعنی مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اہلِ اسلام کی بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ گویا جانتے بوجھتے ہلاکت کے منہ میں جا رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ دشمن کے دلوں میں اُن کا رعب ڈال دیا۔ فرشتوں کی کمک بھیجی۔ جنگ کی سکون شکن فضا میں انہیں پُرسکون نیند دی۔ آسمان سے بارش کا پانی بھیجا اور جب فوجوں کی ٹکر ہوئی تو دشمن کے سر پکے ہوئے پھلوں کی طرح گرنے لگے۔ ان کے کشتوں کے پشتے لگ گیے۔ باقی فوج نے فرار کی راہ لی۔

جنگِ بدر کے بعد اور بھی کئی معرکے ہوئے جن میں مسلمانوں کو اس جنگ کی سی اعجازی کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ کیا ان مثالوں کے ہوتے ہوئے بھی انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ بزدلی دکھائیں؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ انسان کے دل میں اللہ کا اور غیر اللہ کا دو خوف جمع نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے فقط ایک کو انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ کا خوف رہتا ہے۔ اللہ کا نام سُن کر ان کا دل دہل جاتا ہے وہ کسی ماسوا طاقت سے نہیں ڈرتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ واضح حکم ہے کہ جنگ میں بزدلی مت دکھاؤ۔ بزدلوں پر اللہ کا غضب ہوگا۔ بغیر جنگی ضرورت کے منہ تک موڑنا حرام ہے

بزدلی کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے غداری قرار دیا گیا ہے۔

فتح کا انحصار

جنگ صرف کثرتِ نفوس سے جیتی نہیں جا سکتی اس میں کامیابی مندرجہ ذیل اسباب پر منحصر ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو

۲۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام مانو اور ان سے منہ نہ موڑو

اخلاق نیک رکھو، اگر تم پرہیزگار رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نمایاں امتیاز قائم کر دے گا۔ عبادت کرو اور خیانت سے باز رہو۔

Marfat.com

۳- کامیابی پر پھول نہ جاؤ۔ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ مکّہ کے مشرک جنگِ بدر کے لئے بڑے فخر و ناز کی چال سے نکلے تھے۔ انہیں اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اُن کے شیطانی دل کہتے تھے کہ آج ہم سے کون جیت سکتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے مقابل ہوئے تو چند گھڑیوں میں ہوش کھو بیٹھے۔

۴- ثابت قدم رہو۔ جس فوج میں عزم و ثبات ہو وہ اپنے سے دس گنا لشکر کو زیر کر لیتی ہے اور اگر بہت بے سر و سامان بھی ہو تو کم از کم دُگنے لشکر کو شکست دے سکتی ہے

۵- متحد رہو۔ اگر تم میں اختلاف ہوا تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ جنگِ بدر کی فتح کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان جتایا ہے کہ میں نے تمہارے دلوں میں محبّت پیدا کر دی ہے۔ حالاں کہ اس سے قبل تم عرب ہمیشہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو تم میں باہمی محبت پیدا نہ ہوتی۔

اس اتحاد نے مسلمانوں کو دشمن پر فتح دلوائی

سورۃِ انفال ہمیں بتاتی ہے کہ جہاد کی پکار ہو تو مندرجۂ بالا اصولوں کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو جنگ میں بے خطر کود پڑنا چاہیے مسلمان جب صلح کے تمام طریقے آزما چکیں اور بالآخر تلوار سے تلوار بھڑانا ہی پڑے تو بے جگری سے لڑیں اور دشمنوں کا بند بند کاٹ ڈالیں (آیت ۱۲)

جب تک دشمن ہتھیار نہ ڈالے بازارِ قتال کی گرمی بڑھاتے چلو۔ فساد کے کارندے اچھی طرح دُھن جائیں تو جبھی فتنوں سے باز آئیں گے

مسلمان اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک دشمن فتنہ سے باز نہیں آتے اور مذہبی امور سے خود ساختہ قیدیں نہیں اٹھاتے اور ہاں! جب دشمن سپر ڈال دے

Marfat.com

تو مسلمان بھی جنگ سے ہاتھ اٹھالیں۔
قیدی ہاتھ آئیں تو حسنِ مروّت سے انہیں اسلام کی دعوت دو۔ وہ مان لیں تو بہتر ورنہ جبر نہ کریں کیوں کہ تبدیلِ مذہب میں جبر نہیں۔
جہاد پر مزید بحث آیات ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۶۹، ۱۷۱ کے ذیل میں آئے گی۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج

اور نہیں محمد مگر رسول

اور محمد صرف رسول ہیں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط

ہیں گزرے سے پہلے اس کے رسول

آپؐ سے قبل رسول گزر چکے ہیں

اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

کیا تو اگر مرگیا یا قتل کیا گیا تم پلٹ گئے

تو اگر آپ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ

اوپر ایڑیاں تمہاری اور جو پلٹے

تم اُلٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں

Marfat.com

عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ

پر ایڑیاں اس کی تو نہیں ضرر دے گا اللہ

پھر جائے تو اللہ کو وہ کچھ ضرر

شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ

کچھ اور جلد جزادے گا اللہ

نہیں دے گا۔ اور اللہ شکر ادا کرنے والوں کو

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

شکر کرنے والے اور نہیں ہوا لئے جان

جلد جزادے گا اور نہیں ہوا کسی جان کے لئے

اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

کہ وہ مرے مگر ساتھ حکم اللہ

کہ اللہ کے اذن کے سوا مرے

كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ

لکھا ہوا مقرر کردہ اور جو چاہے

لکھا ہوا ہے (اور میعادی کیا ہوا ہے۔ اور جو (کوئی) دنیا

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ

ثواب دنیا ہم دیں گے وہ سے وہ

Marfat.com

وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ

اور	جو	چاہے ثواب	آخرت ہم دیں گے اسے

اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے تو ہم اسے اس (آخرت) سے (حصہ) دیں گے۔

مِنْهَا ط وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

سے	وہ	اور جلد جزا دیں گے ہم	شکر کرنے والے

اور شکر ادا کرنے والوں کو ہم جلد جزا دیں گے۔

اِنْقَلَبَ پھر گیا۔ پلٹ گیا اِنْقَلَبْتُمْ تم پھر گئے۔ پلٹ گئے۔ انقلاب مصدر ہے۔

عَقِب ایڑی اَعْقَاب جمع ہے۔

جَزٰی اس نے جزا دی یَجْزِی وہ جزا دے گا۔ سَيَجْزِي وہ جلد جزا دے گا۔

اَرَادَ اس نے چاہا يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے اٰتٰی اس نے دیا نُؤْتِ ہم دیتے ہیں

شرط و جزا کی وجہ سے يُرِدْ اور نُؤْتِ کو جزم ملی اور يُرِدْ اور نُؤْتِ ہوئے۔

تفسیر آیت ۱۴۴ — ۱۴۵

موت کے خوف سے جہاد ترک نہ کرو

حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ جنگِ اُحد کے دوران میں شہید ہوئے تو کفار نے غُل مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پا گئے۔ یہ سُن کر بعض صحابہ رضی کی ہمت

Marfat.com

ڈیٹ گئے۔ بعضوں نے یہ کہہ کر تلواریں پھینک دیں کہ جب حضورؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب کس کے لئے جنگ کریں۔ آیاتِ زیر نظر میں بیان ہے کہ دین کی معیاد نبی کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ دنیا میں ہزاروں انبیاء علیہم السلام آئے اور پھر سفرِ آخرت کر گئے۔ موت ہر بشر کے لئے مقدر ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ نہیں۔ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی ذات حی و قیوم ہے۔

ہر انسان کو اس دنیا سے مفارقت کرنا ہے۔ دنیاوی قیام عارضی ہے۔ پھر آدمی موت کے خوف سے جہاد کیوں ترک کرے۔

جو آدمی دنیاوی فائدوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے وہ بے شک کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کر لیتا ہے۔ جو لوگ ثوابِ آخرت کے طلب گار ہیں وہ اس ثواب میں کامیاب ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ طالبِ دنیا آخرت سے محروم رہتا ہے لیکن طالبِ آخرت دنیا سے محروم نہیں ہوتا۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ

اور کتنے ہی سے نبی جنگ کی ہمراہ اس کے

اور کتنے ہی نبی تھے (کہ) ان کے ہمراہ جنگ کی

رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا

اللہ والے بہت تو نہ کمزور پڑے وہ

بہت سے اللہ والوں نے تو جو اُن پر اللہ کی

لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لئے جو پڑا ان پر میں رستہ اللہ

راہ میں آیا اس سے ڈھیلے نہ پڑے

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ

اور نہ کمزور پڑے اور نہ ناتواں ہوئے ۔ دبے گئے

اور کمزور نہ پڑے اور نہ دبے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ

اور اللہ چاہتا ہے ثابت قدم رہنے والے اور

اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو چاہتا ہے ۔ اور

مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

نہ تھا کہنا ان کا مگر کہ کہا انہوں نے

ان کا کہنا صرف یہ تھا کہ انہوں نے کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ

اے رب ہمارے مغفرت کر لئے ہمارے گناہ ہمارے اور

اے ہمارے رب! ہمارے لئے بخشش کر ہمارے گناہوں کی اور

اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ

حد سے نکلنا ہمارا میں امر ہمارا اور پختہ رکھ

ہمارے امر میں ہماری حد سے نکلنے کی اور ہمارے

Marfat.com

اَقْدَامَنَا	وَ انْصُرْنَا	عَلَى الْقَوْمِ	
قدم	ہمارے	اور مدد دے	ہمیں	خلاف	لوگ
قدم پختہ رکھ	اور کافر لوگوں کے خلاف			
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾	فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ	ثَوَابَ الدُّنْيَا
کفر کرنے والے	تو دیا انہیں اللہ	ثواب دنیا
ہیں مدد دے	تو اللہ نے انہیں دیا دنیا کا ثواب	
وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ	وَ اللّٰهُ
اور خوبی	ثواب	آخرت	اور	اللہ
اور آخرت کے ثواب کی خوبی		اور	اللہ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع	۱۵ ۵ ۶
چاہتا ہے	احسان کرنے والے
احسان کرنے والوں کو چاہتا ہے۔	

اِسراف حد سے نکلنا مُسْرِفٌ اس سے فاعل ہے ثَبَّتَ جم گیا ثَبَّتَ جما دیا
پختہ رکھا اَقْدَام جمع ہے قَدَم کی۔

تفسیر آیت ۱۴۶ —— ۱۴۸

مجاہدین کی استقامت

جہاد اہل حق کا شروع سے شیوہ رہا ہے۔ اللہ والوں نے بارہا انبیاء علیہم السلام

کے ہمراہ میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ بڑے نقصان اٹھائے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوئے۔ دل سے کوشش کی اور جان پر کھیل گئے تاہم کبھی مغرور نہ ہوئے۔ ہمیشہ یہ کھٹکا ہی رہا کہ ہم سے کوئی کوتاہی یا زیادتی سرزد نہ ہو گئی ہو۔

اِسراف: زیادتی کے لئے قرآنِ حکیم میں اِسراف کا لفظ آیا ہے۔ اسراف کے معنی ہیں حد سے نکل جانا۔ مثلاً مغلوب دشمن پر ناحق زیادتی کرنا یا فتح پر مغرور ہو جانا اور اسے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بجائے اپنی قوت و شجاعت کا ثمرہ سمجھ لینا۔ آیت ۱۴۷ میں اِسراف سے یہی مراد ہے۔ اسراف ویسے دولت اور صحت لٹانے کے معنی بھی رکھتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا

اے جو ایمان لائے اگر تم اطاعت کرو

اے ایمان لانے والو! اگر تم کافروں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

جو کافر ہوئے پلٹ دیں تمہیں پر ایڑیاں تمہاری

کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں الٹے پاؤں مرتد کر دیں

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ

تو تم ہو جاؤ خسارہ مند بلکہ اللہ

اور تم خسارہ مند ہو جاؤ بلکہ اللہ

Marfat.com

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ساتھی مددگار	تمہارا	اور وہ	بہترین مدد کرنے والے

تمہارا ساتھی ہے اور مدد کرنے والوں میں بہترین ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۹ ـــ ۱۵۰

دیکھو تفسیر آیت ۹۶ تا ۱۰۱

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

جلد	ڈالیں گے ہم	میں	دل	جو کافر ہوئے رعب

ہم کافروں کے دلوں میں جلد رعب ڈالیں گے

بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

بسبب	جو	شریک ٹھہرایا انہوں نے	ساتھ اللہ	جو نہیں اتاری

بسبب اس کے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا جس کے ساتھ اس نے

بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ

ساتھ	اس کے	سند	اور ٹھکانا	ان کا آگ اور

کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور

بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

برا	مسکن	ظالم

اور وہ ظالموں کے لئے برا

Marfat.com

اَلْقٰی ڈالوں گا نُلْقِی ہم ڈالیں گے سُلْطَان قدرت، سند، حجت، دلیل۔
اَدًی ٹھکانا کیا مَاوٰی ٹھکانا۔ مکان ثَوًی کسی جگہ مستقلاً ٹھہرنا۔
مَثْوًی مسکن۔ مستقل ٹھہرنے کی جگہ۔

تفسیر آیت ۱۵۱

کُفّار کی مرعوبیّت

مشرک طبعاً بزدل ہوتا ہے۔ اُس کے بتوں کے ساتھ کوئی سلطان یعنی حجت سند وابستہ نہیں ہوتی۔ وہ ہیچ اور ناچیز ہوتے ہیں۔ زیادہ دیر تک اس دل کو سہارا نہیں دے سکتے۔

اُحُد کی جنگ میں پچیتر مسلمان شہید ہوئے لیکن پھر بھی لڑائی کے پلڑ آخر برابر رہے۔ مشرکین نہایت عجلت سے سامانِ سفر باندھ کر مکہ روانہ ہ ان کی فوری واپسی کی وجہ آج تک اس کے سوائے اور کچھ نہیں بتائی جا سکتی وہ مسلمانوں کے جوابی حملہ سے دل ہی دل میں مرعوب ہو گئے تھے۔ ان کے پا مسلمانوں کا کوئی قیدی نہ تھا۔ مالِ غنیمت بھی نہ ملا تھا۔ اُلٹا اپنے دو آدمیوں مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر چھوڑ گئے۔

ابو سفیان جب مدینہ سے کچھ آگے روحاء کے مقام پر پہنچا تو یکایک خیا کہ فتح و شکست کا تو کچھ فیصلہ نہ ہوا اور مسلمان رُوسیاہ زندہ رہ گئے حالا کی جنگ سے کفار کا صرف ایک رئیس زندہ بچا تھا اور وہ ابو سفیان تھا نے اس جنگ میں شرکت ہی نہ کی تھی۔ اس نے روحاء سے پلٹ کر پھر حملہ لیکن اتنے میں خبر ملی کہ مسلمان ہتھیار باندھ کر تمہارے تعاقب میں نکل چکے اُس پر ہراس طاری ہو گیا اور بھاگ کر سیدھے مکہ میں دم لیا۔

میدانِ اُحد سے جاتے ہوئے ابو سفیان اعلان کر گیا تھا کہ اگلے سال

Marfat.com

میدان میں جنگ ہو گی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمایا۔ آپؐ اگلے برس مقررہ میعاد پر میدانِ بدر میں تشریف لے گیے۔ اُدھر سے ابوسفیان بھی لشکر لئے مکہ سے نکلا لیکن رستہ ہی میں جی چھوڑ بیٹھا اور واپس چلا گیا۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ

اور بے شک سچ کر دکھایا تمہیں وعدہ اس کا جب

اور یقیناً اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب

تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

قتل کرتے (تھے) تم انہیں ساتھ حکم اس کے حتّٰی جب

تم انہیں اُس کے حکم سے کاٹے ڈالتے تھے اس وقت تک کہ تم نے

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَ

کمزوری دکھائی تم نے اور تم جھگڑے میں حکم اور

ناچار کمزوری دکھادی اور حکم میں اختلاف کیا اور

عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ

نافرمانی کی تم نے سے بعد کہ دکھایا تمہیں

تم نے نافرمانی کی اس کے بعد کہ اس[1] نے تمہیں دکھایا

مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

جو تم چاہتے ہو تم سے جو چاہتا ہے دنیا

جو تم چاہتے تھے[2] تم میں سے (کوئی ایسا ہے) جو دنیا کی آرزو رکھتا ہے

---

[1] یعنی اللہ نے [2] یعنی فتح

Marfat.com

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ

اور تم سے جو چاہتا ہے آخرت پھر

اور تم میں سے (کوئی ایسا بھی ہے) جو آخرت کی آرزو رکھتا ہے پھر

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ

پھیرا اس نے تمہیں ان سے تاکہ آزمائش کرے تمہاری

اس نے تمہیں ان سے پھیرا تاکہ تمہاری آزمائش کرے

وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

اور بے شک معاف کیا تم سے اور اللہ والا فضل

اور اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اور اللہ مؤمنوں

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

پر ایمان لانے والے

پر فضل کرنے والا ہے۔

حَسَّ قتل سے استیصال کیا تَحُسُّوْنَ تم قتل کر کے بیخ کنی کر رہے تھے رہے تھے۔ رَأَی دیکھا آرا دکھایا۔

بَلَی آزمایا یَبْلُوْ بَلَاءٌ اس سے افتعال کے باب میں اِبْتَلَی ہے اس کے معنی آزمایا۔ جانچا۔ یَبْتَلِی وہ آزماتا ہے لِیَبْتَلِیَ تاکہ وہ آزمائے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۵۲

برتری استقامت سے مشروط ہے

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے وعدہ ہے کہ اگر وہ حق کی راہ پر قائم رہے اور اتحاد کو ہاتھ سے نہ دیا تو کامیاب و کامران ہوں گے۔ یہ وعدہ اُحُد کی جنگ میں پورا ہوا۔ آیت میں مَا تُحِبُّوْنَ کا اسی طرف اشارہ ہے۔ یہاں مَا تُحِبُّوْنَ سے مراد فتح ہے۔

چنانچہ جنگ کا آغاز ہوتے ہی مسلمانوں نے کفار کو تلواروں پر دھر لیا اور وہ بھاگ اٹھے۔ کافر مرد و زن سب نے جان بچانے کے لئے دوڑ کی بازی لگا دی۔ اس کے بعد مسلمان تیر اندازوں نے سخت غلطی کی اور عصیاں کے مرتکب ہوئے یعنی نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کو نظر انداز کر دیا۔

ان میں سے بعضوں نے کہا کہ ہمیں اپنی جگہ کسی صورت نہیں چھوڑنی چاہیے لیکن اُن کی اکثریت یہ ماننے کو تیار نہ تھی، لہٰذا تنازع ہوا۔ جو تیر انداز پہاڑی کو چھوڑنا چاہتے تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ ہمیں فوراً پہنچ کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے حالانکہ جہاد دنیا کی غرض سے نہیں بلکہ آخرت کی غرض سے کیا جاتا ہے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ یعنی پھر اللہ نے تمہارے منہ ان سے پھیر دیئے یعنی جب خالد کا رسالہ سر پر آیا تو تم لوگ مشرکوں سے منہ موڑ کر فرار کرنے لگے۔ یہ حرکت اگرچہ سب صحابہؓ نے نہیں کی لیکن خطاب سب کو ہے کیوں کہ ان کی ایک ہی جماعت تھی۔ فرار کرنے والے بعد میں نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا بلکہ مزید یہ کہ اُن پر فضل کیا۔ اُن کو دنیا و آخرت میں کامیابیاں عطا فرمائیں۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ	وَ لَا تَلْوٗنَ	
جب	تم فرار کرتے تھے[1]	اور نہ رک کر انتظار کرتے تھے
جب تم فرار کیے جاتے تھے		اور کسی کی خاطر
عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ	الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ	
پر	کوئی اور رسول	بلاتا تھا تمہیں
رُکتے نہ تھے	اور رسول تمہیں بلاتا تھا	
فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ	فَاَثَابَكُمْ غَمًّا	
میں	عقب تمہارا تو دیا اس نے	تمہیں غم
تمہارے پیچھے	تو اس[2] نے	تمہیں غم پہ ایک
بِغَمٍّ لِّكَيْلَا	تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا	
ساتھ	غم تاکہ تم رنج نہ کرو	پر جو
اور غم دیا	تاکہ تم رنج نہ کرو	اس پر جو تمہیں
فَاتَكُمْ وَ لَا	مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ	
چوک گیا	تم سے اور نہ جو	پڑا تم پر اور اللہ
نہیں ملا	اور نہ (اس پر) جو تم پر آیا	اور اللہ

[1] جب تم سر اٹھائے چلے جاتے تھے (احمد رضا خان)

[2] یعنی اللہ نے

Marfat.com

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ ثُمَّ

باخبر ساتھ جو تم کام کرتے ہو پھر

باخبر ہے اس سے جو کام تم کرتے ہو پھر

اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً

اتاری تم پر سے بعد غم امن

اُس نے تم پر غم کے بعد امن اتارا۔

نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ

اونگھ ڈھانپتا تھا[1] جماعت تم سے

کہ اونگھ تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا گئی

وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ۙ

اور ایک جماعت فکرمند کیا انہیں جانیں ان کی

اور ایک جماعت تھی جنہیں اپنی جانوں کی فکر لگی تھی

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ

وہ گمان کرتے تھے ساتھ اللہ غیر حق گمان

وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا

الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا

جاہلیت وہ کہتے تھے کیا لئے ہمارے

گمان کرتے تھے وہ کہتے تھے کیا ہمارا

[1] نعاس مذکر ہے اس لئے فعل بھی مذکر آیا ہے۔

مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ[h] قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ

سے امر سے کچھ کہہ یقیناً کارفرمائی

امر میں سے کچھ ہے (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ امر سب

كُلَّهٗ لِلّٰهِ[ط] يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

وہ سب اللہ کا وہ چھپاتے تھے میں دل ان کے

اللہ کا ہے وہ جی میں چھپاتے تھے

مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ[ط] يَقُوْلُوْنَ

جو نہیں ظاہر کرتے تھے لئے تیرے وہ کہتے تھے

جو (اے نبی!) آپؐ کے آگے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ

اگر ہوا لئے ہمارے سے[1] امر کچھ

(کہ) اگر ہمارا امر سے کچھ ہوتا (تو)

مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا[ط] قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ

نہ قتل کئے گئے ہم یہاں کہہ اگر تم ہوتے میں

ہم یہاں نہ مارے جاتے (اے نبی!) کہیے، اگر تم اپنے گھروں

بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ

گھر تمہارے — نمودار ہوا لکھا گیا

میں ہوتے تو (پھر بھی) جن کے لئے قتل

[1] یعنی امر میں ہمارا بھی کچھ دخل ہوتا

Marfat.com

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج

اوپر ان کے قتل طرف قتل گاہیں ان کی

لکھا گیا (تھا) وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نمودار ہوتے

وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ

اور تاکہ جانچے اللہ جو میں سینے تمہارے اور

اور تاکہ اللہ جانچے جو تمہارے سینوں میں ہے اور

لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَ اللّٰهُ

تاکہ نکھارے جو میں دل تمہارے اور اللہ

تاکہ نکھار دے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

جاننے والا ساتھ والی سینے

سینے والی بات سے باخبر ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ

یقیناً جو منہ موڑ گئے تم سے دن

یقیناً تم میں سے جو منہ موڑ گئے (اس) دن

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ

باہم ملے دو لشکر صرف ڈگمگایا انہیں

جب دو لشکر ملے انہیں صرف شیطان

الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج

شیطان بسبب بعض جو انہوں نے کیا۔

نے ڈگمگایا ان کے بعض کے کیے[1] کے سبب

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط

اور بے شک درگزر کیا اللہ ان سے

اور اللہ نے انہیں معاف کیا

ع ۱۶ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ع (۱۵۵)

یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا حلم والا

یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، حلم والا ہے

اَصْعَدَ (یُصْعِدُ) فرار ہوا۔ بھاگ کر دور چلا گیا۔ اس سے مصدر اِصْعَاد ہے
صَعَدَ (یَصْعَدُ) چڑھا۔ بلند ہوا۔ اس سے مصدر صعود ہے۔
لَوٰی اس نے رک کر انتظار کیا۔ اس سے مصدر لَیًّا ہے۔ یَلْوِیْ وہ رک کر انتظار کرتا ہے۔ تَلْوُوْنَ تم رک کر انتظار کرتے ہو۔
دَعَا اس نے پکارا یَدْعُوْ وہ پکارتا ہے اُخْرٰی صیغۂ مؤنث ہے اُخَر سے۔ محاورہ میں فِیْ اُخْرٰکُمْ کے معنی ہیں وَرَاءَکُمْ یعنی تمہارے پیچھے۔ فَاَثَابَکُمْ کی ترکیب ہے فَ (تو) اَثَابَ (اس نے دیا) اور کُمْ (تم) سے۔ لِکَیْلَا کی ترکیب ہے لِکَیْ (تاکہ) اور لَا (نہ) سے غَشِیَ اس نے ڈھانپا یَغْشٰی وہ ڈھانپتا ہے۔ هَمَّ اس نے فکر کی۔ اَهَمَّ اس نے فکر دلائی۔ ظَنَّ یَظُنُّ وہ گمان کرتا ہے۔ مَصَاجِع جمع ہے مَضْجَع کی۔ مَضْجَع کے لغوی معنی ہیں لیٹنے یا دراز ہونے کی جگہ۔ یہاں مراد ہے قتل گاہ۔ زَلَّ وہ پھسلا۔ اِسْتَزَلَّ اس نے پھسلایا۔

[1] یعنی غنیمت کی طلب۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۵۳ ـــــ ۱۵۵

تنازُع اور دنیا طلبی کے نقصانات

مسلمانوں کا ایک گروہ میدانِ جنگ سے سیدھے بھاگا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پکارتے رہے کہ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ کَرَّ فَلَہُ الْجَنَّۃُ (اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جس نے پلٹ کر حملہ کیا اس کے لیے جنت ہے) لیکن حضورؐ کی آواز اُن کے کانوں میں نہ پڑی۔

فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ ؕ جو اصحابِ کرامؓ میدانِ جنگ میں موجود تھے اُنہیں ایک تو اس بات کا غم تھا کہ آئی ہوئی فتح ہاتھ سے نکل گئی۔ اسے مَا فَاتَ (جو چوک گئی یا ہاتھ سے نکل گئی) کہا گیا ہے۔ دوسرا غم یہ تھا کہ بہت جانی نقصان پہنچا ہے۔ اسے مَا اَصَابَ (یعنی جو آپڑا) کہا ہے۔ یعنی غم پہ غم تھا لیکن اتنے میں ایک اور غم پہنچا جس نے ان سب کو دبا دیا۔ یہ غم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا تھا جب آپؐ کی شہادت کی افواہ اڑی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اس غم میں ایسے ڈوبے کہ اور سارے غم بھول گیے۔ فتح و شکست اور نفع و نقصان کی کوئی ہوش نہ رہی۔ یہ اُن کی قوتِ ایمان کی دلیل تھی۔ اچانک آواز آئی کہ حضورؐ زندہ ہیں۔ صحابہؓ سمٹ سمٹ کر آپؐ کے گرد جمع ہو گیے۔ وہ غم سے چُور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اچانک ان پر اونگھ طاری کر دی۔ چند لمحے کھڑے کھڑے سو گیے۔ آنکھ کھلی تو طبیعت آسودہ تھی۔ تازہ دم تلوار چلانے لگے۔

مسلمانوں کے ہمراہ چند منافق بھی آ گئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مُعتب بن قُشَیر تھا۔ ان کی بابت ارشاد ہے: اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یعنی ان کو جان کی

Marfat.com

فکر لگی تھی۔ اللہ کے بارے میں تھڑدلے مشرکوں کی طرح عجیب عجیب گمان کرنے لگے
جاہلیت کے دور میں مشرکوں کی اپنے خداؤں کے بارے میں متلون مزاجی بھی
خوب تھی۔ کسی بت سے کوئی منت مانتے اور مراد بر نہ آتی تو اسے توڑ پھوڑ دیتے تھے
مصیبت میں پھنستے تو زمانے کو گالیاں دیتے تھے۔ کاہنوں سے یوں تو بڑی
عقیدت رکھتے لیکن ان کی پیش گوئی غلط نکلتی تو انہیں مار ڈالتے تھے۔ منافقوں
کی یہی رگِ جاہلیت میدانِ اُحد میں پھڑکی اور کہنے لگے، اللہ نے آخر ہمارے
بس میں رکھا ہی کیا ہے۔ ہم تقدیر کی چکی میں پس گئے۔ اُن کو تنبیہ ہے کہ اے
منافقو! تم بظاہر مسلمان بن کر آئے ہو لیکن اللہ تمہارے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔
اللہ تعالیٰ اپنی قدرت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ وہ موت و حیات کا مالک ہے۔
تم کہتے ہو کہ ہمارے بس میں ہوتا اور شرم میں پھنس کر یہاں نہ آ گئے ہوتے تو شمشیر
کی زد اور موت کے سایے میں کیوں کھڑے ہوتے۔ تم غلط سمجھتے ہو۔ اگر
تمہاری قسمت میں مارا جانا ہی لکھا تھا تو ضرور کسی نہ کسی سبب اپنی قتل گاہوں میں
پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارا قتل منظور ہوتا تو تم ضرور مرتے لیکن وہ تو صرف
تمہاری نیتوں کو جانچنا چاہتا ہے اور تمہارے دلوں میں جو نفاق ہے اُسے
ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

آیت ۱۵۵ میں نسخ ہے کہ جو مسلمان میدانِ جنگ کو چھوڑ گیے وہ باغی نہ تھے
بلکہ ان سے لغزش ہو گئی تھی۔ تیر اندازوں نے غنیمت کے لیے جگہیں چھوڑ
دیں۔ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور ایسی افراتفری ہوئی کہ بعض لوگ بے سوچے سمجھے
ہزیمت کھا گیے۔ اللہ تعالیٰ بشری خطا کو معاف کرتا ہے، اس لئے ان سے درگزر
فرمایا۔

آیت میں میدان سے منہ موڑنے والوں اور غنیمت پر لپکنے والوں کو ایک ہی
گروہ شمار کیا گیا ہے حالانکہ ضرور نہیں کہ ہر مرحلہ میں سب برابر کے شریک ہوں
لیکن چونکہ ایک ہی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اُن کو اکٹھا خطاب کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا

اے جو وہ ایمان لائے مت ہو

اے ایمان لانے والو! مت ہو اُن کے

كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

مانند جو کفر کیا انہوں نے اور کہا انہوں نے لئے بھائی اُن کے

مانند جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى

جب سفر کیا انہوں نے میں زمین یا وہ تھے غازی

جب کہ انہوں نے زمین میں سفر کیا یا غازی تھے

لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

اگر وہ ہوتے پاس ہمارے نہ وہ مرے

ذکر) اگر وہ ہمارے پاس ہوتے نہ مرتے

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ

اور نہ مارے گئے وہ تاکہ بنائے اللہ وہ

اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ اُسے ان کے

حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

ارمان میں دل ان کے اور اللہ

دلوں میں حسرت بنا دے۔ اور اللہ

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے - اور اللہ ساتھ جو تم کرتے ہو

زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ

بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ

دیکھنے والا اور - اگر تم قتل کیے گئے میں

اسے دیکھنے والا ہے اور اگر تم اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ

راہ اللہ یا تم مر گئے ۔ بخشش

مارے گئے یا تم مر گئے تو اللہ کی طرف

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

سے اللہ اور رحمت بہتر سے جو وہ جمع کرتے ہیں

سے بخشش اور رحمت بہتر ہے (اس) سے (جو) وہ جمع کرتے ہیں

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ

اور - اگر تم مرے یا قتل کیے گئے تم - طرف اللہ

اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو تمہیں اللہ کی

تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

تمہیں اکٹھا کیا جائے گا

طرف اکٹھا کیا جائے گا۔

Marfat.com

غُزًّا جمع ہے غازٍ (غازی) کی۔ مَاتَ وہ مرا مُتُّم تم مرے

تفسیر آیت ۱۵۶ ——— ۱۵۸

موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے

اہلِ اسلام میں سے کئی افراد نے تبلیغی سفروں اور جہاد کے معرکوں میں طبعی موت یا شہادت پائی۔ اُن کے بعض رشتہ دار بدستور کافر تھے لیکن منافقانہ طور سے اسلام لے آئے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خطرناک مہموں پر کیوں جاتے ہیں۔ ہمارے پاس شہر ہی میں رہتے تو ان کی جانیں ضائع نہ جاتیں۔ منافقوں کو قبیلوی تعصب کی وجہ سے اُن کے مرجانے کا بڑا رنج رہتا تھا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اللہ کی راہ میں جان دینا رنج و حسرت کی بات نہیں بلکہ مغفرت اور رحمت کا پیش خیمہ ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج

تو سبب جو رحمت سے اللہ تو نرم ہوا لئے اُن کے

(اے نبی!) اللہ کی رحمت سے آپؐ ان کے لئے نرم ہیں

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ

اور اگر تو ہوا سخت گیر سخت دل

اور اگر آپؐ سخت گیر (اور) سخت دل ہوتے

Marfat.com

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ

منتشر ہو گئے سے آس پاس تیرے پس درگزر کر

تو وہ آپؐ کے آس پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے ۔ پس آپؐ انہیں

عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ

ان سے اور مغفرت مانگ لئے ان کے اور

معاف کریں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں اور

شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ

مشورہ کر اُن سے میں امر تو جب عزم کیا تو نے

اور اُن سے کام کاج میں مشورہ کریں ۔ پھر جب آپؐ عزم کر لیں

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

تو توکل کر پر اللہ یقیناً اللہ چاہتا ہے

تو اللہ پر توکل رکھیں ۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں

الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

توکل کرنے والے

کو چاہتا ہے ۔

فَظٌّ سختی کرنے والا، تیز مزاج غلیظ کے لغوی معنی ہیں گاڑھا، سخت ۔
اِنْفِضَاض کے معنی ہیں ٹوٹ کر جدا جدا ہو جانا اِنْفَضُّوْا وہ منتشر ہو گئے ۔
عَفَا اس نے معاف کیا یَعْفُوْ وہ معاف کرتا ہے اُعْفُ (امر) معاف کر ۔

شَاوَرَ اُس نے مشورہ کیا۔ شَاوِر (امر)، مشورہ کر۔ مُشَاوَرَۃ باہم مشورہ کرنا۔

إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ

اگر مدد کرے تمہاری اللہ تو نہیں غالب لئے تمہارے

اور اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں۔

وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ

اور اگر چھوڑ دے تمہیں تو کون وہ جو

اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے جو

يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ

مدد دے گا تمہیں سے بعد اس کے

تمہیں اس کے بعد مدد دے گا

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اور پر اللہ پس توکل کریں ایمان والے

اور مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

خَذْلٌ خِذلان چھوڑ دینا۔ وقت پڑے پر مدد نہ کرنا۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۵۹ ——— ۱۶۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خُلقِ عظیم

صحابہ کرامؓ سے بعض دفعہ نادانستہ غلطیاں بھی ہوئیں مثلاً جنگِ اُحد میں غنیمت کی خواہش نہ کرتے تو اس قدر جانی نقصان نہ ہوتا تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے ہمیشہ ہمدردی اور شفقت کا سلوک فرماتے رہے۔ ان کی اصلاح فرماتے اور ڈھارس بندھاتے۔ نتیجہ یہ کہ وہ پہلے سے بڑھ کر آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کی غلطیوں کی وجہ سے اُنہیں مشورہ سے محروم نہ کریں۔ ان سے جب بھی مناسب سمجھیں صلاح لے لیا کریں۔ اس میں ایک تو اُن کے لئے اعزاز ہے دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے یہ درس مل جائے گا کہ اہمی معاملات شوریٰ سے طے کرنے چاہئیں۔

اسی سلسلہ میں مزید ہدایت ہے کہ جب آپؐ اپنی صوابدید سے یا مناسب مشورہ کے بعد کوئی عزم کر لیں تو اللہ پر توکل رکھ کر اس کو عملی جامہ پہنائیں، مدد اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اگلی آیت اسی تاکید ہے:

الگ الگ بحث کریں گے۔

Marfat.com

حُسنِ خُلق

اسلام میں حُسنِ خلق کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے کیجیے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاق

(میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں)

اخلاق گو! اسلام کا دوسرا نام ہے

حُسنِ اخلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت تاکیدی احادیث منقول ہیں۔ مثلاً:

۱۔ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا (ترمذی)

(مؤمنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق خوب ترین ہے)

۲۔ اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا (متفق علیہ)

(تم میں جو عمدہ ترین اخلاق والے ہیں وہ تمہارے بہترین آدمیوں میں سے ہیں)

۳۔ نیکی حُسنِ خلق ہے (مسلم)

۴۔ مومن اپنے حسنِ خلق سے روزہ دار و نماز گزار کا درجہ پالیتا ہے (ابوداؤد)

۵۔ قیامت کے روز بندے کے ترازو میں حُسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔ (ترمذی)

۶۔ میں جنت کی بلندی میں اس شخص کے لئے ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں جو اپنے خُلق کو خوش نما بنائے (ابوداؤد)

۷۔ قیامت کے روز تم میں سے میرا محبوب ترین شخص اور میرا قریب ترین

Marfat.com

جلیس وہ ہوگا جو تم سب سے عمدہ اخلاق والا ہوگا (ترمذی)
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بار پوچھا گیا، کیا چیز سے زیادہ جنت میں داخل کرتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا تقویٰ اور حسن خلق (ترمذی)

جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اُسوۂ حسنہ آپ حُسنِ اخلاق کی معراج پر تھے سُورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (آپؐ خلقِ عظیم پر ہیں)

عَفو

اسلام نے عَفو پر بہت تاکید کی ہے۔ اسے ایک عظیم اخلاقی فضیلت دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس صفت سے متصف بتایا ہے اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ایک نام عَفُوٌّ یعنی بہت معاف کرنے والا

قرآنِ حکیم میں کئی جگہ تلقین ہے کہ تم عفو سے کام لو۔ سورۃ انعام میں ہے کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ کھلم کھلا بھلائی کرو یا چھپا کر یا کسی کی برائی درگزر کرو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا، قدرت رکھنے والا ہے۔ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود قدرت کے بندوں کی برائیوں کرتا ہے۔ تم بھی ان کی برائیوں کو نظر انداز کر دو۔ اس بلیغ انداز سے اس بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ بندوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات قبول کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کی لغزشوں کو معاف کر دیا کر قرآن حکیم سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے بندوں سے درگزر نہیں کر ان کے گناہ معاف نہیں کرے گا۔

Marfat.com

عفو ایمان والوں کی صفت ہے:

سورۃ الشوریٰ میں اہلِ ایمان کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے:

وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (۳۷/۴۲)

(اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں)

عفو دوست و دشمن سب کے لئے مطلوب ہے:

جہاں تک ممکن ہو سکے ہر شخص سے عفو اور درگزر سے پیش آنا چاہیے۔

درۃ النجابیہ میں واضح الفاظ میں یہ ہدایت ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ

یعنی ایمان والوں کو چاہیے کہ کفار سے درگزر کریں۔

سورۃ مائدہ (آیت ۱۳) میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہود کے بارے میں فرمان ہے کہ آپؐ کو ان کی خیانت کی خبر برابر ملتی رہے گی لیکن آپؐ انہیں معاف کریں اور درگزر فرمائیں۔

سورۃ اعراف (آیت ۱۹۹) میں ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝

(اے نبیؐ عفو کی خو رکھئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے)

زندگی کا یہ سنہری اصول ہے کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کی دلآزاری اور نقصان رسانی سے دل پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ ہر مسلمان نیکی کا مبلغ ہوتا ہے اگر وہ بات بات پر لوگوں سے الجھتا رہے تو کسی شخص کو اپنے پیغام سے متاثر نہیں کر سکتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے آپؐ سے گستاخانہ کلام کیا۔ انہوں نے شہر کے اوباشوں کو آپؐ کے خلاف اکسایا۔ وہ بازار کے دونوں طرف بیٹھ گئے۔ جب آنحضرتؐ وہاں سے گزرے تو آپؐ پر پتھر پھینکے۔ بدنِ مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ آپؐ شہر سے

Marfat.com

باہر تشریف لائے تو جبرئیلِ امین حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپؐ کہیں تو یہ پہاڑ طائف والوں پر گرا دوں۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں مجھے توقع ہے کہ ان کی اولاد سے اہلِ ایمان اٹھیں گے۔

مکّہ فتح ہوا تو آپؐ نے سب لوگوں کو معاف کر دیا حالانکہ انہوں نے آپؐ پر ستم ڈھانے میں کمی نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے چچا کے قاتل کو بھی معاف کر دیا۔

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہا جنگی قیدیوں کو بغیر فدیہ کے رہا فرما دیا کرتے تھے۔

حدیثِ نبوی ہے کہ مسلمانوں کا افضل اخلاق عفو ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ اللہ کا کوئی بندہ اس وقت تک صاحبِ فضیلت نہیں ہوتا جب تک کہ تعلّق توڑنے والوں سے تعلق نہ جوڑے، ظلم کرنے والے کو معاف نہ کرے اور جس نے اس سے بخل کیا تھا اسے عطا نہ کرے[1]۔

شُوریٰ

مشورہ کے لئے قرآنِ حکیم میں شُوریٰ کا لفظ آیا ہے۔ اہلِ اسلام کو مشورہ کی بہت تاکید ہے۔ سورۂ شُوریٰ میں جہاں مسلمانوں کے چند اوصاف گنائے گئے ہیں وہاں ان کا ایک وصف یہ بھی بتایا ہے:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (۴۲/۳۸)

(یعنی ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شُوریٰ کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

---

[1] تفسیر نیشاپوری

Marfat.com

ترجمہ : اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے کٹ گیا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

مراد یہ کہ جب امت کے فہیم علماء مل کر کسی بارے میں مشورہ کریں گے تو درست نتیجہ تک پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی رہنمائی فرمائے گا۔ جو اس جماعتی مشورہ سے انکار کرتا ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ سے بارہا مشورہ فرمایا کرتے تھے حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا (ترمذی باب الجہاد) احادیث میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے اکثریت کی رائے کو قبول فرمایا۔ مثلاً اسیرانِ بدر کا فیصلہ، جنگِ اُحد کے لئے جگہ کا انتخاب، غزوۂ خندق کے دوران صحابہ کرامؓ کی اس رائے کا منظور فرمانا کہ غطفان سے صلح نہ کی جائے۔ آپؐ ضروری سمجھتے تو عورتوں سے بھی مشورہ کرتے اور ان کی رائے قبول فرما لیتے تھے (عیون الاخبار ابنِ قتیبہ کتاب اول)

توکّل

قرآن حکیم میں تصریح سے بتایا گیا ہے کہ عقیدۂ قدر پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ انسان ثابت قدم رہے۔ اگر اسے کسی کام میں ناکامی بھی ہو جائے تو دل نہ ہارے بلکہ اس یقین کے ساتھ نئے سرے سے جدّ و جہد کا آغاز کرے کہ میرا کام فقط کوشش و محنت کرنا ہے۔ انجام عزیز و قدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کی مشیت کے بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہوتا اور رہا ثواب تو وہ کبھی ضائع نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت اور کوشش کو دیکھتا ہے اور اس کے اندازہ سے ثواب عطا کرتا ہے۔ اس لئے اس عارضی دنیا کی ناکامی پر ہمت کو ہاتھ سے

Marfat.com

نہیں دینا چاہیے۔ یہی توکل ہے۔

توکل سے مُراد یہ نہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے، نہیں بلکہ جہدِ مسلسل میں بھی مصروف رہے لیکن اپنی کوشش، وسائل اور کامیابی پر نازاں نہ ہو اور نہ مصیبت میں نیت اور عقیدہ کے ثبات پر آنچ آنے دے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہنے۔ توکل وُہ قوت ہے جس سے پہاڑوں کے سینے چاک کر دیئے جاتے ہیں۔ توکل دستِ مزدور میں وُہ تیشہ ہے جس سے دریاؤں کی گزرگاہیں بدل دی جاتی ہیں اور دُنیا ہی کی نہیں آخرت کی جنت بھی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے توکل کے بارہ میں جو نکات سامنے آتے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ دُنیا کی ناکامی پر بددل نہیں ہونا چاہیے

۲۔ اصل نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے، اسی کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے اللہ روک دے تو کوئی آدمی مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔

۳۔ ایمان والوں کی بہتری پر چاہے کفار رنجیدہ ہوں یا ان کی مصیبت پر خوشیاں منائیں اصحابِ توکل ان سے بے نیاز رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو فراموش نہیں کرتے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھا جائے تو شیطان کا بس نہیں چلتا۔

۵۔ آدمی کسی کام کا عزم کرلے تو اسے انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے۔

قرآنِ حکیم میں حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہے۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳ : ۱۵۹)

ترجمہ: پھر جب آپؐ عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں۔

توکل تن آسانوں کی افیون نہیں بلکہ جانبازوں کی شمشیرِ جگر دار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی کی مدد کرتا ہے جو عمل کے دھنی ہوتے ہیں اور حوادث سے نہیں ڈرتے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مدد استقامت کے ساتھ، کشائش پریشانی کے ساتھ اور آسانی مشکل کے ساتھ

Marfat.com

وابستہ ہے۔ اگر آدمی ثابت قدم رہے تو اللہ کی مدد عجیب عجیب طور سے پہنچتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکنے لگے تو آپ کی زبان پر یہ کلمے تھے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (اللہ مجھے کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے)۔ آگ ٹھنڈی ہو کر چمن کی صورت لہلہا اٹھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ایک درخت کے نیچے تنہا محوِ خواب تھے۔ ایک کافر آگیا۔ آپؐ کی تلوار کو جو درخت میں لٹک رہی تھی تھام لیا۔ آپؐ کو جگایا اور کہا، اب آپؐ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ۔ یہ سن کر کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور حضورؐ نے اٹھالی۔ انسان اللہ تعالیٰ کی نصرت پر کامل یقین رکھے اور اس کے احکام اور ہدایات کے بموجب محنت کرے تو اس پر رزق کے دروازے اچانک کھلتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ اگر تم اللہ پر ایسے توکل کرو جیسے توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندے کو دیتا ہے۔ صبح تم خالی پیٹ گھر سے نکلو اور شام کو شکم سیر ہو کر آؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رزق کی تلاش میں گھر سے نکلنا ضروری ہے۔ پرندے کو بھی آشیانے میں رزق نہیں پہنچتا بلکہ اسے بھی حتی الوسع تلاش میں جان کھپانی ہوتی ہے۔

اسلام کی تاریخ دیکھو تو معلوم ہوگا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے لاکھوں دشمنانِ اسلام کے منہ موڑ دئے تھے۔ بارہا محض تکبیر کی گونج سے دشمن کی فوجیں حواس کھو بیٹھیں اور ہتھیار ڈال دیے۔

توکل ہمیں توحید کا یہ سبق سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی ساجھی نہیں کسی کے پاس اگر کچھ طاقت و قدرت ہے تو وہ از بس محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ۔ وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ اس لیے مؤمن انسان رزق اور حاجت روائی کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھتا ہے۔ اس کے بندے تک کام آپڑے تو وہ اسے خدا نہیں سمجھتا اور نہ اسے خالق و مالک جانتا ہے۔ اس کا یہ پختہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کو منظور ہے وہ مل کر رہے گی اور جو اسے منظور نہیں وہ کبھی نصیب نہ ہوگی۔ اگر سب دنیا ایک طرف ہو جائے تو بھی اللہ کی مشیت کو شکست نہیں دے سکتی۔ جو اللہ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

حدیث میں ہے: اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ (ترجمہ) اللہ کا دھیان رکھ یعنی اس کو یاد رکھ اور اس کے احکام بجالا، وہ تیری حفاظت کرے گا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کا بھروسا چھوڑ کر اس کی مخلوق کا سہارا لیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ مشرک شمار کرتا ہے، چاہے وہ زبان سے کلمہ گو ہوں۔ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ کہہ کر حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ بیٹھے سوچنے لگے کہ یہ ستر ہزار آدمی کون ہوں گے۔ طرح طرح کے خیالات دوڑانے لگے کہ اتنے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا، کیا سوچ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار آدمی وہ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ فال گیری کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں[1]

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (سچے) مومن صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھیں۔ اور جب اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ط وَمَنْ

اور نہیں ہوا لئے نبی کہ وہ خیانت کرے اور جو

اور کسی نبی کے لئے نہیں ہوا کہ وہ خیانت کرے اور جو

---

[1] ریاض الصالحین باب فی الیقین والتوکل

Marfat.com

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ج

خیانت کرے آئے گا ساتھ جو غبن کیا اس نے دن قیامت

خیانت کرے وہ لائے گا جو اس نے غبن کیا ہے قیامت کے روز

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

پھر پوری پوری دی جائیگی ہر جان جو کمایا اس نے

پھر ہر جان کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا

وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

اور وہ نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ۔

غَلَّ اس نے خیانت کی ۔ غُلُوْل اسم مصدر ہے ۔ اس سے مراد ہے کوئی چیز ناحق پوشیدہ طور سے لے لینا ۔ اس کو خیانت بھی کہتے ہیں لیکن عرفِ عام میں غلول سے مراد صرف وہ خیانت لی جاتی ہے جو مالِ غنیمت میں ہو ۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ

کیا تو جو پیرو ہوا رضا اللہ مانند جو

تو کیا جو اللہ کی رضا کے پیچھے چلا وہ اس کی طرح ہے جو

بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ط

لے کر پلٹا ناراضی سے اللہ اور ٹھکانا اس کا جہنم

اللہ کی ناراضی لے کر آیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا ۔

Marfat.com

وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ

اور بری منزل وہ درجہ بدرجہ

اور (وہ) بری منزل ہے وہ اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

پاس اللہ اور اللہ دیکھنے والا ساتھ جو وہ کرتے ہیں

درجہ بدرجہ ہیں اور اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۶۱ —— ۱۶۳

دیانت داری

جنگِ اُحد سے پہلے ہی تقسیم غنائم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ انفال میں ہدایات آچکی تھیں۔ سب مال اکٹھا کر کے تقسیم کرنا تھا۔ اس کے باوجود جبلِ رُماۃ کے بعض مجاہدوں نے غنیمت کی خاطر جلدی کی اور جگہ چھوڑ گئے۔ اس پر انہیں یہ تنبیہ ہوئی کہ نبیؐ کے ہوتے تمہیں غنیمت کی کیا فکر تھی۔ سب کو اپنا اپنا حصہ ملنا تھا۔ نبی ہمیشہ دیانتداری سے کام لیتا ہے اس لئے تمہارے ساتھ بے انصافی نہ ہوتی۔

جنگِ بدر کا قصہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو مالِ غنیمت سے ایک تلوار پسند آئی۔ انہوں نے اٹھا لی۔ حضورؐ کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور التجا کی کہ یہ مجھے عنایت فرمایئے۔ سعدؓ بن ابی وقاص رشتہ سے آپؐ کے ماموں ہوتے تھے۔ انہوں نے اسلام کی راہ میں بہت قربانیاں دی تھیں تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوٹوک انکار فرمایا اور حکم دیا کہ تلوار کو غنیمت کے مال میں رکھ دو۔

Marfat.com

یہاں عام اہلِ اسلام کو تعلیم ہے کہ خیانت ایک رُسوا کن فعل ہے۔ اس زندگی میں جو آدمی بھی خیانت کر کے کسی کا مال لیتا ہے جب حشر کے میدان میں آئے گا تو وہ مال اس کے کندھے پر دھرا ہو گا۔ وہ اسے پھینک نہ سکے گا۔ دنیا دیکھے گی کہ اس ریاکار نے کیا کیا حرام خوری کی ہے۔

جہاد کے جذبہ کو مال کی ہوس سے داغ دار نہ کرو۔ جہاد صرف رضائے الٰہی کی خاطر انجام دو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے بجائے مال و زر مقصود ہے تو جان لو کہ گھروں کو صرف مال لے کر واپس نہ جاؤ گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی بھی ساتھ ہو گی (آیت ۱۶۲)

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں لوگوں کے مدارج مختلف ہیں لیکن یہ فرق نسبی تفاوت کی بنا پر نہیں بلکہ عمل کے اعتبار سے ہے۔ جس کا اخلاق بلند ہے اس کا درجہ بھی بلند ہے اور جس کا اخلاق پست ہے اس کا مرتبہ بھی پست ہو گا۔

لَقَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
ہے	احسان کیا	اللہ	پر ایمان لانے والے

اللہ نے مؤمنوں پر احسان کیا ہے

اِذْ	بَعَثَ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
جب	بھیجا	ان میں	رسول	سے جانیں ان کی

کہ ان میں ایک رسول بھیجا ان میں سے

يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِهٖ	وَيُزَكِّيْهِمْ
پڑھتا ہے	اوپر ان کے	آیات اس کی	اور پاکیزہ کرتا ہے انہیں
ان کو اس کی آیات سناتا ہے			اور ان کو پاکیزہ کرتا ہے

Marfat.com

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ

اور تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب اور حکمت

اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

اور یقیناً وہ تھے سے پہلے - میں گمراہی واضح

اور یقیناً پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے

النساء

تفسیر آیت ۱۶۴

فرائض نبوت

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بڑا انعام کیا ہے کہ ان کی طرف انہی میں سے رسولؐ بھیجا۔ وہ بشر ہے۔ انہی کے ساتھ بود و ماند رکھتا ہے۔ اُن کے سے طبعی احساسات کا مالک ہے۔ اُن کے درد و غم اور راحت و مسرت کو خوب سمجھتا ہے۔ ان کی مجبوریوں، ناچاریوں اور خطاؤں سے بخوبی واقف ہے۔ اُن کا مزاج آشنا ہے۔ اگر کوئی فرشتہ آتا تو انسانوں کے جذبات و میلانات کا پوری طرح محرم نہ ہو سکتا۔

اس آیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہار گانہ فرائض بتائے گئے ہیں یعنی:

(۱) يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ — انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو کلام نازل ہوتا وہ آپؐ کو معاً ازبر ہو جاتا تھا۔ پڑھنے میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا تھا۔ اس امانت کو جیسا کہ اس کا حق ہے آپؐ نے پوری طرح ادا کر دیا۔

Marfat.com

(۲) یُزَکِّیْھِمْ ـــــ انہیں پاکیزہ کرتا ہے یعنی وہ اپنے پاکیزہ اخلاق اور ظلمت شگاف نورانیت کے بدولت دلوں کے اندھیرے دُور کرتا ہے - وہ سراجِ مُنیر یعنی روشن کرنے والا چراغ ہے۔ اس کی نورانیت کی کرنیں ہر اس شخص کے رگ وپے میں اتر کر جاتی ہیں جس کے دل میں حقانیت کی کچھ بھی تمنّا ہو۔ اس کی نگاہِ حقیقت نواز سے کفر کے زنگار اور گناہوں کی آلودگیاں دور ہو جاتی ہیں۔

(۳) وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ ـــــ اور انہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے یعنی قرآنِ حکیم حفظ کراتا ہے، اس کے معانی بیان کرتا ہے اور اس کے اسرار کھولتا ہے۔

کتابِ الٰہی سراپا علم ہے۔ جس شخص کو اس علم کا حصہ مل جائے وہ خود علم کا سرچشمہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے علم کی دُور دُور تک اشاعت کی۔ قرآن کا علم شاخ در شاخ ہو کر پھیلا اور دنیا کے کونے کونے میں اس کا فیض پہنچا۔ ایک وہ وقت تھا کہ عرب کی حدود میں ناخواندگی اور جہالت کے تہ بتہ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ لیکن پھر وہ وقت آیا کہ ایک دنیا نے عربوں کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ وہ عرب جو ایک ہزار سے زائد کی گنتی تک نہیں جانتے تھے علم و حکمت کی مجلسوں کے صدر نشین نظر آنے لگے۔ یہ سب کرشمے اس علم کے تھے جس کی لگن جنابِ ہادیِ اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود لگا گئے تھے۔

(۴) وَالْحِکْمَۃَ ـــــ یعنی حکمت کی بھی تعلیم دیتا ہے۔

حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں مثلاً:

(۱) علم و عمل ـــــ زیادہ تر یہی معنی متداول ہیں اور اجمالاً کافی رہتے ہیں۔

(۲) علم و عقل

(۳) کام کاج اور معاملات کو درستی سے انجام دینا۔

(۴) ایک ایسی ناقابلِ بیان شے کہ اللہ تعالیٰ اسے بندے کے دل میں ڈال دے تو نورانی کر دے۔

حکمت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال کو سامنے رکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ

حکمت وہ صالح علم ہے جو انسان کے دل و دماغ میں پوری طرح جاگزیں ہو جائے اور انسان کی ہر حرکت و عمل میں اس کی روح جولاں رہے اس علم سے دل و دماغ منوّر رہتے ہیں اور انسان کی ہر بات عموماً درست ہوتی ہے۔ ایسے ہی حکیم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی نگاہ میں اللہ کا نور ہوتا ہے۔ وہ خود کامل ہوتا ہے اور دیگروں کو کامل کرتا ہے۔

حکمت نبوت سے کم تر ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے لیکن حکیم معصوم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمّت کے علماء کو اسرائیلی انبیاء سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ اگر میرے ساتھ نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو عمر نبی ہوتے۔

اسی حکمت کا فیض تھا کہ وہ عرب جو کسی زمانے میں قبیلہ در قبیلہ بٹے ہوئے تھے اور اپنے اپنے قبیلہ کا نظام بھی درست نہ رکھ سکتے تھے انہوں نے عالمگیر سلطنتیں قائم کیں اور ان کی ایسی آئین بندی کی کہ دنیا آج تک انگشت بہ دنداں ہے اور سوچتی ہے کہ عربوں میں یہ اہلیت اچانک کہاں سے آئی۔ اس آیت کا مضمون آیت ۳۱ و ۳۲ کے ذیل میں بھی آچکا ہے۔ وہاں تفسیر کا انداز اور ہے۔ ان دونوں زاویوں کا سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ

کیا	اور جب	پڑی	تم پر	مصیبت

اور کیا جب تم پر مصیبت پڑی

قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ

ہے	ڈالی تم نے	دوگنا	اس سے	کہا تم نے

جس سے دوگنا مصیبت تم دشمن پر ڈال چکے، تم نے کہا

Marfat.com

أَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ؕ

کہاں سے یہ کہہ وہ سے پاس یا ئیں تمہاری

یہ کہاں سے ہے؟ (اے نبی!) کہہ دیجئے، یہ تمہاری ہی طرف سے ہے

إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۵﴾

یقینا اللہ پر ہر چیز قادر

یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے

تفسیر آیت ۱۶۵

دیکھو تفسیر آیت ۱۳۹ — ۱۴۳

وَ مَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ

اور جو پڑا تم پر دن دو بدو ہوئے دو لشکر

اور تم پر جو پڑا (اس) دن جب دو لشکر باہم ٹکرائے

فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۶﴾

تو ساتھ اِذن اللہ اور تاکہ وہ جانچ لے ایمان لانے والے

تو اللہ کے اِذن سے اور تاکہ وہ جانچ لے مومنوں کو

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَ

اور تاکہ وہ جانچ لے جو نفاق کیا انہوں نے اور

اور جانچ لے ان کو جنہوں نے منافقت کی۔ اور

Marfat.com

قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کہا گیا ان سے آؤ جنگ کرو میں راہ۔

ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو

اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

یا دفاع کرو کہا انہوں نے اگر ہم جانیں لڑائی

یا دفاع کرو وہ بولے اگر ہم لڑائی جانتے

لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ

ضرور پیروی کریں تمہاری وہ لئے کفر

تو ضرور تمہارے پیچھے چلتے وہ اس دن کفر کے

يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ

آج قریب تر سے وہ لئے ایمان

زیادہ قریب تھے بہ نسبت ان کے ایمان کے نزدیک ہونے کے

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ

وہ کہتے ہیں ساتھ منہ ان کے جو نہیں

وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

میں دل ان کے اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ساتھ جو

میں نہیں اور وہ جو چھپاتے ہیں اسے اللہ سب سے زیادہ

Marfat.com

يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

وہ چھپاتے ہیں جو کہا انہوں نے اپنے بھائی ان کے

جاننے والا ہے انہوں نے کہا اپنے بھائیوں سے

وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ

جبکہ وہ بیٹھے اگر اطاعت کی انہوں نے ہماری نہ قتل کئے گئے وہ

جبکہ وہ خود بیٹھ رہے اگر وہ ہماری مانتے (تو) قتل نہ ہوتے

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہہ تو ٹالے ہٹاؤ سے جانیں تمہاری موت

(اے نبی!) کہہ دیجیے: تو اپنی جانوں سے موت دور کر دو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

اگر تم ہوئے سچے

اگر تم سچے ہو

جَمْعٌ لشکر جَمْعَانِ دو لشکر نَافَقَ اس نے منافقت کی۔ مُنَافِق اس سے فاعل ہے۔ دَفَعَ ہٹایا۔ اِدْفَعْ مدافعت کر۔ لَاتَّبَعْنٰكُمْ کی ترکیب ہے لَ (البتہ ضرور) اِتَّبَعْنَا (ہم نے پیروی کی) كُمْ (تمہاری) دَرْءٌ پرے ہٹانا۔ دَرَءَ اس نے پرے ہٹایا۔ اِدْرَءُوْا پرے ہٹاؤ۔ دور کرو۔

تفسیر آیت ۱۶۶ —— ۱۶۸

جہاد میں آزمائش ہے (۲)

(مضمون آیت ۱۴۳ کی تفسیر سے پیوستہ ہے)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جنگِ اُحد کا نقصان ٹل سکتا تھا لیکن اُسے آزمائش منظور تھی۔ جانی اور مالی نقصان کی زد میں آکر انسان کے ایمان کی پرکھ ہوتی ہے جنہوں نے دشمن سے ہزیمت اٹھائی ان میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ تھے جن کی ہزیمت محض بشری خطا کی وجہ سے تھی۔ وہ اپنی کوتاہی پر نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوسرے منافقین تھے جن میں ایک شخص مُعتّب بن قشیر کا نام تاریخ میں ملتا ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھ ایک آدھ آدمی اور بھی ہو۔ اُن لوگوں نے نقصان اٹھایا تو منہ سے کفر کے الفاظ نکالنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے گستاخانہ شکایتیں شروع کر دیں۔

(دیکھو تفسیر آیت ۱۵۴ و ۱۵۵)

اُحُد کی جنگ کا ایک اور فائدہ بھی ہوا اور وہ یہ کہ مدینہ کے منافقین اور اُن کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کا بھید کھُل گیا۔

عبداللہ بن اُبَیّ مدینہ کا ایک رئیس تھا۔ کسی زمانے میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اسلام سے قبل اس کی تاجپوشی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اسلام آیا تو اس کے ارمانوں کا خون ہو گیا۔ اس نے اسلام کی مخالفت پر کمر باندھ لی لیکن جنگِ بدر کے بعد جب اس نے دیکھا کہ اہلِ اسلام سے برسرِ جنگ ہونا آسان نہیں تو بظاہر مسلمان ہو گیا لیکن دل میں بدستور کافر رہا۔ اس کے پیروؤں کی خاصی تعداد تھی۔ اُنہوں نے بھی منافقت کی راہ اختیار کر لی۔ یہ لوگ نمازوں میں شریک ہوتے اور اہلِ اسلام کی خیر خواہی کا دم بھرتے تھے لیکن اُحُد کی آزمائش

میں بے نقاب ہو گیے۔

جس وقت مدینہ میں خبر آئی کہ کفارِ مکہ شہر کے باہر آ پہنچے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ اُن کا مقابلہ کھلے میدان میں یا شہر میں بند رہ کر کیا جائے۔ عبداللہ بن اُبی نے صلاح دی کہ شہر بند ہو کر جنگ کریں۔ دشمن کا لشکر گلیوں میں داخل ہوا تو ہم اسے گھیر کر فنا کر دیں گے۔ بعض صحابہؓ نے بہت جوش و خروش کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم کھلے میدان میں اُن سے ٹکر لیں گے کچھ گفتگو کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی رائے منظور فرما لی۔ لشکر تیار ہو کر شہر سے روانہ ہوا۔

عبداللہ بن اُبی نے رستہ میں سوچا کہ اتنے طاقت ور غنیم کا مقابلہ آسان نہیں میں کیوں ہلاکت کے منہ میں جاؤں۔ اُس نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ چونکہ اس کی رائے نہیں مانی گئی تھی اُس نے ازراہِ طنز کہا کہ ہم فنِ جنگ کیا جانیں۔ ہمارا جانا بیکار ہے۔ پورے کا پورا شہر خطرہ میں تھا۔ عبداللہ کو اسلام کی خاطر نہ سہی شہر کے دفاع ہی کے لیے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا لیکن اس کی حمیت مر چکی تھی۔

عبداللہ اکیلا ہی واپس نہ گیا تھا اس کے ہمراہ اس کے تین سو منافق ساتھی بھی تھے۔ یہ لوگ زبان سے مسلمان مگر دل سے کافر تھے۔ زبان کے مقابلہ میں دل کا رشتہ زیادہ قریبی ہوتا ہے۔ اُن کی زبان کا رشتہ ایمان سے اور دل کا کفر سے تھا لہٰذا وہ ایمان کے بہ نسبت کفر سے قریب تر تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ

عبداللہ بن اُبی اور اس کے پیرو گھروں میں بیٹھ رہے۔ جب دوسرے دن اہلِ اسلام کے نقصانِ جان کی خبر ملی تو کہنے لگے کہ اگر وہ بھی ہمارے ساتھ آ کر شہر میں بیٹھ رہتے تو موت سے بچ جاتے۔ اُن سے سوال ہے کہ موت سے کب تک بچو گے؟ آخر مرنا ہے۔ یہ منافقت اور بزدلی کی زندگی کیوں اختیار کر رکھی ہے؟

Marfat.com

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ

اور ہرگز گمان نہ کرنا جو مارے گئے میں

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں ہرگز

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ

راہ اللہ مردے بلکہ زندے پاس

مردے گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے

رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ

رب ان کا رزق دیا جاتا ہے انہیں شاداں ساتھ جو

رب کے پاس انہیں رزق دیا جاتا ہے اللہ نے اپنے فضل

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ

دیا انہیں اللہ سے فضل اس کے اور بشارت پاتے ہیں

سے انہیں جو دیا ہے اس پر شاداں ہیں اور بشارت پاتے ہیں

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

ساتھ جو نہ ملے ساتھ ان کے سے

ان کے بعد والوں کی جو (ابھی) ان سے نہیں

خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

بعد ان کے کہ نہیں خوف ان پر

آ ملے کہ ان پر خوف نہیں

Marfat.com

وقف لازم

وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ

اور نہ وہ غم کرتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں

اور نہ وہ غم کرتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں

بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ

ساتھ نعمت سے اللہ اور فضل اور کہ یقیناً اللہ

اللہ (کی طرف) سے نعمت اور فضل کی اور یقیناً

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۱۶ ۸ ۱۷

نہیں ضائع کرتا اجر مؤمنین

اللہ مؤمنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حَسِبَ یَحْسَبُ لَاتَحْسَبُ (گمان نہ کر) لَاتَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کرنا۔ اَمْوَات جمع ہے مَیِّت (مردہ) کی۔ اَحْیَاءٌ جمع حَیٌّ (زندہ) کی۔ بِشَارَۃٌ خبر، خوشخبری اِسْتَبْشَرَ خبر پائی، خوش خبری پائی، خوش ہوا۔ یَلْحَقُوْا بعد میں آکر نہ ملے اَلَّا کی ترکیب ہے اَنْ اور لَا سے۔ ضَاعَ ضائع ہوا۔ اَضَاعَ ضائع کیا یُضِیْعُ ضائع کرتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۶۹ —— ۱۷۱

شہداء کی زندگی

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کی موت عام مرنے والوں کی سی موت نہیں ہوتی۔ وہ معاً اللہ تعالیٰ کے پاس نئی زندگی پاتے ہیں اور جنّت

کا رزق حاصل کرتے ہیں۔

عام لوگ وفات کے بعد عالم برزخ میں جاتے ہیں۔ برزخ دنیوی زندگی اور آخرت کے درمیان کی منزل ہے۔ اس منزل کے مکینوں کے سامنے اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے جنت اور دوزخ کا نقشہ لایا جاتا ہے۔ جنّت کے حق دار خوش رہتے ہیں اور دوزخ کے سزاوار کرب میں مبتلا رہتے ہیں۔ موت کے فوراً بعد جو عذاب ملتا ہے اور جسے عذاب قبر کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ بھی برزخ ہی کی حالت کا عذاب ہے۔

شہداء اور اولیاء کا معاملہ مختلف ہے۔ انہیں برزخ میں نہیں رکھا جاتا۔ سیدھے جنت میں جاتے ہیں۔ یہ حقیقی اور دائمی زندگی ہے۔ جس قدر لوگ برزخ کی حالت میں ہیں وہ قیامت آنے پر ایک بار پھر زندہ کئے جائیں گے اور حساب محشر کے بعد جنت یا دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ لیکن شہداء اور اولیاء کی جزاء کے لئے قیامت کا انتظار نہیں۔ ان کو فوراً بغیر کسی حساب کے جنّت میں بھیج دیا جائے گا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قیامت آنے پر انہیں بھی ایک بار پھر موت وحیات کے مرحلہ سے گزارا جائے گا۔ اس میں ان کے لئے کوئی تکلیف نہ ہوگی بلکہ اُن کی شان اور اعزاز بنو آدم کے سامنے اور نمایاں ہوگا۔

جہاد کی فضیلت

جہاد کی بہت فضیلت ہے۔ اس پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجۂ ذیل احادیث روشنی ڈالتی ہیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اس کا اللہ پر اور اُس کے انبیاء پر ایمان ہے تو اللہ نے مجھے ضمانت دی ہے کہ وہ جنّت حاصل کرے گا یا اپنے گھر کو ثواب یا غنیمت لے کر واپس آئے گا۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ وہ (مجاہد) اللہ کی راہ میں

جو زخم اٹھاتا ہے وہ زخم قیامت کے روز ایسا ہی تازہ ہوگا جیسا کہ زخمی ہونے کے وقت تھا۔ اس کا رنگ خونیں ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔

(۲) اللہ کی راہ میں ایک بار صبح کو یا ایک بار شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(۳) ہر میت کے اعمال اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں سوائے سرحدی سپاہی کے جس کا عمل قیامت تک نشو و نما پاتا ہے۔

(۴) جو آدمی بھی جنت میں داخل ہوگا وہ نہیں چاہے گا کہ دوبارہ دنیا میں جائے اور زمین کی کچھ شے حاصل کرے سوائے شہید کے کہ وہ شہادت کی قدر دیکھ کر چاہے گا کہ دنیا میں دس بار واپس جا کر شہید ہو۔[۱]

اَلَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِلّٰهِ	وَ	الرَّسُوْلِ
جو	تعمیل کی	لئے اللہ	اور	رسول
جنہوں نے اللہ اور رسول (کے حکم) کی تعمیل کی				
مِنْۢ	بَعْدِ	مَآ	اَصَابَهُمُ	الْقَرْحُ
سے	بعد	کہ	پڑا	انہیں زخم
(اس کے) بعد کہ اُنہیں زخم پہنچا تھا				
لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	مِنْهُمْ	وَ	اتَّقَوْا
لئے جو	سہانا عمل کیا	ان سے	اور	تقویٰ رکھا انہوں نے
ان میں سے ان کے لئے جنہوں نے سہانے عمل کئے				اور تقویٰ رکھا

[۱] حوالوں کے لئے تفسیر خازن دیکھی جائے۔

Marfat.com

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۲﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ

اجر بڑا جو کہا ان کو لوگ

بڑا اجر ہے۔ جن سے لوگوں نے کہا،

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ

یقیناً لوگ ہے جمع کیا انہوں نے لئے تمہارے

یقیناً لوگوں نے تمہارے لئے (سامان) جمع کیا ہے

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا صلے

پس ڈرو ان سے تو بڑھایا انہیں ایمان میں

پس ان سے ڈرو تو (اللہ نے) انہیں ایمان میں بڑھایا

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿۱۷۳﴾

اور بولے کافی ہے ہمیں اللہ اور خوب کارساز

اور وہ بولے، اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ

تو پلٹے ساتھ نعمت سے اللہ اور فضل

تو پلٹ آئے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ

لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا

نہ چھوا انہیں خرابی اور پیروی کی

(یوں کہ) انہیں کسی خرابی نے نہ چھوا اور وہ اللہ

Marfat.com

رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ	وَ اللّٰهُ	ذُوْ	فَضْلٍ
رضا اللہ	اور اللہ	والا	فضل
کی رضا کے پیچھے چلے	اور اللہ بڑے		فضل
عَظِيْمِ ﴿۱۷۴﴾			
بڑا			
والا ہے۔			

اِسْتَجَابَ پکار کا جواب دیا۔ دعا قبول کی۔ پکار پر حاضر ہوا۔ حکم مانا۔ تعمیل کی۔ خَشِیَ وہ ڈرا یَخْشٰی وہ ڈرتا ہے اِخْشَ ڈر اِخْشَوْا ڈرو۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ	الشَّيْطٰنُ	يُخَوِّفُ	
صرف وہ	شیطان	خوف زدہ کرتا ہے	
اے سننے والو! صرف اتنی بات ہے کہ یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں			
اَوْلِيَآءَهٗ ۪	فَلَا تَخَافُوْهُمْ	وَ	
دوست	اس کے تو نہ ڈرو	ان سے	اور
سے خوف زدہ کرتا ہے	تو ان سے نہ ڈرو		اور
خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾			
ڈرو مجھ سے	اگر تم ہوئے	ایمان لانے والے	
مجھ سے ڈرو	اگر تم (واقعی) مؤمن ہو۔		

Marfat.com

اَوْلیاء جمع ہے وَلِیٌّ (قلبی دوست۔ مددگار) کی۔ خَافَ وہ ڈرا یَخَافُ وہ ڈرتا ہے
لَا تَخَفْ نہ ڈر لَا تَخَافُوا تم نہ ڈرو
خَافُوْنِ اصل میں ہے خَافُوْنِیْ یعنی مجھ سے ڈرو۔

تفسیر آیت ۱۷۲ —— ۱۷۵

لشکرِ قریش کا تعاقب اور صحابۂ کرامؓ کا توکّل

اُحد کی جنگ کے بعد کُفّار کا لشکر جب مدینہ سے آگے نکل آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خیال سے کہ وہ پلٹ کر پھر حملہ آور نہ ہوں اُن کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ آپؐ نے ستّر مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کریں۔ ان مسلمانوں میں ایک زخمی گروہ بھی تھا جس نے اپنے زخموں کی پروا نہ کی اور فوراً ارشادِ نبوی کی تعمیل میں جان پر کھیلنے کو تیار ہو گیا۔ انہی کے بارے میں ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ دشمن کے تعاقب کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا لیکن آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا بھی ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ آپؐ کا حکم درحقیقت اللہ کا حکم تھا۔

قُریشی لشکر رَوحاء کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ مَعبَد خُزاعی نام ایک مشرک اُس وقت مدینہ سے ہو کر آ رہا تھا۔ قریش کے پاس سے گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا، مَعبد! مدینہ والوں کا کیا حال ہے؟ معبد نے مبالغہ آمیز جواب دیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت بڑا لشکر لئے آ رہے ہیں۔ یہ لشکر تمہیں بھسم کر دے گا۔ ابوسفیان نے سنا تو بلا توقف مکّہ کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ تعاقب میں نکلنے والے ستّر مجاہدین تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خود بھی لشکر لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراءُ الاسد تک بڑھے - وہاں معلوم ہوا کہ قریشی لشکر واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور سرعت سے مکہ کی طرف رواں ہے۔

زخم خوردہ مجاہدین جب مدینہ سے نکلے تو بعض منافقوں نے کہا، اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ یعنی ابوسفیان کا لشکر یک جا ہو کر تم سے لڑنے کو تیار بیٹھا ہے تم ستر آدمی تین ہزار فوج کا مقابلہ کیسے کرو گے ؟ فَاخْشَوْهُمْ یعنی ان سے ڈرو اور جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا مجاہدین قطعاً نہ ڈرے۔ ان کا ایمان اور پختہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آزمائش کا ایک عمدہ موقع بہم پہنچا دیا ہے۔ شاید شہادت کی فضیلت سے نوازنا منظور ہے۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ یعنی اللہ کی مدد ہمیں کافی ہے۔ ہم دشمن کی کثرت سے نہیں ڈرتے۔ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وہ خوب کارساز ہے۔ ہم نے انجام اُسی کو سونپ دیا ہے۔ ہماری زندگی اور موت کا معاملہ اُسی کے سپرد ہے۔ ہماری گردنیں اُسی کے آگے خمیدہ ہیں۔ ہمیں اُس کے حکم کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ اس کی رحمت سے ہمیں پوری توقع ہے کہ ہمارے لئے نہایت اچھا فیصلہ کرے گا۔ ہم جیت گئے تو بہتر ورنہ شہادت کا ثمرہ کیا کم ہے۔

مجاہدین سرخرو واپس آئے لَمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ یعنی ان پر کوئی خرابی نہ آئی۔ سُوْٓء سے مراد یہاں ناپسندیدہ بات ہے۔ یعنی نہ اُن کے ایمان کو ٹھیس پہنچی اور نہ اُن کے عمل پر حرف آیا اور نہ اُن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔

سُوء سے مراد یہاں قتل یا زخم لینا درست نہیں۔ اللہ کی راہ میں زخمی یا شہید ہونے کو سُوء نہیں کہا جا سکتا :

Marfat.com

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ

اور نہ غمگین کریں تجھے جو سرعت سے بڑھے جاتے ہیں

اور (اے نبی!) آپ کو غمگین نہ کریں وہ جو تیزی سے بڑھے جاتے ہیں

فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

میں کفر یقیناً وہ ہرگز ضرر نہیں دیں گے اللہ کچھ

کفر میں ۔ یقیناً وہ اللہ کو کچھ ضرر نہیں دیں گے

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ

چاہتا ہے کہ نہ رکھے لئے اُن کے

اللہ چاہتا ہے کہ اُن کے لئے نہ رکھے

حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

حصہ میں آخرت اور لئے ان کے عذاب بڑا

آخرت میں حصہ، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

یقیناً جو انہوں نے سودے میں لیا کفر عوض ایمان

یقیناً جنہوں نے کفر کو ایمان کے عوض لیا

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ

ہرگز نہیں ضرر دیں گے اللہ (کو) کچھ

وہ اللہ کو ہرگز کچھ ضرر نہیں دیں گے

Marfat.com

وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَ لَا يَحْسَبَنَّ

اور لئے ان کے عذاب الم ناک اور ہرگز نہ گمان کریں

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور کافر ہرگز

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

جو کافر ہوئے کہ یقیناً جو مہلت دیتے ہیں ہم لئے ان کے

گمان نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دیتے ہیں وہ

خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ

بھلا لئے جائیں ان کی صرف مہلت دیتے ہیں ہم

ان کے لئے بھلی ہے ہم انہیں مہلت دیتے ہیں

لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ

لئے ان کے کہ وہ بڑھیں گناہ اور لئے ان کے

صرف اس لئے کہ وہ گناہ میں بڑھیں اور ان کے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

عذاب رسوا کن

لئے رسوا کن عذاب ہے۔

حَزِنَ غمگین کیا یَحْزَنُ غمگین کرتا ہے لَا یَحْزُنَّ غمگین نہ کرے۔ اَمْلٰی اس نے
لت دی نُمْلِیْ ہم مہلت دیتے ہیں۔ اِزْدَادَ وہ بڑھا یَزْدَادُوْنَ وہ بڑھتے ہیں
یَزْدَادُوْا تاکہ وہ بڑھیں اَهَانَ اس نے توہین کی مُهِیْن اس سے فاعل ہے ؛

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۷۶ —— ۱۷۷

کُفّار کی تگ و دَو عذاب کی تیاری ہے

اِن آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ کفّار اگر کفر میں بدستور بڑھے جاتے ہیں تو آپؐ غم نہ کریں۔ آپؐ کے ذمّے صرف فریضۂ تبلیغ ادا کرنا ہے۔

کُفار کی جولانیاں جس قدر بڑھیں گی وہ اپنے کو اُسی قدر نقصان پہنچائیں گے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ اس ڈھیل میں اُن کی بھلائی نہیں، خرابی ہے۔ کیونکہ وہ ہر لمحہ گناہ کی تاریک وادی میں قدم بڑھائے جاتے ہیں۔ آج وہ شیخی کر رہے ہیں لیکن آخرت میں رُسوا کُن عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

نہ ہوا اللہ کہ چھوڑے ایمان لانے والے

اللہ مؤمنوں کو چھوڑنے کا نہیں

عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

پر جو تم اس پر الگ کرے ناپاک

اس (حال) پر جس میں تم (اب) ہو حتّٰی کہ ناپاک کو پاکیزہ

لہ یہاں تاکیدی معنی میں ہے، مراد ہے۔

Marfat.com

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ

سے پاکیزہ اور نہ ہوا اللہ کہ مطلع کرے تمہیں

سے الگ کردے۔ اور اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے کا

عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

پر غیب اور لیکن اللہ انتخاب کرتا ہے سے رسول اس کے

نہیں اور لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا

مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ

جسے وہ چاہتا ہے تو ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس کے

ہے انتخاب کرلیتا ہے تو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا

اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچاؤ رکھو

اور اگر تم ایمان لاؤ اور (منافقوں سے) بچاؤ رکھو

فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

تو لئے تمہارے اجر بڑا

تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے۔

وَذَرَ چھوڑا يَذَرُ ایسا فعل ہے کہ چھوڑنے کے معنی میں اس سے مصدر ماضی اور اسم فاعل نہیں آتا۔ صرف مضارع، امر اور نہی آتا ہے

مَاذَ يَمِيْزُ الگ کرنا، جدا کرنا

مَیَّزَ یُمَیِّزُ الگ کرنا، جدا کرنا۔
اَطْلَعَ مطلع کیا خبر دی یُطْلِعَ تاکہ وہ مطلع کرے۔
اِجْتَبٰی انتخاب کیا یَجْتَبِی انتخاب کرتا ہے۔ اس سے اسم مصدر اِجْتِبَاء ہے جس کے معنی ہیں اِصْطِفَاء یعنی چُن لینا، اختیار کرنا۔ رُسُل جمع ہے رسول کی۔
اٰمَنَ ایمان لایا اٰمِنُ ایمان لا۔

تفسیر آیت ۱۷۹

منافقین کا کردار اور ان سے احتراز

اِن آیات میں اہلِ اسلام سے خطاب ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ خطاب کفار اور منافقین سے ہے۔ جہاں اس قسم کا اختلاف ہو اور تصفیہ کا کوئی اور قرینہ نہ ہو تو عبارت کے سیاق و سباق سے قطعی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ سابقہ آیات میں اہلِ اسلام مخاطب ہیں لہٰذا آیاتِ زیرِ نظر میں بھی خطاب انہی سے ہے کیونکہ مضمون کا تسلسل بدستور قائم ہے۔

اہلِ اسلام کی صفوں میں منافقین کا ایک کثیر اور مضبوط گروہ نہایت پُر اسرار طریقے سے شامل رہتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ان کے فریب سے باخبر ہونا مشکل تھا۔ ان کی علانیہ نافرمانی سے کچھ اندازہ ہو سکتا تھا لیکن وہ بہت عیّار تھے۔ عبادات میں بظاہر شریک رہتے تھے۔ لہٰذا ان کی منافقت کا پردہ چاک ہو سکتا تھا تو کسی بڑی آزمائش کے وقت۔ چنانچہ جب غزوات وغیرہ کے ابتلاء پیش آئے تو یہ لوگ اپنے نفاق کا بھرم نہ رکھ سکے اور کھلم کھلا سرتابی کر گئے۔

آیت میں مندرجۂ بالا صورت کی طرف اشارہ ہے۔ اہلِ اسلام کو خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ منافقین ہمیشہ اہلِ اسلام سے گھلے ملے رہیں اور

اُن کی دسیسہ کاریوں سے کوئی بھی واقف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے سامان آئے دن پیدا کر دیتا ہے کہ اہلِ نفاق کُھل کر سامنے آجاتے ہیں اور اہلِ ایمان کو اُن سے ہوشیار رہنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اہلِ اسلام کو چاہیے کہ منافقوں سے محتاط رہیں، انہیں دل کا بھید نہ دیں اور نہ انہیں حکومت کے اسرار میں شریک کریں لہٰذا سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ (۵:۵۵)

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں سے صرف انہی سے ولایت قائم ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے دل و جان سے پابند ہیں۔ جن لوگوں کے اعمال قبیح ہیں اور وہ دین سے منافق ہیں اگرچہ ہم انہیں صاف الفاظ میں منافق نہیں کہہ سکتے لیکن دینی اور وطنی مصلحتوں کے سلسلہ میں اُن سے احتیاط لازم ہے۔

صاف لفظوں میں اُسی کو منافق کہا جا سکتا ہے جس کے دل کا بھید معلوم ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو دلوں کے راز جانتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم وہ اپنے برگزیدہ انبیاء کو بھی عطا کر دیتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے بارے میں علم تھا۔

منافق دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی اعتقادی اور عملی۔ اعتقادی منافق وہ ہے کہ جس کا اسلام پر قطعاً کوئی عقیدہ نہیں، صرف زبان سے اسلام کا دم بھرتا ہے۔ عملی منافق وہ ہے جس کا اسلام پر عقیدہ تو ہے لیکن بہت کمزور

Marfat.com

عملاً وہ اسلام سے دُور ہوتا ہے۔ اُس کے اعمال میں خلوص کی جھلک بہت کم ہوتی ہے تاہم اُس کو قطعیّت سے منافق یا کافر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کفر و ایمان کا تعلق دل کے عقیدہ سے ہے۔

کسی سے ولایت کا سلسلہ قائم کرنے سے پہلے اُسے اُس کے اعمال کی روشنی میں بخوبی دیکھ لینا چاہیے۔ اگر اس کے اعمال اطاعت گزار مسلمانوں کے سے نہیں تو اس سے ولایت قائم نہ کی جائے۔ تاہم وہ پوری ہمدردی کا مستحق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسے مواقع بہم پہنچاتا رہتا ہے کہ پاک کی ناپاک سے اور کھرے کی کھوٹے سے تمیز ہو جائے لہٰذا فرمایا، مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط

مراد یہ کہ مسلمانوں کو آخر تک اس حال میں نہیں چھوڑتا کہ منافق ان کی صفوں میں چھپے رہیں۔ جلد ہی ان کا راز فاش کر دیتا ہے۔ اگر اہل اسلام چشم بصیرت کشادہ نہ کریں اور منافقوں کے ہاتھوں نقصان اٹھا جائیں تو کل وہ اپنی بے پروائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوں گے۔

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ میں خصوصی خطاب صحابہ کرامؓ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ تم جس حال پر ہو یا تمہارے جو حالات ہیں۔ اُس وقت اُن کے حالات یہ تھے کہ منافق ان میں شامل تھے اور انہیں خبر نہ تھی۔

آیت کے اخیر میں فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء پر ایمان لاؤ۔ انبیاء علیہم السلام کی صداقت اور دیانت مسلّم ہے۔ ان کے سوا اور کسی پر اندھا دھند اعتبار نہ کرو۔ نیک لوگوں سے قریبی تعلق رکھو اور منافقوں سے بچ کر رہو۔ اگر تم اس طرزِ عمل پر قائم رہے تو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے لئے اجرِ عظیم ہو گا۔

Marfat.com

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ

اور ہرگز گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں ساتھ جو دیا انہیں

اور ہرگز گمان نہ کریں وہ جو بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ

اللہ سے فضل اپنا وہ بھلا لئے ان کے بلکہ

انہیں اپنے فضل سے دیا ہے کہ وہ اُن کے لئے بھلا ہے بلکہ

هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا

وہ بُرا لئے ان کے جلد ان کے گلے میں ڈالا جائے گا جو

وہ اُن کے لئے بُرا ہے۔ جس میں انہوں نے بخل کیا ہے وہ

بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ

بخل کیا انہوں نے ساتھ اس کے دن قیامت اور اللہ کی

قیامت کے روز ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ اور آسمانوں کی

مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ

میراث آسمان اور زمین اور اللہ

اور زمین کی میراث اللہ کی ہے۔ اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

ساتھ جو تم کرتے ہو باخبر

باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

Marfat.com

سَيُطَوَّقُوْنَ طوق سے ہے طَوَّقَ اُس کے گلے میں ڈالا۔
مِيْرَاث اصل میں میعاد کی طرح مصدر ہے۔ متروکہ مال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۰

بخل کی تباہیاں

بخل سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا خرچ کرنا لازم ہو اور اسے خرچ نہ کیا جائے یا مال کو محض مال کی محبت کی خاطر جمع رکھا جائے۔

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ بخل خرابی لاتا ہے قیامت کے روز بخیل کا مال اُس کے گلے کا ہار ہوگا۔

جو قوم بخیل ہو اور اپنی تجوریوں کا منہ بند رکھے وہ آخر کار ہلاکت کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہر سوسائٹی میں غریبوں کی خاصی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ اگر غریبوں کو غریبی کے شکنجہ سے نکالنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ ترقی سے محروم رہتے ہیں اور اس طرح ملّی بدن کا ایک گراں قدر حصہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ قوم پوری سرعت کے ساتھ ترقی نہیں کر سکتی۔

غریبی کے عالم میں اپنے اخلاق کو محفوظ رکھنا از بس مشکل ہوتا ہے۔ آدمی بھوک سے بچنے کی خاطر بعض دفعہ بڑے بڑے گناہ کر بیٹھتا ہے۔ ناداری انسان کو بار ہا چوری، قزاقی اور بدراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: کَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا یعنی محتاجی بعض دفعہ کفر کے قریب لے جاتی ہے محتاجی سے بچنے اور قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاں تک ہو سکے خرچ کیا جائے۔ دولت کا منہ بند کئے رکھنا

Marfat.com

دینی اور وطنی، انفرادی اور اجتماعی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔

بخل کی ایک نہیں ہزاروں خرابیاں ہیں جن کا ایک جامع نام ہلاکت ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (۲:۱۹۵)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔

بخل دل کی غریبی کا دوسرا نام ہے۔ بخیل آدمی دولت کو بچائے رکھنے اور مزید جمع کرنے کی خاطر بعض دفعہ بڑی گھٹیا حرکتوں پر اتر آتا ہے۔ لہٰذا بخل مادی اور روحانی دونوں سطحوں پر تباہی مچاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سلسلہ میں کچھ واضح ارشادات ہیں مثلاً:

(۱) حرص سے بچ کر رہو۔ تم سے (بعض) پہلی اقوام کو حرص نے ہلاک کر دیا۔ حرص نے انہیں بخل کا حکم دیا اور وہ بخیل ہو گئے۔ انہیں بدی کا حکم دیا اور وہ بدکردار ہو گئے (خازن)

(۲) دو باتیں مؤمن میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی بخل اور بدخلقی (خازن)

جہاد میں مال قربانی کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر بخل کرنا منافقوں کا کام ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا

ہے سنا اللہ قول جو کہا انہوں نے

اللہ نے سن لیا ہے قول ان کا جنہوں نے کہا،

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَّ نَحْنُ أَغْنِيَاءُ

یقیناً اللہ محتاج اور ہم تونگر

یقیناً اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَ قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ

جلد لکھیں گے ہم جو کہا انہوں نے اور قتل کرنا ان کا انبیاء

اب ہم لکھ رکھیں گے جو انہوں نے کہا اور ان کا ناحق قتل کرنا

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۱﴾

بغیر حق اور ہم کہیں گے چکھو عذاب جلنے (کا)

انبیاء کا اور ہم کہیں گے، جلنے کا عذاب چکھ لو۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ

وہ عوض جو آگے بھیجا ہاتھ تمہارے

وہ (ہوگا) اس کے عوض جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا

وَ أَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۱۸۲﴾

اور کہ یقیناً اللہ نہیں ۔ ظلم کرنے والا لئے بندے

اور کہ یقیناً اللہ بندوں کے لئے ظالم نہیں۔

أَغْنِيَاءُ جمع ہے غَنِيٌّ کی حَرِيقٌ مصدر بھی ہے، فاعل بھی اور مفعول بھی یعنی اس کے معنی ہیں (۱) جلنا (۲) جلانے والا (۳) جلا ہوا۔
قَدَّمَ اس نے اپنے سے آگے بھیجا۔ أَيْدِي جمع ہے يَدٌ (ہاتھ) کی۔ عَبِيدٌ جمع ہے عَبْدٌ کی۔

تفسیر آیت ۱۸۱—۱۸۲

یہود کا دل آزاری کرنا

یہود اذان کی ہنسی اڑاتے اور نماز کو تماشا سمجھتے تھے۔ قرآن کی آیات پر بھی طنز کرتے تھے۔ جب قرآنِ حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یعنی کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے گا تو یہود نے فقرے کسے کہ مسلمانوں کا اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں۔

آیت ۱۸۲ میں جو یہود مخاطب ہیں اُن سے قتلِ انبیاء منسوب کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے آباء و اجداد نے انبیاء کا خون بہایا تھا۔ یہ بجائے اس کے کہ اُن کے اس فعل سے برادت کرتے اُسے اچھا سمجھتے تھے اور باپ دادا کی سنت کو تازہ رکھنا چاہتے تھے۔ لہٰذا اُن کے گناہ میں برابر کے شریک تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے خلاف کئی بار ناکام کوشش کی تھی۔

یہود کا قدیمی وتیرہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام کے دین کا مذاق اڑانے اور ان کا خون بہانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ ان گناہوں کا بہت بڑا عذاب ملے گا۔ یہود کو تنبیہ ہے کہ قیامت کے روز عذابِ عظیم کو دیکھ کر یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ظلّام ہے۔ یہ خمیازہ تمہارے عظیم گناہوں کا ہوگا۔ ان کی اطلاع اللہ تعالیٰ کو فوراً پہنچ رہی ہے۔ حشر کے روز تم دیکھو گے کہ تمہارے ایک ایک گناہ کا ریکارڈ تم سے پہلے پہنچ چکا ہے۔

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ

جو کہا انہوں نے یقیناً اللہ حکم بھیجا طرف ہماری

جنہوں نے کہا، یقیناً اللہ نے ہماری طرف حکم بھیجا ہے

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا

کہ نہ ایمان لائیں ہم لئے رسول حتّٰی وہ آئے ہمارے پاس

کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں حتّٰی کہ وہ

بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ

ساتھ قربانی کھائیگی اسے آگ کہہ ہے

ایک قربانی لائے جسے آگ کھائے (اے نبی!) کہہ دیجئے کہ

جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ

آیا تمہارے پاس رسول سے میرے قبل ساتھ واضح نشانیاں

تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول آئے واضح نشانیوں کے ساتھ

وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

اور ساتھ! جو کہا تم نے تو کیوں قتل کیا تم نے انہیں

اور اس کے ساتھ جو تم نے کہا۔ تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ

اگر تم ہوئے سچے تو اگر

اگر تم سچے ہو تو اگر وہ

Marfat.com

كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ

انہوں نے جھٹلایا تجھے تو ہیں جھٹلائے گئے رسول سے

آپؐ کی تکذیب کریں تو تکذیب کی جا چکی ہے (بہت سے) رسولوں کی

قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ

قبل تیرے آئے وہ ساتھ واضح نشانیاں اور تحریری صحیفے

جو آپؐ سے پہلے آئے لے کر واضح نشانیاں اور نوشتے

وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

اور کتاب روشن کرنے والی

اور روشن کرنے والی کتاب

'اٰمَنَ ایمان لایا نُؤْمِنُ ہم ایمان لاتے ہیں اَنْ نُّؤْمِنَ کہ ہم ایمان لائیں
قُرْبَان اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پیش کرنے سے کسی کا قرب مطلوب ہو۔ نذر، ہدیہ، قربانی۔ زُبُر جمع ہے زَبُور کی۔ زبور: مختصر کتاب'

آیت ۱۸۳ — ۱۸۴

یہود کی کٹھ حجتی

ایک دفعہ یہود نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس وقت تک کسی نبی پر ایمان لانے کی اجازت نہیں دی جب تک یہ معجزہ دیکھ لیں کہ وہ قربانی پیش کرے اور آسمان سے آگ اتر کر اُسے کھا جائے۔

Marfat.com

کج بحثی کرنا یہود کا موروثی شیوہ تھا۔ اس معجزہ کا مطالبہ بھی محض منطقی شرارت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے پاس یہ ہدایت کبھی نہیں آئی تھی کہ ہر نبی سے اس قسم کے معجزات طلب کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ اُن کے ہر مطالبہ کی تشفی کرے تو ان مطالبات کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے کتنے ہی صاف صاف معجزے پیش کیے تاہم یہود نہ مانے اور آج تک اُن کے منکر ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی انہوں نے یہی سلوک کیا۔

یہود نے انبیاء علیہم السلام سے ضد باندھ رکھی تھی۔ بعض انبیاء کو اگر چہ زبان سے مان لیا لیکن انہیں بھی ہمیشہ تنگ کرتے رہے، حالانکہ وہ بَیِّنٰت (یعنی کھلے معجزے) لائے، زُبُر یعنی اللہ کی طرف سے لکھے لکھائے صحیفے پیش کیے اور کتٰبٍ مُنِیر یعنی دلوں کو روشن کرنے والی الہامی کتابیں لوگوں کو سُنائیں۔ قرآنِ حکیم میں الہامی کتابوں کے لیے اَلْکِتٰب کا اسمِ جنس اکثر آیا ہے۔

یہود پر نہ معجزات کارگر ہوئے، نہ انہوں نے ان صحیفوں کو مانا جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اور نہ ان کے سینے الہامی کتابوں کی ضیاء سے منوّر ہوئے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ

ہر	جان	چکھنے والی	موت	اور

ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور

اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط

صرف	ایفاء کیے جاؤ گے	اجر	تمہارے	دن	قیامت

تم صرف قیامت کے روز اپنے اجر پورے پورے پاؤ گے

Marfat.com

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ

تو جو دور کیا گیا سے آگ اور داخل کیا گیا

تو جو آگ سے دور کیا گیا. اور جنت میں ڈالا

الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ

جنت تو ہے بامراد ہوا اور نہیں حیات

گیا تو وہ بامراد ہوا اور نہیں دنیا کی

الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

دنیا سوائے متاع دھوکا

زندگی سوائے صرف دھوکے کی متاع کے۔

ذَاقَ اُس نے چکھا ذَائِقَةٌ چکھنے والا ذَائِقَةٌ چکھنے والی۔ وَفّٰی اس نے پورا پورا دیا یُوَفَّی اسے پورا پورا دیا جائے گا تُوَفَّی تجھے پورا پورا دیا جائے گا تُوَفَّوْنَ جمع کا صیغہ ہے۔ فَازَ بامراد ہوا۔ کامران ہوا۔ فَوْز مصدر ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ

تمہیں ضرور آزمایا جائیگا میں اموال۔ تمہارے اور جانیں تمہاری

تمہیں تمہارے اموال میں اور تمہاری جانوں میں ضرور آزمایا جائے گا

وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور تم ضرور سنو گے سے جو وہ دئے گئے کتاب

اور تم ضرور سنو گے ان (لوگوں) سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی

مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا

سے قبل تمہارے اور سے جو مشرک ہوئے

اور ان سے جنہوں نے شرک کیا

اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا

دل آزار باتیں بہت اور اگر تم صبر کرو

بہت دل آزار باتیں اور اگر تم صبر کرو

وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

اور تقوٰی رکھو تو یقیناً وہ سے ہمت کام

اور تقوٰی رکھو تو یقیناً یہ بڑی ہمت کی باتوں (میں) سے ہے

بَلٰی اس نے آزمایا تُبْلَوُ تو آزمایا جاتا ہے تُبْلَیٰ تو آزمایا جائے گا

تُبْلَوُنَّ تم آزمائے جاؤ گے لَتُبْلَوُنَّ تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

تَسْمَعُوْنَ تم سنو گے لَتَسْمَعُنَّ تم ضرور سنو گے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۸۵ — ۱۸۶

عزم و ہمت کی تلقین

ان آیات میں عزم و ہمت کی تلقین ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے یعنی

(۱) جان و مال کی قربانی کا موقع وقتاً فوقتاً پیش آتا رہے گا۔ اس سے فرار نہ کرنا۔ زندگی اور مال و دولت سب فانی ہیں۔

(۲) غیر مسلم تمہاری دل آزاری کریں گے۔ مثلاً تمہارے دین کا مضحکہ اڑائیں گے اور گستاخانہ حرکتیں کریں گے، طرح طرح کے طعنے دیں گے، لیکن تم صبر کا دامن ہاتھ سے نہ دینا۔ تقویٰ رکھنا یعنی برائی سے بچنا، گالی کا جواب گالی سے نہ دینا، فراخ دلی اور عالی حوصلگی کا مظاہرہ کرنا۔ یہ عزم و ہمت کے کام ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ

اور جب لیا اللہ پختہ عہد جو

اور جب اللہ نے پختہ عہد لیا (ان سے) جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ

دیئے گئے کتاب تم ضرور واضح کرو گے اسے لئے لوگ

کتاب دی گئی کہ تم ضرور اسے لوگوں کے سامنے واضح کرو گے

Marfat.com

وَلَا تَكْتُمُونَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ

اور نہ چھپاؤ گے تم اسے پھر پھینکا انہوں نے اسے پیچھے

اور تم اسے نہ چھپاؤ گے (تو) پھر انہوں نے اسے پشت کے

ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا

پشتیں ان کی اور سودے میں لیا عوض اس کے دام

پیچھے پھینک دیا اور اس کے عوض سودے میں حقیر دام

قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

کم تو برا جو وہ خریدتے ہیں

پیسے تو برا ہے جو وہ سودے میں لیتے ہیں

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ

ہرگز گمان نہ کر جو شاداں ہوتے ہیں

(اے نبی!) آپ ہرگز گمان نہ کریں جو شاداں ہیں اپنے

بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا

ساتھ جو کیا انہوں نے اور چاہتے ہیں کہ تعریف کی جائے ان کی

کئے پر[1] اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

عوض جو نہیں کیا انہوں نے تو ہرگز گمان نہ کر انہیں

اس پر جو انہوں نے کیا ہی نہیں[2] تو آپ ہرگز گمان نہ کریں

[1] یعنی لوگوں کو گمراہ کر کے [2] یعنی نبی کا کام

Marfat.com

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ

میں بچاؤ کی جگہ سے عذاب اور لئے ان کے

کہ وہ عذاب سے بچاؤ کی جگہ میں ہیں ۔ اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

عذاب الناک اور اللہ کی سلطنت

دردناک عذاب ہے اور آسمانوں اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

آسمان اور زمین اور اللہ اوپر ہر

کی سلطنت اللہ کی ہے ۔ اور اللہ ہر چیز پر

شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع ۱۹ ۱۰

چیز قادر

قادر ہے۔

بَیَّنَ اُس نے خوب واضح کیا تُبَیِّنُوْنَ تم واضح کروگے لَتُبَیِّنُنَّ تم ضرور واضح کروگے۔ ظُھُوْر جمع ہے ظَھْر (پشت کی) مَفَازَۃ اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے اور مصدر بھی۔ اس کے معنی کامیابی بھی ہیں اور نجات بھی۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۸۷ ـــــ ۱۸۹

حق پوشی کی ممانعت

جب کسی امت کی طرف اللہ تعالیٰ الہامی کتاب بھیجتا ہے تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرو اور اس کی تعلیم عام کرو۔ امت جب اس کتاب پر ایمان لاتی ہے تو دل سے اس بات کا بھی اقرار کرتی ہے کہ اس کی اشاعت کرنا ہمارا فرض ہے اس قلبی اقرار کو آیت بالا میں میثاق یعنی پختہ عہد کیا گیا ہے۔

سابقہ اُمتیں میثاق کو آہستہ آہستہ بھول گئیں اور الہامی کتب کو پس پشت ڈال دیا یعنی ان کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔

اس ضمن میں یہود خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مدینہ کے یہودی علماء کو اپنے علم کا بڑا ناز تھا۔ لیکن وہ دین کی خدمت تو خاک بھی نہ کرتے اور توقع رکھتے کہ لوگ انہیں خادم دین کہیں اور علم و فضیلت کے بڑے بڑے القاب پیش کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا یعنی وہ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انہوں نے کیا ہی نہیں۔ یہ علماء لوگوں پر اپنی برہمنیت اور علم کی اجارہ داری کا رعب گانٹھ کر ایک قسم کی حکومت کر رہے تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ان کی یہ حکومت عارضی ہے۔ اصل اور دائمی حکومت اللہ کی ہے۔ ظالموں کو اس کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکے گی۔

آیت ۱۸۸ میں لَا تَحْسَبَنَّ دوبار لایا ہے یہ تاکیدی تکرار ہے۔ ہر امت کے لئے علم دین کی وضاحت اور اشاعت ضروری ہے ورنہ وہ کوتاہی کی مجرم ہوگی۔

Marfat.com

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ

یقیناً میں پیدا کرنا بلندیاں اور زمین

یقیناً بلندیوں اور زمین کے پیدا کرنے میں

وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ

اور ایک دوسرے کے پیچھے آنا رات اور دن

اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں

لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ

- نشانیاں لئے والے عقلیں جو

عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا

یاد کرتے ہیں اللہ کھڑا ہونا اور بیٹھنا

اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے

وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ

اور اوپر پہلو ان کے اور سوچتے ہیں

اور اپنے پہلوؤں پر اور سوچتے ہیں

فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ج

میں تخلیق بلندیاں اور زمین

بلندیوں اور زمین کی تخلیق کی بابت

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اے رب ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے یہ بے بنیاد

اے ہمارے رب! تو نے اسے بے بنیاد نہیں پیدا کیا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

بے عیب ہے تو پس بچا ہمیں عذاب آگ

تو بے عیب ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

اے رب ہمارے یقیناً تو جسے تو داخل کرے آگ میں

اے ہمارے رب تو یقیناً جسے آگ میں ڈالے

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ

تو ہے رسوا کیا تو نے اسے

تو تو نے اسے رسوا (ہی) کر دیا

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

اور نہیں لئے ظلم کرنے والے سے کوئی مددگار

اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

اے رب ہمارے یقیناً ہم نے سنا ہم نے پکارنے والا پکارتا ہے لئے ایمان کے

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا (کہ) ایمان کے لئے پکارتا ہے

Marfat.com

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ

کہ ایمان لاؤ پر رب تمہارا تو ایمان لائے ہم

کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

اے رب ہمارے تو بخش دے لئے ہمارے گناہ ہمارے

اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے

وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا

اور محو کر دے ہم سے برائیاں ہماری

اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے

وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

اور وفات دے ہمیں ساتھ نیک لوگ :

اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ

اے رب ہمارے اور دے ہمیں جو وعدہ کیا تو نے ہم سے پر رسول تیرے

اے ہمارے رب! ہمیں دے جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت

وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اور نہ رسوا کر ہمیں روز قیامت

اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا

Marfat.com

إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۱۹۴﴾

یقیناً تو تو نسوخ نہیں کرتا عہد

یقیناً تو وعدہ نسوخ نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ

تو جواب دیا لئے ان کے ربّ ان کا

تو اُن کے رب نے انہیں جواب دیا

أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم

کہ یقیناً میں نہیں ضائع کرتا ہوں عمل - عمل کرنے والا تم سے

کہ یقیناً میں تم سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا

مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ

سے نر یا مادہ بعض تم سے بعض

مرد ہو یا عورت - تم ایک دوسرے سے ہو -

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ

تو جو ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے سے گھر ان کے

تو جنہوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے

وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا

اور انہیں ستایا گیا میں رستہ میرا اور لڑے اور مارے گئے

اور ان کو میری راہ میں ایذا دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور وہ قتل کیے گئے

Marfat.com

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

میں ضرور محو کردوں گا سے وہ (ان سے) برائیاں ان کی

میں اُن سے اُن کی برائیاں ضرور مٹاؤں گا

وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ

اور میں ضرور داخل کروں گا انہیں باغ

اور میں انہیں ضرور داخل کروں گا باغوں میں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بہتی ہیں سے نیچے ان کے نہریں

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

ثواب سے پاس اللہ

اللہ کے ہاں سے اجر کے طور پر

وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

اور اللہ پاس اس کے خوبی۔عمدگی اجر

اور اللہ کے پاس خوب اجر ہے

کَفَّرَ خوب ڈھانپا، نظر سے اوجھل کر دیا، ناپید کر دیا تَوَفّٰی وفات دی
تَوَفَّ تُو وفات دے۔ اَبْرَار جمع ہے بَرّ (نیک آدمی) کی۔ لَا یَحْزُنْ رسوا نہ کر
دِیَار جمع ہے دار (گھر) کی۔ اَذٰی ایذا دی اِیذاء مصدر ہے اُوْذِیَ اسے

Marfat.com

ایذاء دی گئی اُذُوا انہیں ایذاء دی گئی۔

تفسیر آیت ۱۹۰ —— ۱۹۵

اصحابِ خرد کا اقرار و استغفار اور اللہ تعالیٰ کا اِن سے عہد

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اسے ہر حال میں یاد کرتے ہیں۔ کائنات پر نگاہ ڈال کر سوچتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہتے کہ اس کائنات کے پیچھے کوئی نہایت ہی مدبر دماغ کام کر رہا ہے جس کے سامنے کوئی مقصد ہے۔ یہ کائنات بے بنیاد نہیں۔ اللہ نے اس کارخانۂ تکوینی کو کسی منطقی اصل و بنیاد پر قائم کیا ہے۔ کائنات کا کوئی مہتمم بالشان نصب العین ہے۔ یہاں سے اُن کے دل میں معاً خیال آتا ہے کہ ہماری زندگی کے لئے بھی نصب العین مقرر ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں۔ جب ایک طرف کائنات کے بے عیب نظام کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اپنے کردار کے عیوب کا خیال کرتے ہیں تو لرز جاتے ہیں اور کہتے ہیں سُبْحٰنَکَ یعنی اے اللہ تیری ذات کس قدر بے نقص ہے اور تُو نے نظامِ قدرت کو کس قدر بے عیب بنایا ہے۔ تو نقص اور عیب کو پسند نہیں کرتا مگر ہمارا عمل کس قدر داغ دار ہے۔ اے اللہ تو ہمارے عیبوں پر پردہ ڈال اور ہمارے گناہ معاف کر۔ اے اللہ تیری کائنات کا نظام کس قدر شاندار ہے۔ تجھے اپنی مخلوق کا شان اور عزت سے خالی ہونا پسند نہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں عزت دے اور دوزخ کی رسوائی سے بچا۔

اے اللہ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سُنی یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ہمارے کانوں تک پہنچا۔ ہم اس آواز پر فوراً ایمان لے آئے (یہ آواز قرآن اور حدیث کی صورت میں قیامت تک آتی

Marfat.com

رہے گی)۔

اے اللہم نے تیرے نبیؐ کی آواز پر فوراً لبیک کہی۔ تُو اس کے طفیل ہماری برائیاں میٹ ڈال اور وفات کے بعد ابرار یعنی نیک بندوں کے زمرے میں رکھ جو تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوں گے۔

اے رب! تو نے اپنے رسولوں کے زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے روز تو ہمیں رسوا نہ کرے گا۔ یا اللہ! ہمیں قیامت کے روز سرخرو رکھنا۔

اس دعاء کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ میں اعمال کا بدلہ ضرور دیتا ہوں۔ جس کے اعمال پیارے ہیں اُس کا اجر بھی پیارا ہوگا۔ اس میں مرد عورت کا کوئی فرق نہیں کیونکہ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ تم ایک دوسرے سے ہو۔ یعنی اصل کے لحاظ سے ایک ہو۔ اس لئے محض مرد یا عورت ہونے کی وجہ سے جزاء میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

آیت ۱۹۰ و ۱۹۱ میں ذکر و فکر کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ ذیل میں اس کی مختصر وضاحت درج کی جاتی ہے۔

ذِکر و فِکر (تفکّر فی الخلق)

ذکر کے لغوی معنی ہیں یاد کرنا۔ لیکن یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ذکرِ الٰہی میں بڑی فضیلت ہے۔ یہ عبادت کی روح ہے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی فضیلت شہادت سے بھی زیادہ ہے۔

ذکرِ الٰہی کی جس قدر عظمت ہے اس کے لئے اسی قدر آسانیاں بھی ہیں۔ روح کے تار کو ذرا جنبش ہوئی اور سارا بدن نغمۂ توحید سے جھنجھنا اُٹھا۔ بچہ ہو یا بوڑھا، مریض ہو یا تندرست، امیر ہو یا غریب، ہر شخص کی روح جب چاہے اس نغمہ کو الاپ سکتی ہے۔

Marfat.com

ذکر کے ساتھ فکر بھی لازم ہے۔ مصنوعات کو دیکھ کر ان کے صانع کے بارے میں ایک عمدہ اندازہ ہو جاتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی مخلوق پر گہری نگاہ ڈالی جائے۔ کائنات کا جس قدر وسیع و عمیق مطالعہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا احساس اسی قدر قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کائنات کا آج تک اندازہ نہیں ہو سکا۔ اتنا معلوم ہے کہ یہ کائنات بے شمار جہانوں کا مجموعہ ہے۔ ہر جہان کی بے کراں وسعت ہے اور یہ وسعت دم بہ دم محیر العقول تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان جہانوں میں ایک نظم و ربط ہے جس میں ذرہ بھر خلل نہیں آتا۔ یہ دیکھ کر انسان ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس غیر محدود نظام کو چلانے والی کوئی صاحب ارادہ ہستی ہے جسے ہم اللہ کہتے ہیں۔ اس فکر کے ساتھ ہمارے دل میں ذکر کی جو لہر اٹھتی ہے کائنات کی طرح وہ بھی غیر محدود ہونا چاہتی ہے۔ الغرض فکر کے ساتھ ساتھ ذکر بھی پروان چڑھتا ہے۔

ہر انسان اپنی اپنی عقل و خرد اور ذہنی استعداد کے موافق موجودات میں غور و فکر کرتا ہے۔ ایک ان پڑھ دیہاتی کے لئے اونٹ کا قد و قامت ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے۔ لیکن سائنس دان کی نگاہ اس سے بھی آگے بڑھتی ہے اور اگر اس کے دل میں ایمان کی روشنی ہو تو اس کے دل میں جذبۂ توحید اور قوی ہو جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ شہد کی مکھی کی پانچ آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ ۲۵۰۰ آنکھوں کا مجموعہ ہے۔ مکڑی کے بدن میں چار ہزار نالیاں ہیں جن سے چار ہزار تار نکلتے ہیں جو چار نالیوں پر تقسیم ہو کر صرف چار رہ جاتے ہیں۔ ہر تار ریشم کے تاگے سے ۹۰ گنا باریک تر ہوتا ہے۔ جب وہ یہ سمجھ پاتا ہے کہ کائنات کے سینہ کا ہر راز شہد کی مکھی اور مکڑی کے بدن سے بڑھ کر دقیق اور پیچ در پیچ ہے تو حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوبتا جاتا ہے۔ اس کا دل

Marfat.com

بے اختیار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے چھلک اٹھتا ہے۔

ذکر و فکر لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ذکر کے پودے کے لئے خلوص کی کشت کے بغیر چارہ نہیں تو فکر کی آب و ہوا کے بغیر بھی اس کی شاخیں کبھی ہری نہیں رہ سکتیں۔ انسان ہی نہیں، جمادات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت ایسی زبان کے ساتھ جسے عام انسان سن نہیں سکتے تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن جو درجہ انسان کے ذکر کا ہے وہ جمادات کے ذکر کا نہیں کیونکہ ان کے ہاں فکر ناموجود ہے۔

قرآن حکیم نے ذکرِ الٰہی کے لئے تفکر لازم قرار دیا ہے۔ اس مقصد کے لئے قرآن حکیم مطالعۂ کائنات کی بار بار تلقین کرتا ہے۔ مطالعۂ کائنات کے شوق نے فرزندانِ اسلام کو تجرباتی سائنس کی راہ دکھائی۔ انہوں نے سینۂ کائنات کے کئی سربستہ راز کھولے۔ مسلمانوں نے سائنس میں ترقی کی انتہائی منزلوں کو چھو لیا۔ یہاں تک کہ البیرونی ایسے سائنس دان راکٹوں کا نظریہ بھی چھوڑ گئے جس سے آج غیر مسلم استفادہ کر رہے ہیں۔ اہلِ اسلام خود فکر کی طرف سے آہستہ آہستہ غافل ہو گئے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا

ہرگز نہ دھوکا دے	تجھے	گھومنا۔ جولانیاں کرنا	جو کافر ہوئے

کافروں کا علاقوں میں جولانیاں کرنا تمہیں دھوکا

فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ

میں	علاقے	متاع	کم
نہ دے۔		یہ حقیر متاع ہے	

ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

پھر ٹھکانا ان کا جہنم اور بری بچھونا سچ

پھر ان کا ٹھکانا ہوگا جہنم اور وہ بری سیج ہے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

لیکن جنہوں نے تقوٰی رکھا انہوں نے رب ان کا

لیکن جنہوں نے اپنے رب سے تقوٰی رکھا

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج

لئے ان کے باغ بہتی ہیں سے نیچے ان کے نہریں

ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

مقیم ان میں مہمانی سے پاس اللہ

وہ ان میں مقیم رہیں گے (یہ) اللہ کے ہاں سے مہمانی ہوگی

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

اور جو پاس خوب ترین لئے نیک لوگ

اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ نیک لوگوں کے لئے خوب ترین ہے

غَرَّ دھوکا دیا یَغُرُّ دھوکا دیتا ہے لَا یَغُرَّنَّ ہرگز دھوکا نہ دے بَلَدٌ یا بَلْدَۃٌ علاقہ، شہر اس کی جمع بِلَاد اور بُلدان ہے۔ مِهَادٌ جس چیز کو بچھایا گیا، بچھونا۔

تفسیر آیت ۱۹۶ —— ۱۹۸

کُفّار کی شوکت ملمّع کاری ہے

قریشِ مکہ اور یہود کی تجارت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بیرونی ممالک سے بھی ان کے تجارتی تعلقات تھے۔ اہلِ اسلام چار طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ بیرونی تجارت کے دروازے ان پر بند تھے۔ آیتِ بالا میں اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ نیک لوگوں کی چاہے کافرانہ ماحول میں کوئی قدر نہ ہو لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کی مہمانوں کی طرح عزّت افزائی کرے گا۔

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ

اور یقیناً سے اہل کتاب — جو ایمان رکھتا ہے

اور یقیناً اہلِ کتاب (میں) سے (بعض) ہیں جو ایمان رکھتے ہیں

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ

ساتھ اللہ اور جو نازل کیا گیا طرف تمہارے اور جو نازل کیا گیا

اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا تمہاری طرف اور جو اتارا گیا

اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ

طرف ان کے عاجز لئے اللہ نہیں سودے میں لیتے

ان کی طرف اللہ کے حضور عاجز ہو کر وہ اللہ کی

Marfat.com

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

عوض آیات اللہ دام کم

آیات کی عوض حقیر دام (سودے میں) نہیں لیتے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

وہ لئے ان کے اجر اُن کا پاس ، رب اُن کا

ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

یقینا اللہ تیز حساب

یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۹

اس آیت میں اُن اہلِ کتاب کا اجر مذکور ہے جو زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار رہے۔ اسلام کی دعوت پہنچی تو اسے قبول کر لیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ

اے جو ایمان لائے ثابت قدم رہو اور

اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور

صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

مقابلہ میں جم کر رہو اور مستعد رہو اور تقویٰ رکھو اللہ

مقابلہ میں جم کر رہو اور مستعد رہو اور اللہ سے تقویٰ رکھو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۱۱

تاکہ تم تم فلاح پاؤ

تاکہ تم فلاح پاؤ

تفسیر آیت ۲۰۰

دلِ بیدار اور صلاحِ کار

ارشاد ہے اِصْبِرُوْا یعنی ثابت قدم رہو۔ صَبْر کے لُغوی معنی ہیں اپنے کو روکنا یا سنبھالنا یا کسی بات پر قائم رکھنا۔ مراد یہ کہ آدمی ہر حال میں اپنے ایمان اور کردار کو پختہ رکھے، مشکلات سے نہ گھبرائے، ناداری اور افلاس میں ہمت نہ ہار بیٹھے، کسی سے حسد یا بغض نہ کرے، لالچ کا شکار نہ ہو جائے، چوری یا خیانت نہ کرے۔ اگر امیر ہے تو مغرور نہ ہو، عیاشی اور فضول خرچی نہ کرے، غربا کے لئے زحمت اور دل شکنی کا باعث نہ ہو۔ یہ سب باتیں صبر میں شامل ہیں۔

صَابِرُوْا کے معنی ہیں دوسروں کے مقابل ثابت قدم رہو یعنی دشمن کی قوت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اس سے ہمت نہ ہارو۔ فرار نہ کرو۔ اُس کی غلامی اختیار نہ کرو۔ اگر اہلِ دنیا تمہیں دکھ پہنچائیں تو اُن کے مقابل ضد اور عداوت پر نہ اُترو۔ جہاں تک ممکن ہو فراخ دلی اور عفو و احسان سے کام لو۔

رَابِطُوْا کے معنی ہیں دل کو باندھنے یا لگائے رکھو یعنی مستعد رہو مثلاً:

Marfat.com

(۱) میدانِ جنگ میں ہر وقت چوکس رہو۔ دشمن کی چال یا شب خون وغیرہ سے احتیاط رکھو۔ مُرَابَطَۃ کا لفظ بالعموم انہی معنی میں آتا ہے۔

(۲) میدانِ زندگی میں اغیار کے مقابل دل کو بیدار رکھو۔ غفلت کی نیند سے دور رہو۔ انفرادی اور قومی سطح پر دیگر اقوام کے مقابل تیاری کرتے رہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے دل کا رشتہ استوار رکھو۔ عبادات باقاعدہ انجام دو۔ دین میں سستی نہ کرو۔

(۴) اقرباء سے دل کا تعلق رکھو۔ اُن سے رابطہ نہ توڑو۔ ان سے ہمیشہ تعاون کرو۔

ساری سورۃ میں دشمنانِ اسلام کے خلاف علمی اور عملی جہاد کے مضامین ہیں۔ یہ آخری آیت ان مضامین کا ماحصل ہے ؛

Marfat.com

اسمائے سُوَر

Marfat.com

اَسمائے سُوَر

(یعنی سورتوں کے نام)

سورت۔ آیت قرآن حکیم ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔

سورت کے لُغوی معنی ہیں: شَرَف، منزلت، بلندی۔ اس لفظ کے مادہ میں چار دیواری کا مفہوم بھی شامل ہے۔ قرآن کی سورت سے مراد ایک مستقل قطعہ یا باب ہے۔ اس تسمیہ کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہر سورت علم و حکمت کی بلندی، اعجاز کے شرف اور قدر و منزلت کی رفعتوں کی مالک ہے اور معانی و مطالب کی ایک ایسی مستحکم فصیل ہے جس میں باطل کسی صورت میں راہ نہیں پا سکتا۔

سُوْرَت کی جمع سُوَر ہے

ہر سُورت آیات سے ترکیب پاتی ہے۔ آیات اکثر فقرات یا جملوں کا حکم رکھتی ہیں بعض آیات فقط چند حروف کا مجموعہ ہیں۔

آیت کے لُغوی معنی ہیں: علامت، نشانی یا معجزہ۔ قرآن کریم کی ہر آیت قدرتِ الٰہی کی ایک نشانی ہے جس کا جواب لانا محال ہے۔ ہر آیت ایک معجزہ ہے۔

سورتوں کے نام، اُن کے مَعانی اور وجوہِ تسمیہ

ذیل میں قرآنِ حکیم کی ۱۱۴ سورتوں کے نام ان کے معانی اور وجوہ تسمیہ کے ساتھ درج ہیں:

Marfat.com

۱- سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ۔

فَاتِحَہ کے لُغوی معنی ہیں، کھولنے والی۔ یہاں مراد ہے، قرآنِ حکیم کی ابتداء کرنے والی۔ یہ کتابُ اللہ کا مَطْلَع ہے اس لئے سُوْرَۃُ فَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ کہلائی۔ مختصر نام سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ ہے۔

یہ اس سورت کا مشہور ترین نام ہے۔ بیس سے زائد اور نام بھی ہیں، مثلاً: سُوْرَۃُ الْحَمْدِ، اس لئے کہ الحمد سے شروع ہوتی ہے۔ اُمُّ الْکِتَاب یا اُمُّ الْقُرْاٰن۔ اُمّ کے معنی ہیں: جڑ یا اصل۔ یہ قرآنِ حکیم کی اصل ہے۔ اَلسَّبْعُ الْمَثَانِی۔ یعنی سات دُہرائی ہوئی آیات۔ سُوْرَۃُ الفَاتِحَۃِ کی سات آیات ہیں۔ ان کا اعادہ نماز کی ہر رکعت میں ہوتا ہے۔ وغیرہ

۲- سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ

بقرہ کے معنی ہیں، (ایک) گائے یا (ایک) بیل۔ یہاں گائے مراد ہے۔ کیونکہ سورت میں اس کے لئے فعل، اسمِ ضمیر اور اسمِ اشارہ مؤنث آئے ہیں۔ سورت میں ایک گائے کے بارے میں معجزہ بیان ہوا ہے لہٰذا سورت کا نام گائے کے نام پر ہوا یعنی وہ سورت جس میں گائے کا تذکرہ ہے۔

اس کے مضامین کی جامعیت اور بوقلمونی کی بنا پر اسے فُسطاطُ القرآن (قرآن کا خیمہ) اور سنامُ القرآن (یعنی قرآن کی چوٹی) بھی کہتے ہیں۔

۳- سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ

اس سورت میں اولادِ عمران کے ذکر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عِمران حضرت مریمؑ کے والد کا نام تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا تھے۔ سورت میں آلِ عمران میں سے صرف حضرت مریمؑ

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ چونکہ عیسائیوں میں ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی السلام اللہ کے بیٹے ہیں اس لئے قرآن نے آپ کا آلِ عمران میں شمار کر کے اس عقیدہ کی نفی کر دی۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کے والد کا نام بھی عِمران تھا لیکن یہاں وہ مراد نہیں۔ سورۃ البقرہ اور سورۃ اٰلِ عمران کو ملا کر زَھرَاوَین (دو روشن یا پھول سی سورتیں) کہتے ہیں۔

۴۔ سُورَۃُ النِّسَآءِ اس سورت کا آغاز نِساء (یعنی عورتوں) کے مرتبہ و مقام اور حُقوق و مَراعات کے بارے میں بنیادی احکام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نسبت سے اس کا نام سورۃُ النساء ہوا۔ مراد ہے وہ سورت جس کا بنیادی تعلق عورتوں کے حقوق سے ہے۔ بعض دیگر سورتوں میں بھی عورتوں کے بارے میں احکام ہیں لیکن سورۃُ النساء کی سی شرح و بسط وہاں نہیں۔

۵۔ سُورَۃُ المَآئِدَۃِ: مائدہ کے معنی ہیں خِوان۔ سورت کی آخری آیات میں اس مائدہ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی درخواست پر اُن کے پیروؤں پر اتارا تھا۔ یہی لفظ اس سورت کا نام ہوا کیونکہ یہ ایک کھلا معجزہ تھا۔

ایک اور وجہ اس نام کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس سورت میں حِلّت و حُرمت سے متعلق آیات ہیں جن کا تعلق طعام یا مائدہ سے ہے۔

۶۔ سُورَۃُ الاَنعَامِ اَنعام کے معنی ہیں مویشی۔ مشرکینِ عرب نے مویشیوں کی حِلّت و حُرمت اور وقف کے بارے میں انوکھے عقائد ایجاد کر رکھے تھے۔ اس سورت میں تفصیل سے

ان عقائد کی خرابیاں بتائی گئی ہیں۔ متعلقہ آیات میں اَنعام کا لفظ بار بار آیا ہے لہٰذا یہی سورت کا نام ہوا۔

۷۔ سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ: عُرف اونچی کو کہتے ہیں۔ اَعراف اس کی جمع ہے، یعنی، اونچی جگہیں۔ جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک ایسا رقبہ ہو گا جو حجاب یعنی آڑ کا کام دے گا۔ اس کو دیوار سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ اس میں بلند جگہوں پر کچھ افراد ٹھہرے ہوئے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے بچا لے گا لیکن اِن کے اعمال میں کچھ ایسی کسر یا خامی ہو گی کہ فوری طور پر جنّت کے لائق بھی نہ ہوں گے۔ اَعراف میں ایک مدت تک انتظار کا ستم کھینچیں گے۔ دوزخ کی لپٹ کو دیکھیں گے تو دور ہی سے کانپ کانپ اٹھیں گے۔ جنت کی طرف نظر پھیریں گے تو رحمت کی آس دل بڑھائے گی۔ اعراف تک نہ دوزخ کی لپک پہنچے گی نہ جنت کی مہک۔ یہ مرحلہ عارضی ہو گا۔ اصحابِ اعراف آخر جنّت میں جائیں گے۔

سورت کے وسط میں جنت اور دوزخ کے ذکر کے سلسلہ میں اَعراف بھی مذکور ہے۔ جنت اور دوزخ کا تصور ایک حد تک دنیا میں عام ہے۔ اَعراف سے دنیا بے خبر تھی۔ لہٰذا اس کی اہمیت جتانا ضروری تھی کہ آدمی نیکی میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ رہنے دے۔

۸۔ سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ: اَنْفال جمع ہے نَفْل کی جس کے معنی ہیں، زیادت یہاں انفال سے مراد ہے غنیمتیں جو میدانِ جہاد میں ہاتھ آتی ہے۔ جہاد کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور غنیمت ایک زائد چیز ہے لہٰذا اس کو انفال کہا گیا۔

سورت کا آغاز انفال کے ذِکر سے ہوتا ہے۔ بعد میں بھی اس بارے میں کچھ احکام

Marfat.com

آتے ہیں اس لئے سورت کا نام سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ ہوا۔

اس میں جنگِ بدر کا حال ہے لہٰذا اس کا ایک نام سُوْرَۃُ بَدْرٍ بھی ہے۔

۹- اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ: توبہ کے معنی ہیں (۱) بازگشت (۲) التفات سورت میں مختلف مقامات پر دونوں معنی آتے ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ سُورت کی آیت ۱۱۷ میں ارشاد ہے، لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُہٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ یعنی اللہ نے التفات کی نظر فرمائی اِس نبیؐ پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں اِس (نبیؐ) کی پیروی کی۔ آگے اُن تین صحابہؓ کی توبہ قبول ہونے کا تذکرہ ہے جن سے تبوک کی مہم میں کوتاہی ہوئی تھی۔ اس سے قبل آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ میں بھی آیا ہے کہ انسان توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔

اس سورت میں توبہ کا لفظ اپنے بوقلموں صیغوں کے ساتھ پندرہ بار اور اللہ تعالیٰ کا اسمِ صفت تواب دو بار آیا ہے۔ یہ اس سُورت کی خصوصیت ہے۔ اس لئے اس کا نام سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ ہوا۔

(۲) سُوْرَۃُ بَرَآءَۃٍ: براءت کے معنی ہیں، لاتعلقی۔ سورت کی افتتاحی آیات میں مشرکین سے تعلقات اٹھا لینے کا اعلان ہے۔

ہجرت کے نویں برس یہ آیات نازل ہوئیں اور حج کے موقع پر ان کا اعلان ہوا۔ ان میں مشرکین کو بتا دیا گیا ہے کہ آئندہ ان کو حج کی اجازت نہیں ہوگی۔ جن مشرک قبیلوں کا اہلِ اسلام سے معاہدہ ہے انہیں معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔ دیگر مشرکین کو صرف چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد ان کی شرارتوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اس اعلان کو اعلانِ بَرَاءَت کہتے ہیں۔ یہ اعلان گویا کل عرب پر فتح کا اعلان تھا۔ اب ظاہر تھا کہ عرب کا مسلّمہ دین اسلام ہوگا۔ شرک کا چل چلاؤ ہے۔

Marfat.com

اس سورت کو دس بارہ اور ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ سُوْرَۃُ یُوْنُسَ۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام بنو اسرائیل میں ایک پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ عراق اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغ کرتے تھے۔ ایک بار کچھ ایسے ناراض ہوئے کہ قوم کو چھوڑ کر علاقہ سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس فعل کو پسند نہ کیا۔ لہٰذا جب وہ سمندر میں سفر کر رہے تھے تو انہیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے زاری کی تو رہائی ملی اور قوم میں واپس آ کر تبلیغ شروع کی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنُّون یعنی مچھلی والا بھی کہتے ہیں۔

۱۱۔ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ۔

حضرت ہود علیہ السلام ایک پیغمبر تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین ہزار سال قبل عادِ اِرَم میں مبعوث ہوئے۔ یہ قوم اس وقت جنوبی عرب میں آباد تھی۔ اس نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت پر کان نہ دھرا اور ہلاک ہو گئی۔

حضرت ہود علیہ السلام کا نام اور سورتوں میں بھی ہے لیکن اِس سورت میں اس نام کی تکرار زیادہ ہے۔

۱۲۔ سُوْرَۃُ یُوْسُفَ۔

اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی روداد حیات ایک حد تک مُفصّل بیان ہوئی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند تھے۔ وہ مصر میں مقیم ہوئے تو یہیں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے جو بنو اسرائیل کہلاتی ہیں تاریخ میں اپنا مقام پیدا کرنا شروع کیا۔

۱۳۔ سُوْرَۃُ الرَّعْدِ۔

بادل کی بجلی کی گرج کو رَعْد کہتے ہیں۔ سورت کے اثناء میں آیا ہے: وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ

بِحَمْدِہٖ (اور رعد اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے) ان چند لفظوں میں کائنات کے ان مظاہر کی قلعی کھول دی ہے جو بظاہر لرزہ خیز ہیں۔ یہاں بتا دیا گیا کہ ان کی اپنی کوئی طاقت یا ہیبت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کے تسبیح خواں۔

۱۴۔ سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْمَ

کسی زمانے میں عراق کی سرزمین میں ستارہ پرستی کا دور دورہ تھا۔ ستاروں کے نام پر مندر تعمیر تھے جن میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ بادشاہ کو بھی معبود مانتے تھے۔ مندر کے پروہت کو آزر کہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک آزر کے گھر پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالتے ہی توحید کا پرچار شروع کیا۔ بادشاہ کا نام نمرود تھا۔ آپ نے اس کی خدائی سے انکار کیا، ستاروں کی معبودیت کی تردید کی اور ایک رات مندر کے بت توڑ دیے۔ آپ بڑی بڑی آزمائشوں سے کامیاب گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام میں ایک بلند مقام دیا اور نبوت آپ کے گھرانے میں مختص کر دی۔ آپ نے ۱۷۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد کثرت سے پھیلی۔ ان میں بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۵۔ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ

پتھروں سے بنے ہوئے مکان کو عربی میں حجر کہتے ہیں، لہٰذا قومِ ثمود کی بستی کا نام ہی حجر پڑ گیا۔ حجاز کے شمال میں اس کے آثار اب بھی سرمایۂ عبرت ہیں۔ عثمانی دور میں اِدھر سے ریل گزاری گئی تو بستی کے قدیم نام پر ایک سٹیشن کا نام حجیر رکھا گیا۔

ثمود کو سورتِ ہٰذا میں اصحاب الحجر کہا گیا ہے (آیت ۸۰)۔ انہوں نے پہاڑ تراش کر مکان بنائے لیکن کردار کی سیاہی حد سے بڑھ گئی تو اچانک ایک زوردار آواز بلند ہوئی اور قوم کی قوم مر گئی۔ سورت میں ثمود کے اس انجام کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

۱۶- سُوْرَۃُ النَّحْلِ۔

نحل کے معنی ہیں شہد کی مکھی۔ سورت میں شجر و حجر اور حیوانات کی معجزہ کار تخلیق کا مختصر تذکرہ ہے۔ اس سلسلہ میں شہد کی مکھی کا ذکر بھی آیا جو میلوں کا سفر طے کر کے پھول پھول سے رس چوس کر اپنے بدن میں جمع کرتی ہے اور پھر گوناگوں شہد کی صورت میں چھتے میں بھر رکھتی ہے۔ زندگی کے طور طریقوں کو نہایت اطاعت شعاری سے نباہے جاتی ہے۔ شہد کی مکھی بظاہر حقیر نظر آتی ہے لیکن اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے نظام کو دیکھ کر انسانی حیرت میں کھو جاتا ہے۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سُورَۃُ النحل ہوا یعنی وہ سورت جس میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے۔

۱۷- اِس سورت کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الْاِسْرَاءِ۔

سَرَی یا اَسْرٰی کے معنی ہیں، رات کو چلا۔ اِسراء اس سے مصدر ہے یعنی رات کو چلنا۔ پہلی آیت میں آیا ہے کہ پاک و بالا ہے اس کی ذات جو اپنے بندے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک چلا۔ مراد یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو رات کے وقت سفر کرایا۔ اس سفر کی پوری تفصیل حدیث میں آئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مسجدِ اقصیٰ کے بعد افلاک سے گزرتے ہوئے عرش تک سیر فرمائی۔ اس سفر کو اِسراء یا معراج کہتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بارہا بدنی اور روحانی معراج کا سفر نصیب ہوا۔ اس سورت میں جس معراج کی طرف اشارہ ہے وہ نبوت کے دسویں برس غالباً ۲۷ رجب کو واقع ہوئی۔

(۲) سُوْرَۃُ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا یعنی اللہ کا بندہ۔

Marfat.com

آپ کی اولاد بنو اسرائیل کہلائی جن کو یہود بھی کہا جاتا ہے۔

سورت کی پہلی آیت میں اِسراء کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری آیت سے کچھ آگے تک بنو اسرائیل کے عروج اور شامتِ اعمال کی مختصر سی داستان ہے۔ اسلام سے قبل وہ دو بار بڑی دولت و حشمت سے ہم کنار ہوئے لیکن پھر مذلّت کے گڑھے میں جا پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں شروع سے ہی پیش گوئی کی صورت میں اس زوالِ پذیر عروج سے آگاہ کر دیا گیا تھا لیکن یہ لوگ بدمست رہے۔ سورت کی اختتامی آیات کا تعلق بھی اسی قوم کے احوال سے ہے۔

۱۸۔ سُوْرَۃُ الْکَہْفِ۔ کہف کے معنی ہیں غار۔ اس سورت میں اصحابُ الکہف کا تذکرہ ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام سُوْرَۃُ الْکَہْف ہوا۔ اسلام سے پہلے کا قصّہ ہے کہ ایک رومی بادشاہ نے عیسائیت کو ختم کرنے اور بت پرستی کو فروغ دینے کے لئے عیسائی رعایا پر ظلم ڈھانے شروع کیے۔ بہت مارے گئے اور بہتیروں نے عیسائیت چھوڑ دی۔ چند نوجوان اپنا ایمان بچانے کے لئے شہر سے نکلے اور ایک غار میں پناہ گیر ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک وفادار کتّا بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ ایک طویل مدت کے بعد آنکھ کھلی۔ ان میں سے ایک شخص کھانا لانے بازار گیا تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ شہر والوں میں خبر پھیل گئی۔ یہ شخص واپس غار میں آیا اور گروہ دوبارہ ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

۱۹۔ سُوْرَۃُ مَرْیَمَ۔ حضرت مریم بنتِ عمران رضی اللہ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ سورت میں حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر کے بعد حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصّہ بسط سے آیا ہے لہٰذا سورت کا نام حضرت مریم کے نام پر ہوا۔

Marfat.com

۲۰۔ سُوْرَۃُ طٰہٰ : طٰہٰ کے معنی ہیں۔ اے شخص۔

سورت کا سیاق و سباق صاف بتا رہا ہے کہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ سورۃ کا آغاز طٰہٰ کے خطاب سے ہے۔

۲۱۔ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ ۔ انبیاء جمع ہے نبی کی۔ نبی کے معنی ہیں، آئندہ کی خبر دینے والا۔ اور رسول کے معنی ہیں، فرستادہ یا بھیجا ہوا۔ شرع میں یہ دونوں لفظ تقریباً ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ نبی کو اللہ تعالیٰ شروع سے ہی اس منصب کے لئے انتخاب کر لیتا ہے۔ بعض انبیاء نئی شریعت لاتے ہیں۔ ان کو اولوالعزم کہتے ہیں۔ دنیا میں ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبر گزرے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

سورت میں انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختصر تذکرے ہیں۔

۲۲۔ سُوْرَۃُ الْحَجِّ ۔ حج کے لغوی معنی ہیں، زیارت کرنا۔ شرع میں حج سے مراد ہے، مقررہ ایام میں خاص عبادات و رسوم کے ساتھ کعبہ کی زیارت کرنا۔ حج کی رسموں کو ارکانِ حج یا مناسک کہتے ہیں۔ حج کی دو قسمیں ہیں، ایک حجِ اکبر جسے عموماً حج کے نام سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرے، حجِ اصغر۔ اس کو عمرہ کہتے ہیں۔ عمرہ میں حج کی سب رسمیں نہیں ہوتیں اور چند مقررہ ایام کے سوا سال کے کسی وقت ادا ہو سکتا ہے۔

سورت کے متفرق مضامین میں سے سب سے طویل مضمون حج کا ہے جو تیرہ آیات پر پھیلا ہوا ہے۔

۲۳۔ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اس کی پہلی دس آیات میں اہلِ ایمان کے اوصاف بیان ہوئے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے ان دس آیات (کی تعلیمات) کو قائم رکھا وہ جنت میں داخل ہوا۔

سورت کا نام سورۃ المؤمنون ہے یعنی وہ سورت جس میں مؤمنوں کے اوصاف بیان ہوئے سورۃ المؤمنین کہنا درست نہیں۔

۲۴۔ سُوْرَۃُ النُّوْرِ۔ یہاں نور سے مراد ہے علم و ایمان کی روشنی۔ سورت کے وسط میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے۔ مراد یہ کہ وہی سرچشمۂ ہدایت ہے۔

اس سورت میں نہایت اہم موضوعات ہیں۔ ان کے بارے میں صحیح معلومات کرنے کے لئے ہدایتِ ربانی کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ ضرورت اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی ہے۔

۲۵۔ سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ۔ فرقان کے معنی ہیں، کسوٹی۔ سورت کی پہلی آیت میں قرآن کو فرقان کہا گیا ہے جو حق و باطل کی کسوٹی ہے۔

۲۶۔ سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ۔ شعراء جمع ہے شاعر کی۔ کفارِ مکہ قرآن کے اعجاز کے سامنے لاجواب تھے۔ ناچار وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہہ دیتے تھے۔ اس سورت کے اخیر میں شاعری کی قلعی کھول گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قرآن سے شاعری کو بھلا کیا نسبت۔

۲۷۔ سُوْرَۃُ النَّمْلِ۔ نمل اسم جنس ہے۔ اس کے معنی ہیں، چیونٹی۔ اس سے واحد نملہ ہے۔

سورت کے اثناء میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکروں کا ذکر آیا ہے۔ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عساکر کو لے کر سیاحت کو اٹھے۔ رستہ میں ایک وادی پڑی جس میں چیونٹیوں کی کثیر آبادیاں تھیں۔ قرآن حکیم نے اسے چیونٹیوں کی

Marfat.com

وادی کہا ہے۔ قریب پہنچے تو ایک چیونٹی نے جو اُن کی ملکہ ہوگی اپنی قوم کو خبردار کیا اور کہا، اپنے بلوں میں گھس جاؤ، سلیمان کا لشکر تمہیں روندنہ ڈالے۔ چیونٹیاں ایک منظم معاشرہ کی صورت میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ان کی تنظیم کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ یہاں اسی معاشرتی اُسلوب کی طرف اشارہ ہے۔

اس سورت کو سُوْرَۃُ سُلَیْمٰنَ بھی کہتے ہیں۔

۲۸۔ سُوْرَۃُ الْقَصَصِ۔

قَصَص مصدر بھی ہے اور اسم مصدر بھی۔ یہاں قِصّہ کے معنی میں اسم مصدر آیا ہے۔

سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت بھی ہے جس کے ایک مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے: وَقَصَّ عَلَیْہِ الْقَصَصَ (ترجمہ: اور اس کو اپنا قصّہ سُنایا) معلوم ہوتا ہے کہ پوری سورت اس عبارت کی مختلف گوشوں سے تعبیر و تفسیر کرتی ہے، اس لئے اس کا نام سُوْرَۃُ الْقَصَصِ ہوا۔

۲۹۔ سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ۔

عنکبوت کے معنی ہیں، مکڑی۔ سورت میں چند ایسی اقوام کا تذکرہ ہے جنہیں اپنی قوت اور تمدن کا بڑا ناز تھا۔ اس ناز کے سیلاب میں انہوں نے عقائد و اعمال کا سفینہ غرق کر دیا۔ بُری راہیں اختیار کیں اور من مانی کرنے لگے۔ سمجھے کہ ہماری قوت کو اب کون شکست دے سکتا ہے۔ لیکن جب عذاب کا وقت آیا تو ان کا تمدن مکڑی کا گھر ثابت ہوا اور آنِ واحد میں نابود ہو گیا۔ قرآن حکیم نے باطل تہذیب و تمدن کو مکڑی کے گھر سے تشبیہ دی ہے جس پر مکڑی لاکھ فخر کرے مٹنے میں دیر نہیں لگاتا۔

۳۰۔ سُوْرَۃُ الرُّوْمِ۔

ہجرت سے قبل رومی اور ایرانی سلطنتوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ایران والے محاذ پر معرکہ سر کر رہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اہلِ روم کا شکست سے بچنا

Marfat.com

مشکل ہے۔ اس اثناء میں چند آیات نازل ہوئیں جن سے اس سورت کا آغاز ہوتا ہے۔ ان آیات میں پیش گوئی ہے کہ فتح آخر کار اہلِ روم کی ہوگی۔ مشرکین کو اعتراض کا بہانہ مل گیا اور کہا کہ ایرانیوں کے غلبہ پر مہر لگ چکی ہے، اب پانسہ کیسے بدل سکتا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ رومیوں نے فیصلہ کن فتح حاصل کر لی۔

۳۱۔ سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ

حضرت لقمان قومِ عاد میں رہتے تھے۔ آپ کا زمانہ حضرت ہُود علیہ السلام سے بعد کا ہے۔ بعض علماء کے خیال میں آپ حبشی تھے لیکن زیادہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ آپ کا قومی رشتہ عاد سے تھا۔ آپ نبی نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حکمت سے مالا مال کیا تھا۔ اس سورت میں انسان کو مطالعۂ کائنات سے توحید کا ثبوت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ سلسلۂ کلام میں حضرت لقمان کا ذکر بھی آیا جن کی حکیمانہ تبلیغ سورتِ ہذا میں بتائے ہوئے معارف کی روشنی میں ہوتی تھی۔

۳۲۔ سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ۔

سورت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کا بیان ہے۔ اس ضمن میں فرمایا کہ ہماری قدرت کے معجزات پر وہی لوگ صحیح معنی میں ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان معجزات کی یاد دلائی جائے تو سجدہ میں گر پڑیں۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ ہوا۔ سورت کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو روا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آنکھیں بند کر لے یا اس سے انکار کر دے۔ اس کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہو جائے۔

۳۳۔ سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب۔

ہجرت کے پانچویں برس عرب کے مشرکین اور یہود نے تقریباً چوبیس ہزار کا مجموعی لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اس لشکر کو اَحْزَاب کہتے ہیں۔ احزاب جمع ہے حِزب کی جس کے معنی ہیں، گروہ۔ بہت دن محاصرہ رہا۔ آخر حملہ آوروں نے مایوس ہو کر محاصرہ

Marfat.com

اٹھالیا اور منتشر ہو گیے۔

۳۴۔ سُوْرَۃُ سَبَا۔ یمن میں کسی زمانے میں ایک قوم بستی تھی جس کا نام سبا تھا۔ سبا نے اپنی وادی میں پانی کا ایک عظیم بند باندھ کر کثیر سیراب کیے۔ سبزہ موج مارنے لگا۔ دائیں بائیں باغ ہی باغ تھی۔ یہ قوم تجارت بھی کرتی تھی اور دور دور کے ملکوں سے طرح طرح کی نعمتیں وطن میں لاتی تھی۔ چین کی زندگی اور عیش کی فراوانی میں کھو کر باطل کی راہوں پر چلنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے سزا دی۔ بند ٹوٹا اور ملک سیلاب میں تباہ ہوا۔ پھولوں کے بجائے کانٹے اور ثمر دار درختوں کے بجائے جھاڑیاں اُگیں۔ سبا کا نام عبرت کا نشان ہو گیا۔

۳۵۔ اس کے دو نام مشہور ہیں۔

(۱) سُوْرَۃُ فَاطِرٍ فاطر کے معنی ہیں، ایسی چیز کا خالق جو براہِ راست عدم سے وجود میں آئے اور کسی نمونہ یا مثال پر مبنی نہ ہو۔ سورت کی پہلی آیت کا افتتاح ان الفاظ سے ہوتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ: سب حمد ہے اللہ کے لئے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے)۔ سورت میں آگے اس کی تفصیل ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ ملائکہ جمع ہے مَلَک کی جس کے معنی ہیں، فرشتہ۔ یہ ایک نوری مخلوق ہے جس کو آنکھوں سے شاید ہی دیکھا جا سکے۔ ان کا شمار اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان میں چند فرشتے سرخیل ہیں جن کے ذمے خاص خاص فرائض ہیں۔ ان کو ملائکہ مُقَرَّبین کہتے ہیں، مثلاً حضرت جبرئیل، حضرت عزرائیل، حضرت اسرافیل وغیرہ۔ پہلی آیت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغام رساں بنانے والا ہے فرشتوں کا جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پَر ہیں۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ مشرکین فرشتوں کو خدا

Marfat.com

اور دیوتا مانتے ہیں۔ ان کو خبر ہونی چاہیے کہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کی طرف سے مقرر کردہ فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۳۶۔ سُوْرَۃُ یٰسٓ۔

سورۃ کا آغاز حروفِ مقطعات یٰسٓ سے ہوتا ہے۔ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں، اس لئے حتمی معنی کا علم نہیں۔ علماء کی آراء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یٰسٓ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور بعض کے نزدیک قرآن کا۔ لیکن قابلِ ترجیح رائے یہ ہے کہ اس کے معنی سید یا سردار کے ہیں اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سورت کو قلبُ القرآن یعنی قرآن کا دل کہا ہے۔

۳۷۔ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ۔

اس سورت کی پہلی آیت ہے: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ یعنی قسم ہے قطار در قطار کھڑے ہونے والوں کی۔ صٰفّٰت کے معنی ہیں، صف باندھنے والے۔ یہاں فرشتے مراد ہیں۔

۳۸۔ سُوْرَۃُ صٓ۔

سورت کا آغاز صٓ سے ہوتا ہے۔ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے جن کا قطعی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ البتہ علماء کی چند آراء اس سلسلہ میں منقول ہیں۔ درست یہی نظر آتا ہے کہ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صادق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی تائید سورت کی آخری تین آیات سے ہوتی ہے۔

۳۹۔ سُوْرَۃُ الزُّمَرِ۔

زُمرہ کے معنی ہیں، جتھا، گروہ۔ اس کی جگہ زُمَر ہے سورت میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں اچھوں اور بُروں سے کیسا سلوک ہوگا۔ آخری رکوع میں انجام کی خبر دی گئی ہے کہ ایمان والے گروہ در گروہ جنت میں بھیجے جائیں گے اور کفار کو گروہ در گروہ دوزخ میں ہانکا جائے گا۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سُوْرَۃُ الزُّمَرِ ہوا۔

Marfat.com

۴۰۔ اس سورت کے دو نام مشہور ہے۔

(۱) سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ۔ سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان بھی ہے۔ جب فرعون نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو اس کے مشیروں میں سے ایک شخص نے اس کو منع کیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ اس نے فرعون کو مضبوط دلائل دیے لیکن وہ اپنی روش پر قائم رہا۔ یہ شخص کون تھا؟ قرآن نے صرف اتنا بتایا ہے کہ ایک مؤمن شخص تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ سورت کا نام اس مومن شخص کی یاد دلاتا رہے گا۔

(۲) سُوْرَۃُ غَافِرٍ۔ سورت کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ غَافِرِ الذَّنْبِ یعنی گناہ بخش دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔ گناہ ہو جائے تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے آگے شرمسار ہو کر توبہ کرنا چاہیے۔ وہ توبہ قبول کر لیتا ہے۔

۴۱۔ اس کے دو نام مشہور ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ فُصِّلَتْ۔ سورت کی ابتدائی آیات میں ہے کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ یعنی قرآن وہ کتاب ہے جس کی آیات صاف صاف بغیر کسی الجھاؤ یا خلط ملط کے ہیں۔ فُصِّلَتْ کے معنی ہیں، ایک دوسرے سے الگ رکھی گئیں۔ اس صفت کا بیان سورت کے آخری حصہ میں بھی آتا ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ۔ سورت کی ایک آیت میں ہے: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ (۳۷) یعنی سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ یہی سورت کا مرکزی مضمون نظر آتا ہے۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ ہوا۔ اس سے

Marfat.com

پہلے بھی چونکہ اس نام کی ایک سورت ہے (نمبر ۳۲) اس لئے امتیاز کی خاطر اس سے پہلے حٰمٓ بڑھا دیا گیا۔ لہٰذا پورا نام سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ ہوا۔

سورت کا آغاز حٰمٓ سے ہوتا ہے۔ یہ حروفِ متشابہات میں سے ہے۔ غالباً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نامِ نامی اَحْمَدؐ اور مُحَمَّدؐ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ دونوں حرف آپؐ کے ان ناموں کے وسط میں آتے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہاں رحمٰن کی طرف اشارہ ہے۔

۴۲۔ اس کے دو نام مشہور ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی۔ شُوْرٰی کے معنی ہیں مشورہ۔ سورت کے اثناء میں اہلِ ایمان کی بابت ارشاد ہے، وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ یعنی ان کا امر باہمی مشورہ سے طے پاتا ہے۔ باہمی مشورہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی اور حکومت کی روح ہے جس کو قرآن و حدیث کے بعد سند کا درجہ حاصل ہے۔ فقہ میں اس کو اجماع کہتے ہیں۔

(۲) سُوْرَۃُ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ سورت کی پہلی دو آیتیں حروفِ مقطعات پر مشتمل ہیں۔ پہلی آیت ہے حٰمٓ اور دوسری عٓسٓقٓ۔ ان حروف کا اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ پہلی آیت میں غالباً آپؐ کی ذاتِ مبارک اور اسمِ گرامی کی طرف اشارہ ہے، دوسری میں آپؐ کی صفات کی طرف۔

۴۳۔ سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ۔ زُخْرُف کے معنی ہیں:
(۱) آرائش (۲) سامانِ آسائش (۳) سونا
یہاں کوئی معنی بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ سورت میں کفّار کی راحت طلبی اور جاہ پسندی کی طرف اشارے ہیں۔ سیم و زر اور ساز و سامان کی اللہ تعالیٰ کے آگے کچھ

حقیقت نہیں۔ وہ چاہے تو ایک ایک آدمی کو مالا مال کر دے لیکن اس نے مؤمن کی آزمائش یہ رکھی ہے کہ اس کا دل آسائش اور آرائش میں اٹکنے نہ پائے۔

۴۴۔ سُوْرَۃُ الدُّخَانِ۔

دخان کے معنی ہیں دھواں۔ سورت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز آسمانی دھواں چھا جائے گا۔ کائنات دھوئیں سے بنی تھی، آخر پھر دھواں ہو جائے گی۔

۴۵۔ سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ۔

جاثیہ کے ایک معنی ہیں، انگلیوں پر دباؤ ڈال کر زمین پر جھکی ہوئی لیکن یہاں اس کے معنی ہیں، اکٹھی ہونے والی۔ سورت میں قیامت کا ذکر بھی ہے۔ اس ضمن میں ایک آیت یہ ہے: وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً کہ اے انسان تو ہر امت کو یکجا مجتمع دیکھے گا۔

۴۶۔ سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ۔

ریت کے پھیلے ہوئے اور بلند ٹیلے کو حِقف کہتے ہیں، اس کی جمع اَحْقَاف ہے یعنی ٹیکرے۔ مراد ایسی سرزمین ہے جو ریت کے ٹیلوں پر مشتمل ہو۔ یہاں جنوبی عرب کے اس خطے کی طرف اشارہ ہے جہاں کبھی عاد کی پُر رونق آبادیاں تھیں لیکن آج وہاں ریت کے سر کنے ہولناک ٹیلے ہیں۔ اُدھر سے آدمی کا گزر مشکل ہے۔

عاد کی دینی اور اخلاقی حالت بگڑی تو حضرت ہُود علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔ عاد نے روگردانی کی اور عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے۔ ان کے پُرشکوہ مسکن ریت کے نیچے دب گئے۔ آج اس ریت کو اٹھایا جائے تو نیچے کھنڈر اور پنجر ملتے ہیں۔

۴۷۔ سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ

سورت کی دوسری ہی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک آیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا یعنی قرآن اور دیگر الہامات ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

Marfat.com

ورنہ کوئی عقیدہ یا عمل قبول نہ ہوگا۔ اس خصوصی تاکید کے پیشِ نظر سورت کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر ہوا۔

۴۸۔ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ۔

سورت کا افتتاح فتح کے اعلان سے ہوتا ہے۔ اس فتح کی حدود نہایت وسیع ہیں۔ مادی اور روحانی سبھی کامیابیوں کو شامل ہے۔ اس کی میعاد آغازِ اسلام سے لے کر قیامت بلکہ آخرت تک ہے۔ لہٰذا سورت کا نام سورۃُ الفتح ہوا یعنی وہ سورت جس میں فتح کی بشارت ہے۔

۴۹۔ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ۔

حجرات جمع ہے حُجرہ کی یعنی کمرہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکان چند چھوٹے چھوٹے کمروں پر مشتمل تھا جنہیں سورت میں حُجُرات کہا گیا ہے۔

ایک دفعہ چند دیہاتی عرب باریابی کے لئے حاضر ہوئے اور مکان سے باہر کھڑے ہو کر اجڈ انداز سے پکارنے لگے۔ یہ بدو نادان لوگ تھے اور معاشرت کے انداز سے ابھی ناواقف تھے اس لئے سورتِ ہٰذا میں انہیں آداب کی تلقین کی گئی ہے۔

۵۰۔ سُوْرَۃُ قٓ۔

مراد ہے وہ سورت جس کا آغاز ق کے حرف سے ہے۔ یہ حرف یہاں متشابہ ہو کر آیا ہے اس لئے اس کے معنی کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔

۵۱۔ سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ۔

سورت کی پہلی آیت ہے، وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝

ترجمہ، یعنی (قسم ہے یا) غور کرو ان ہواؤں پر

جو پانی کو ایک جگہ سے اڑا کر دوسری جگہ بکھیر دینے والی ہیں۔

کھلیان میں غلّہ کو سہ شاخہ سے اڑا کر بھوسے سے الگ کرنے کو عربی میں ذَرْو کہتے ہیں۔ ابر بردوش ہوائیں یہی کام کرتی ہیں کہ پانی کو سمندر سے اٹھایا اور کندھے پر لادا کہیں اور جا کر برسا دیا۔

Marfat.com

ہوائیں بارش ہی نہیں برساتیں، غلہ اور پھل پھول کے بیج بھی ایک جگہ سے اڑا کر دوسری جگہ بکھیر دیتی ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں سبزہ اور غلہ کی اوّل روز سے قلّت ہوتی۔

۵۲۔ سُوْرَۃُ الطُّوْرِ۔ طُور کے معنی ہیں پہاڑ۔ سورت کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے: وَالطُّوْرِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ یعنی قسم ہے اس پہاڑ کی اور لکھی ہوئی کتاب کی کشادہ ورق میں۔ یہاں کشادہ ورق میں لکھی ہوئی کتاب کا اشارہ قرآن کی طرف ہے لہٰذا الطُّور سے مراد جبلِ حرا ہو گا، جہاں اللہ کا یہ آخری پیغام پہلی بار نازل ہوا۔ بعض علماء کا خیال طورِ سینا اور تورات کی طرف گیا ہے لیکن اس وقت کتاب مسطور فی رقٍّ منشور کی شان قرآن ہی رکھتا تھا۔

۵۳۔ سُوْرَۃُ النَّجْمِ۔ نجم اسمِ جنس ہے جس کے معنی ہیں، ستارہ۔ یہاں مراد ہے، قرآن حکیم جس کی آیات کہکشاں کی طرح چمک دمک رہی ہیں۔ سورت کی ابتدائی آیات کا ترجمہ یوں ہے، غور کرو اس نجم (یعنی قرآن) پر جب یہ نازل ہوا۔ تمہارے ساتھ رہنے والے (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بھٹکے اور نہ غلط راہ پر ہو لیے۔ آپؐ اپنی خواہش سے بات نہیں سناتے۔ یہ تو وحی ہے جو (آپؐ کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔

۵۴۔ اس کے دو نام مشہور ہیں۔

(۱) سُوْرَۃُ الْقَمَرِ۔ اس سورت میں انشقاقِ قمر کی تلمیح ہے۔ ایک دفعہ کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے معجزہ طلب کیا۔ آپؐ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس کے دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو گئے۔ شقِ قمر کئی ملکوں میں دیکھا گیا۔ یہ غالباً نبوت کے دسویں برس کا واقعہ ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ اِقْتَرَبَتْ۔ سورت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝

Marfat.com

یعنی قیامت کی گھڑی قریب آلگی اور چاند پھٹ گیا۔ مکہ کے لوگوں نے آنکھ سے دیکھا اور سحر کہہ کر منکر ہو گیے۔ باقی سورت میں کچھ تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ پہلے بھی تمہارے ایسے لوگ گزرے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معجزات کی تکذیب کی لیکن جب اس قدرت نے عذاب کی ادا دکھائی تو کفار کو تکذیب کی مہلت نہ ملی۔

۵۵۔ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ۔

رحیم اور رحمٰن دونوں کا مادہ رحم ہے۔ رحمٰن میں وسعت اور عمومیت زیادہ ہے۔ اس کے معنی ہیں، بڑی اور گوناگوں رحمت والا۔ اس معنی کی تائید اس سورت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نوع در نوع نعمتیں گنوا کر بار بار پوچھا گیا ہے کہ آخر تم اُس کی کس کس نعمت کو نہ مانو گے۔

۵۶۔ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ۔

یہاں واقعہ کے معنی ہیں، ہو کر رہنے والی چیز۔ مراد ہے، قیامت۔

یہ لفظ سورت کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے۔ آگے قیامت کے احوال بیان کیے گیے ہیں۔

۵۷۔ سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ۔

حدید کے معنی ہیں، لوہا۔

اس سورت میں لوہے کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (ترجمہ: اور ہم نے (زمین میں) لوہا رکھا جس میں زبردست حربی قوت ہے اور لوگوں کے لیے منفعتیں ہیں) جہاد کا اسلامی عبادات میں جو مقام ہے اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ لوہے کے سامان تیار کیے جائیں۔

۵۸۔ سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ۔

(دال کی زبر کے ساتھ) مُجَادَلَۃٌ کے معنی ہیں کسی سے بحث میں ضد کرنا۔ ایک صحابیہؓ سے اُس کے خاوند نے ظہار کے الفاظ کہہ دیے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

Marfat.com

خدمت میں فتویٰ لینے حاضر ہوئی اور ضد کر کے کہنے لگی کہ مجھ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس پر چند آیات نازل ہوئیں جن میں صحابیہؓ کے مجادلہ کا جواب ہے۔ اس بنا پر پوری سورت کا نام سورۃ المجادلہ ہوا یعنی وہ سورت جس میں صحابیہؓ کے مجادلہ کی طرف اشارہ ہے۔
یہ نام دال کی زیر کے ساتھ بھی رائج ہے۔

۵۹۔ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ۔ ہجرت کے چوتھے برس مدینہ کے ایک یہودی قبیلہ بنو نضیر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شمعِ حیات گُل کرنے کی سُوجھی۔ ان کی سازش ناکام رہی اور سزا کے طور پر انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا۔ بنو نضیر جشن کی صورت شہر سے نکلے جس کو سورتِ ہٰذا میں حشر کہا گیا ہے حشر کے لغوی معنی ہیں، اکٹھا کرنا۔

۶۰۔ سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ۔ ہجرت کے چھٹے برس حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور کُفّارِ مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ایک سمجھوتا طے ہوا جس کی رو سے ایسی عورت پر کوئی پابندی نہ تھی جو اسلام لا کر مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جائے۔ اس سورت میں ایسی عورتوں کے بارے میں ہدایت ہے کہ ان کا امتحان لے لیا جائے کہ ہجرت سے ان کی غرض صرف اسلام ہے، کوئی لالچ یا حیلہ نہیں۔ لہٰذا اس سورت کا نام سورۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ (یعنی امتحان لینے والی سورت) ہوا۔ اس سورت کو سورۃُ الاِمتحان بھی کہتے ہیں۔

۶۱۔ سُوْرَۃُ الصَّفِّ۔ سورت میں جہاد کی ترغیب ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا، اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو چاہتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھے ہوئے لڑتے ہیں۔ مراد یہ کہ پوری تنظیم اور ثابت قدمی سے جنگ کرتے ہیں اور اس میں خلل نہیں آنے دیتے۔ یہاں صف سے مراد میدانِ جنگ کی قطار بندی ہے۔

۶۲-سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ۔

سورت کے اٹھارہیں جمعہ کے بارے میں اعلان ہوا کہ اے ایمان والو! جمعہ کے روز جب نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے جلدی سے چلو اور خرید و فروخت رہنے دو۔ جمعہ کی اہمیت کے پیشِ نظر یہی اس سورت کا نام ہوا۔

۶۳-سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔

منافق کے معنی ہیں وہ شخص جس کی زبان اور دل میں اتحاد نہ ہو۔ شرع میں منافق اسے کہتے ہیں جس کے دل میں اسلام کا عقیدہ نہ ہو لیکن دھوکا دینے کے لئے زبان سے اسلام کا اظہار کرے۔

اس سورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کی دورخی چال کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے۔ پوری سورت میں منافقوں کا کردار بیان کیا گیا ہے۔

۶۴-سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ۔

غبن سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی سودے میں دوسرے سے مفت یا حقیر قیمت کے عوض مال لے اڑے یعنی چالاکی سے دوسرے کو اس کے حصہ یا حق سے محروم کر دے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس دنیا میں مؤمن اور سادہ دل لوگوں کا حق مار رہے ہیں۔ قیامت کے روز اہلِ ایمان اُن سے اپنا حق واپس لیں گے۔ کفار کو بہت قلق ہوگا کیونکہ وہ اب تک اسے اپنا حق سمجھے ہوئے تھے۔ ان کی چال بازی الٹا ان پہ پڑے گی اور ان کے غبن کے جواب میں انہیں گھاٹا ملے گا۔ یہی تغابن ہے۔ چنانچہ ان سے ارشاد ہے: یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ یعنی اس دن کا خیال رکھو کہ اس فیصلہ کن دن کو تمہیں مؤمن اصحاب کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا کیا جائے گا اور یہ (تمہارے لئے) تغابن کا دن ہوگا۔ یعنی مظلوم تم سے اپنے حق واپس لیں گے اور تم گھاٹے میں رہ جاؤ گے۔

Marfat.com

۶۵۔ سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ۔ طَلَاق کے لُغوی معنی ہیں، بند سے آزاد کرنا، جانے دینا۔ شرع میں طلاق سے مراد ہے، شوہر کا اپنی بیوی کو نکاح کی بندش سے نکالنا۔ پوری سورت میں طلاق کے مسائل ہیں۔

۶۶۔ سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم۔ تحریم کے معنی ہیں، حرام قرار دینا۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی بعض ازواج کی خوشنودی کے لیے شہد کا استعمال ترک فرما دیا۔ احتمال تھا کہ اُمّت کے لیے بھی شہد ممنوع ہو جائے، لہٰذا اس سورت کی افتتاحی آیت میں ارشاد ہوا: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ یعنی اے رسولؐ! جو چیز اللہ نے آپؐ کے لئے حلال قرار دی ہے آپؐ اُسے کیوں حرام ٹھہراتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال پھر شروع کر دیا۔

۶۷۔ اس سورت کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ۔ مُلک کے معنی ہیں، حکومت۔ سورت میں اللہ تعالیٰ کی فرماں روائی کا ذکر ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اُس نے کارخانۂ قدرت کو کس طرح ٹھیک ٹھیک، بے نقص اور بے عیب چلا رکھا ہے۔ اس کی لاریب حکومت ازلی و ابدی ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ تَبَارَكَ۔ سورت کے ابتدائی الفاظ ہیں: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ

برکت کے دو معنی ہیں، (۱) بخشگی، پایداری (۲) بلندی پہ فائز ہونا۔ لہٰذا تَبَارَكَ کے معنی ہوئے:

ا۔ وہ لَمْ یَزَل اور لایزال ہے۔

ب۔ وہ بلندی پر فائز ہے۔

Marfat.com

۶۸۔ اس سورت کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُورَۃُ نٓ۔ یہاں نون کا حرف متشابہات میں سے ہے۔ غالباً دوات مراد ہے۔

(۲) سُورَۃُ الْقَلَمِ۔ سورت کی پہلی آیت ہے: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ یعنی نون اور قلم پر غور کرو اور اس پر جو (لکھنے والے) لکھتے ہیں۔ قلم کے ذکر کی مناسبت سے سورت کا ایک نام سُوْرَۃُ الْقَلَمِ ہوا۔

نوشت و خواند کی اسلام میں جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ پہلی ہی وحی میں قلم کا ذکر آیا۔ فرشتے بھی انسان کے اعمال سپردِ قلم کرتے رہتے ہیں۔

۶۹۔ سُورَۃُ الْحَاقَّۃِ۔ حَاقَّہ کے معنی ہیں، ٹھیک پڑنے والی۔ سورت کا آغاز اسی لفظ سے ہوتا ہے۔ یہاں قیامت مراد ہے، یعنی قیامتِ صُغریٰ اور قیامتِ کُبریٰ۔ عاد و ثمود اور قومِ فرعون پر قیامتِ صُغریٰ کی تباہی نازل ہوئی۔ قیامتِ کُبریٰ کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔

۷۰۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُورَۃُ الْمَعَارِجِ۔ مِعْرَج کے معنی ہیں، سیڑھی۔ اس کی جمع ہے، مَعَارِج یعنی سیڑھیاں۔ یہاں بلندیوں کے مرحلے یا درجات مراد ہیں۔

شروع کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود کو ذوالْمَعَارِج کہا ہے یعنی بلندیاں اور درجات اسی کے ہیں۔

(۲) سُورَۃُ سَاَلَ سَآئِلٌ۔ سورت کی پہلی آیت ہے: سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ یعنی ایک

Marfat.com

سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔ آگے کی آیات میں اس کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام تدبیر کے موجب ہوتا ہے، انسان کی عجلت پسندی کے تابع نہیں۔ کفار پر قیامت کا عذاب آکر رہے گا۔

۷۱۔ سُوْرَۃُ نُوْحٍ۔ پوری سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ آپ بہت قدیم زمانے میں پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ آپ کی تبلیغ کا مرکز عراق کا خطہ تھا۔ لوگ راہِ راست پر آنے کو آمادہ نہ ہوئے تو آپ کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے پانی کا طوفان بھیجا جس میں لوگ نابود ہو کر رہ گئے۔ چند مومن اشخاص تھے جو آپ کے ہمراہ بچ گئے۔ انسان کی نسل دوبارہ انہی سے چلی۔

۷۲۔ سُوْرَۃُ الْجِنِّ۔ سورت کے پہلے حصہ میں جنوں کے ایک گروہ کا ذکر ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن سن کر اسلام لائے۔

جن ایک ناری مخلوق ہے جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔

۷۳۔ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ۔ اصل میں یہ لفظ مُتَزَمِّل ہے۔ تاء مدغم کر دی گئی۔ اس کے معنی ہیں، کپڑا اوڑھنے والا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب غارِ حرا میں پہلی بار وحی نازل ہوئی تو لرزہ طاری ہو گیا اور گھر پہنچ کر فرمایا، مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔ آپ کو کپڑا اُڑھا دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پیار سے آپ کو مُزَّمِّل کہا۔

۷۴۔ سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ۔ اصل میں یہ لفظ مُتَدَثِّر ہے۔ تاء مدغم کر دی گئی ہے۔ اس کے معنی ہیں، چادر اوڑھنے والا۔ غارِ حراء کے واقعہ کے بعد چھ ماہ تک وحی رُکی رہی۔ پھر ایک دن

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام راہ پر چلے جاتے تھے کہ اوپر سے ایک ندا آئی۔ آپؐ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ آپؐ پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ گھر تشریف لائے اور فرمایا، دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ یعنی مجھے چادر اڑھاؤ۔ گھر والوں نے چادر اڑھا دی۔ پھر اس سورت کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔

۷۵۔ سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ۔

اس میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ دنیا پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صُور پھونکیں گے۔ اس کی ہولناک آواز سے اس وقت جس قدر لوگ روئے زمین پر زندہ ہوں گے مر جائیں گے۔ پھر صُور کا دوسرا نفخہ ہو گا جس کی آواز پر مردے بھی قبروں سے یک بارگی باہر نکل آئیں گے۔ سب کو ایک میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

عربی میں یک بارگی کھڑے ہو جانے کو قیامۃ کہتے ہیں، لہٰذا آخرت کے اس مرحلے کا نام قیامت ہوا۔ بعض علماء نے قیامت کے نام کی توجیہ دیگر معانی سے بھی کی ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ سریانی زبان کے لفظ قِیَمْتَا (بمعنی قیامت) کا مُعرّب ہے۔

۷۶۔ اس کے تین نام مشہور ہیں جن کو سورت کی پہلی آیت کے ان الفاظ سے لیا گیا ہے:
هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝
ترجمہ: کیا انسان پر زمانہ کی کوئی ایسی آن آئی ہے کہ وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔

(۱) **سُوْرَۃُ هَلْ اَتٰى**۔ یہ نام پہلی آیت کے سرآغاز کے دو لفظ سے لیا گیا ہے۔

(۲) **سُوْرَۃُ الْاِنْسَانِ**۔ سورت میں انسانی فطرت کی چند رمزیں بیان کی گئی ہیں۔ انسان ان کو نگاہ میں رکھے تو صحیح رستہ پر چل کر نیک انجام کو پہنچتا ہے۔

(۳) سُوْرَۃُ الدَّھْرِ۔ دہر کے معنی ہیں، زمان۔ عرب کے لوگ دہر کو ایک قادرِ مطلق ہستی مانتے تھے۔ اسلام نے بتایا کہ جس کو تم دہر کہتے ہو وہ قادرِ مطلق اور فعّال لما یُرید ہستی تو اللہ کی ذات ہے۔ دہر تو محض زمان کا دوسرا نام ہے۔ اس سورت میں دہر کا لفظ قبلِ اسلام کے عقیدہ کے برعکس زمان کے معنی میں آیا ہے، اس لئے یہ نام بھی عین موزون ہے۔

۷۷۔ سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ۔ مُرْسَلٰت جمع ہے مُرْسَلَۃٌ کی جس کے لغوی معنی ہیں، وہ جو بھیجی گئی۔ یہاں مُرْسَلٰت سے ہوائیں مراد ہیں۔

سورت کا آغاز وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا کی آیت سے ہوتا ہے۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہواؤں کو دیکھو، قدرتِ الٰہی کے زندہ اور متحرک معجزے ہیں۔ جس ذات نے اس نظام کو چلا رکھا ہے اس کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ قیامت بھی برپا کر دے۔

۷۸۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ النَّبَاِ۔ لُغت میں نَبَاٌ کے معنی ہیں، خبر۔ یہاں اَلنَّبَاُ الْعَظِیْمُ یعنی بڑی خبر سے آگاہ کیا ہے۔ مراد قیامت ہے۔ پوری سورت میں احوالِ قیامت کا نقشہ ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ عَمَّ۔ سورت کی پہلی آیت ہے، عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ یعنی وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ عَمَّ اصل میں عَنْ (سے) اور مَا (کیا) ہے۔ اس کے معنی ہیں، کس چیز کے بارے میں۔

۷۹۔ سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ۔ نازعات کے معنی ہیں کھینچ نکالنے والے۔ یہاں اُن فرشتوں کی طرف اشارہ ہے جو

Marfat.com

کُفّار کی روحیں ان کے بدنوں سے خوب کھینچ کر نکالتے ہیں۔

۸۰۔ سُوْرَۃُ عَبَسَ۔

سورت کا پہلا لفظ ہے عَبَسَ جس کے معنی ہیں اس نے تیوری چڑھائی۔ اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف ہے۔ ایک نابینا صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک سوال لے کر حاضر ہوئے۔ آپؐ اُس وقت ایک کافر کو تبلیغ فرما رہے تھے اُس لئے آپؐ نے سائل کا ایسے میں اپنی بات چھیڑ دینا اچھا نہ جانا اور ناگواری کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اِن آیات میں یہ وحی نازل ہوئی کہ آپؐ کو اپنے صحابی کی دل جوئی کو مقدّم رکھنا چاہیئے تھا۔

۸۱۔ سُوْرَۃُ التَّکْوِیْر۔

تکویر کے معنی ہیں، خوب لپیٹ دینا۔ سورت کی پہلی آیت ہے: اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ یعنی جب سورج خوب لپیٹ دیا جائے گا۔ یہاں قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ سورت کے پہلے حصّہ میں قیامت کا منظر بیان کیا گیا ہے۔

۸۲۔ سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَار۔

انفطار کے معنی ہیں، پھٹ جانا۔ سورت میں آسمان کے پھٹ جانے، قیامت کے واقع ہونے اور حشر کی خبر ہے۔

۸۳۔ سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْن۔

مُطَفِّف اس سودا بیچنے والے کو کہتے ہیں جو ناپ تول میں کمی کرے۔ یہاں ایسے لوگوں کو عذابِ الٰہی سے خبردار کیا گیا ہے۔ اس کو سُوْرَۃُ تَطْفِیْف بھی کہتے ہیں، یعنی وہ سورت جس میں کم ناپ تول سے منع کیا گیا ہے۔

Marfat.com

۸۴۔ سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ۔

انشقاق کے معنی ہیں، پھٹ جانا۔ سورت کی پہلی آیت ہے، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا۔ قیامت کو آسمان اور زمین پر جو گزرے گی اس سورت میں اس کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

۸۵۔ سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ۔

بُرُوج جمع ہے بُرج کی۔ پہلی آیت ہے، وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝

ترجمہ: اور قسم ہے آسمان کی جو بُرجوں والا ہے۔ یہاں ستاروں کے بُرج مراد ہیں۔

۸۶۔ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ۔

طارق کے معنی ہیں رات کو آکر دروازہ کھٹکھٹانے والا۔ مراد ہے رات کا مسافر۔

اس سورت میں طارق سے مراد ہے، رات کو ٹوٹ کر نظر آنے والا ستارہ۔ سورت کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ طارق سے کیا مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ یہ نجم ثاقب ہے یعنی تاریکی کو چیر دینے والا ستارہ۔

۸۷۔ سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی۔

اَعْلٰی کے معنی ہیں، سب سے بلند۔ یہاں اَلرَّبِّ الْاَعْلٰی مراد ہے۔ پہلی آیت میں ارشاد ہے، سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى یعنی اپنے رب کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔

۸۸۔ سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ۔

غَاشِیَۃ کے معنی ہیں، ڈھانپ لینے والی یا چھا جانے والی۔ یہاں قیامت مراد ہے جس کے احوال سورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

۸۹۔ سُوْرَۃُ الْفَجْرِ

سورت کی ابتداء فجر کے ذکر سے ہوتی ہے جس کے معنی ہیں، پَو پھٹنے کا وقت۔

Marfat.com

۹۰۔ سُوْرَۃُ الْبَلَدِ۔ یہاں بلد کے معنی ہیں شہر مراد ہے، مکہ کا شہر

۹۱۔ سُوْرَۃُ الشَّمْسِ۔ سورت کے شروع میں شمس یعنی سورج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کے بعد چاند کا ذکر ہے۔ پھر لیل و نہار اور ارض و سماوات کے بارے میں بتایا ہے کہ کس طرح ہر چیز اپنی ڈگر پہ قائم ہے۔ لہٰذا انسان کو بھی صحیح روش پر قائم رہنا چاہیے ورنہ بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۹۲۔ سُوْرَۃُ الَّیْلِ۔ لیل کے معنی ہیں رات۔ سورت کا آغاز وَالَّیْلِ سے ہوتا ہے، یعنی، قسم ہے رات کی یا رات کی تخلیق میں غور کرو۔ سورت کا نام لکھنے میں لام ایک بار لکھا جائے گا اور اس پر تشدید ہو گی۔

۹۳۔ سُوْرَۃُ الضُّحٰی۔ دھوپ چڑھے کے وقت کو ضُحیٰ کہتے ہیں۔ سورت کی افتتاحی آیت ہے: وَالضُّحٰی ۝

۹۴۔ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ سورت کی پہلی آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب ہے، اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ کیا ہم نے آپؐ کا سینہ کشادہ نہیں کیا)۔ پہلے تین کلمے یعنی اَلَمْ نَشْرَحْ سورت کا نام ٹھہرے۔

۹۵۔ سُوْرَۃُ التِّیْنِ۔ تین کے معنی ہیں، انجیر۔ سورت کی پہلی آیت ہے، وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝

مراد یہ کہ انجیر اور زیتون والے علاقوں پر نظر ڈال کر دیکھو۔

Marfat.com

۹۶۔ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ۔ خون کا منجمد ٹکڑا جس سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے عَلَق کہلاتا ہے۔ سورت میں عَلَق کا ذکر آیا ہے جس سے انسان کو یہ تنبیہ دلانا مقصود ہے کہ حقیر خون کے ایک بے جان اور بے صورت لوتھڑے سے تیرے رب نے تجھے کس قدر توانا جان اور خوشنما بدن کے ساتھ پیدا کیا تیرے کام کے سامان پیدا کیے۔ اور تجھے علم کی فراواں دولت دی جس کی مدد سے تو پوری کائنات کو مسخر کر سکتا ہے۔

۹۷۔ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ۔ سورت میں لَیْلَۃُ الْقَدْر یعنی قدر والی رات کا ذکر ہے۔ یہ مبارک رات رمضان میں آتی ہے۔ تاریخ کا کوئی تعین نہیں۔ غالباً آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔

۹۸۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ۔ بَیِّنَۃ کے معنی ہیں، روشن دلیل، معجزہ۔ یہاں واضح اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ آپ کی بعثت سے قبل اہل کتاب ہی نہیں، مشرکین بھی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بَیِّنَہ یعنی روشن دلیل ایک نبی کی صورت میں آنے والی ہے اس کی آمد پر دنیا میں توحید اور نیکی کا غلبہ ہوگا اور ہم لوگ برائی سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حق کی دعوت دی تو یہ لوگ باطل سے بدستور چمٹے رہے۔ سورت میں اسی طرف اشارہ ہے:

(۲) سُوْرَۃُ لَمْ یَکُنْ۔ سورت کا آغاز یوں ہوتا ہے: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ۔ یعنی اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر پر جم جانے والے (باطل سے) جدا ہونے والے نہ تھے حتّٰی کہ ان کے

پاس روشن دلیل آجائے۔ لَمْ یَکُنْ کے یہاں معنی ہیں، وہ نہ تھے۔

۹۹۔ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ۔

زلزال مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں، تابڑ توڑ جھٹکے دینا۔ لگاتار زور سے ہلانا۔

سورت میں ارضی زندگی کے خاتمے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ زمین کو ایسے جھٹکے دیے جائیں گے کہ اس کا پیٹ پھٹ جائے گا اور اندر کی ہر چیز باہر اچھل پڑے گی۔ زِلْزَالَهَا کی ترکیب میں یہ اشارہ ہے کہ زمین اپنے اندرون کے اعتبار سے اس جھٹکے کی منتظر ہے۔

اس سورت کو سُوْرَۃُ الزَّلْزَلَۃِ بھی کہتے ہیں۔ زَلْزَلَۃ کے معنی ہیں (۱) ایک بار جھٹکا دینا (۲) بھونچال۔

۱۰۰۔ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ۔

عٰدِیٰت کے معنی ہیں، دوڑنے والی یا دوڑنے والے۔ یہاں تیزی سے بھاگنے والے گھوڑے مراد ہیں۔

سورت میں اُن گھوڑوں کی مثال پیش کی گئی ہے جو مالک کے حکم پر دوڑتے، ہانپتے، سموں سے شعلے اڑاتے اور غبار اٹھاتے ہوئے علی الصباح دشمن کے نیزوں اور تلواروں میں جا گھستے ہیں اور جان کی پروا نہیں کرتے۔ انسان کو بھی چاہیے کہ اپنے مالک کا شکر گزار ہو اور اس کی راہ میں جب بھی ضرورت ہو خون پسینہ ایک کر دے اور جان کی بازی لگا دے۔

۱۰۱۔ سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ۔

قَارِعَۃ کے معنی ہیں، کھٹکھٹانے والی۔ جیسا کہ سورۃ الزلزال میں گزرا ہے قیامت کی گھڑی زمین پر زلزلہ طاری کر دے گی جس سے اشیاء کے آپس میں بجنے اور کھٹکھٹانے کی ہوش ربا آوازیں پیدا ہوں گی۔ اس نسبت سے قیامت کو یہاں اَلْقَارِعَۃ کہا گیا ہے۔

Marfat.com

اس سورت میں قیامت کے زلزلے کا کچھ بیان ہے۔

۱۰۲۔ سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ۔

تَکَاثُر کے معنی ہیں، کثیر ہونا۔ سورت کے آخری لفظ نَعِیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تکاثر سے مراد ہے، اموال و اولاد اور دیگر نعمتوں میں بڑھنا۔

ارشاد ہے: اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ یعنی اموال و اولاد وغیرہ میں کثیر ہو جانے نے تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا حتّٰی کہ تم قبرستانوں میں گئے۔

۱۰۳۔ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ۔

عَصر سے یہاں زمانہ مراد ہے۔ اس سورت میں زمانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کی تاریخ کو دیکھو، وہی اقوام فائدے میں رہیں جو ایمان لائیں، نیک عمل کیے اور دوسروں کو بھی قوتِ کردار اور ثابت قدمی کی تبلیغ کی۔ یہاں قوموں کے عروج و زوال کی بنیادی وجہ بیان کی گئی ہے۔

۱۰۴۔ سُوْرَۃُ الْهُمَزَۃِ۔

هُمَزَۃٌ اُس کو کہتے ہیں جو دوسروں کی عزت گھٹانے کے درپے ہو، بڑا تہمت گر اور افترا پرداز ہو۔

سورت میں آیا ہے کہ ہر هُمَزَہ اور لُمَزَہ کے لیے انجام کار بربادی ہے۔

لُمَزَہ کے معنی بھی هُمَزَہ سے ملتے جلتے ہیں۔

۱۰۵۔ سُوْرَۃُ الْفِیْلِ۔

اس سورت میں ابرہہ کے لشکر کی طرف اشارہ ہے۔ اس لشکر نے اسلام سے قبل مکہ پر چڑھائی کی تو ساتھ ایک ہاتھی بھی لائے۔ لہٰذا ان لوگوں اصحاب فیل بھی کہتے ہیں۔ ابرہہ یمن کا ایک عیسائی حکمران تھا جو کعبہ کو گرانے آیا تھا۔ پرندوں نے اس کے لشکر پر گرم گرم

Marfat.com

کنکریاں برسائیں۔ لشکر بھسم ہو کر رہ گیا۔

۱۰۶۔ سُورَۃُ قُرَیْشٍ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اُس کا نام قُریش ہے۔ شروع میں قُریش نے اسلام کی بہت مخالفت کی۔ یہ تاجر لوگ تھے۔ جاہلیت میں بھی کعبہ کے متولی تھے اس لئے دور دور تک ان کا احترام تھا۔ امن سے تجارتی سفر کرتے تھے۔ سورت میں بتایا گیا ہے کہ جس کعبہ کے طفیل وہ امن و امان کے ساتھ دور و دراز کے سفر کرتے ہیں اور خوب کما کر کھاتے ہیں اُنہیں چاہیے کہ اس کعبہ کے رب کی عبادت کریں۔

بعض اصحاب سُوْرَۃُ قُرَیش میں قُریش سے پہلے اَل بڑھا کر سُوْرَۃُ الْقُرَیْش لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔

۱۰۷۔ سُورَۃُ الْمَاعُوْنِ۔

استعمال یا کام کی معمولی چیز کو مَاعُوْن کہتے ہیں۔ سورت میں استعمال کی معمولی چیز کے سوال پر انکار کی مذمّت کی گئی ہے۔ چھوٹی نیکیاں بڑی نیکیوں کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ جو آدمی ماعُون کے ادھار دینے میں فراخ دل نہ ہو اس سے بڑی قربانی کی امید کیا ہو گی۔

۱۰۸۔ سُورَۃُ الْکَوْثَرِ

کوثر ایک حوض کا نام ہے جس کو اہلِ ایمان نہ صرف حشر کے میدان میں بلکہ جنت میں بھی موجود پائیں گے۔ لیکن یہاں غالباً اس کے دوسرے معنی یعنی خیرِ کثیر مراد ہے۔

سورت میں حضور علیہ الصلوٰۃُ والسّلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے کہ ہم نے آپؐ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی لہٰذا آپؐ شکر کے طور پر قربانی کی رسم جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کے دشمن کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا۔ یہی درس امت کے لئے بھی ہے۔

۱۰۹۔ سُورَۃُ الْکٰفِرُوْنَ۔

کُفّار نے ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کش کی کہ کچھ عقائد آپ کے ہوں کچھ

Marfat.com

ہمارے اور دین میں سمجھوتے کی راہ نکال لیں۔ اس سورت میں کُفار سے خطاب ہے کہ توحید اور شرک میں سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔

۱۱۰۔ سُوْرَۃُ النَّصْرِ۔ نصر کے معنی ہیں، مدد۔
سورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد، فتح اور اشاعتِ اسلام کی خبر ہے۔

۱۱۱۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ اللَّھَبِ۔ لَہَب کے معنی ہیں، آگ کا شعلہ۔
اس سورت میں ابو لَہَب کی ہلاکت کی پیش گوئی ہے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چچا کا نام عبد العُزّیٰ تھا لیکن شعلہ گوں رخساروں کی وجہ سے ابو لہب کہلاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درپے آزار رہتا تھا۔ آخر بُری موت مرا۔

(۲) سُوْرَۃُ تَبَّتْ۔ سورت کا آغاز تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ سے ہوتا ہے۔ یعنی ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹے۔ مراد یہ کہ اس کی تباہی میں کسر نہ رہے گی۔

۱۱۲۔ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ۔ اخلاص کے معنی ہیں، خالص کرنا، صاف اور بے آمیزش کرنا۔
اس سورت میں توحید کا نہایت صاف، مختصر اور جامع و مانع بیان ہے۔ اس کو پڑھنے اور سمجھنے والا اپنے عقائد کو پاک اور خالص رکھے گا۔ اس میں شرک کی کوئی آمیزش نہ آنے دے گا، لہٰذا اس کا نام سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ ہے یعنی وہ سورت جس میں توحید کے اخلاص کی ضمانت ہے۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ یعنی قرآن کا تیسرا حصہ
کہا ہے کیونکہ اس میں عقائد کا نچوڑ ہے۔

۱۱۳۔ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ۔ پَو پھٹنے کو فَلَق کہتے ہیں۔
سورت میں بتایا گیا ہے کہ سحر کے رب
کے پاس پناہ مانگو اندھیروں کے شر سے جس میں ایک انسان دوسرے انسان کے
زوال کے لیے طرح طرح کے حیلے کام میں لاتا ہے۔

۱۱۴۔ سُوْرَۃُ النَّاسِ۔ ناس کے معنی ہیں لوگ۔
سورت میں تلقین ہے کہ دل میں بُرے خیال
ڈالنے والوں کے شر سے پناہ طلب کرو اللہ کے پاس جو لوگوں کا رب اور فرمان روا
ہے۔

ان دو آخری سورتوں کو مُعَوِّذَتَانِ کہتے ہیں۔

Marfat.com

قواعدِ ابتدائیہ

Marfat.com

افعالِ ثلاثی مجرّد

عربی زبان میں بنیادی افعال اکثر تین حروف پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کو ثلاثی مجرد کہتے ہیں۔ ان کے مصدر عموماً "فَعْلٌ"، "فِعْلٌ" اور "فُعْلٌ" کے وزن پر ہوتے ہیں۔ مثلاً "وَعْظٌ، ذِکْرٌ، ظُلْمٌ"۔

ثلاثی مجرد کا وزن فعل ہے۔ اس لئے پہلے حرف کو فاء حرف دوسرے کو عین حرف اور تیسرے کو لام حرف کہتے ہیں۔

ماضی مطلق کے صیغہ میں فعل ثلاثی مجرّد کا پہلا اور تیسرا حرف ہمیشہ مفتوح ہے۔ درمیان کا حرف کبھی فتح، کبھی کسرہ اور کبھی ضمہ سے آتا ہے۔

(۱) فَعَلَ کی مثالیں: جَلَدَ (کوڑا مارا) اَخَذَ (لیا) شَهِدَ (گواہی دی) نَكَحَ (نکاح کیا) دَخَلَ (داخل ہوا) بَلَغَ (پہنچا) ذَهَبَ (گیا) دَرَّ (دور کیا) اَمَرَ (حکم دیا)

(۲) فَعِلَ کی مثالیں: قَبِلَ (قبول کیا) كَرِهَ (ناپسند کیا) عَلِمَ (جانا) اَذِنَ (اجازت دی) سَمِعَ (سنا) رَحِمَ (رحم کیا)

(۳) فَعُلَ کی مثالیں: كَرُمَ (کریم ہوا) حَسُنَ (حسین ہوا)۔

گردان

عربی زبان میں چودہ صیغے آتے ہیں۔ اس میں "تثنیہ (یعنی دو) کا صیغہ اردو زبان میں رائج نہیں۔ عربی صیغے حسب ذیل ہوتے ہیں:

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	۱	۲	
	مؤنث	۴	۵	

Marfat.com

قواعد ابتدائیہ

مخاطب	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	۷	۸	۹
مؤنث	۱۰	۱۱	۱۲
متکلم (مذکر و مؤنث)	۱۳		۱۴

ماضی کی گردان

		ماضی معروف	ماضی مجہول	
غائب	واحد	فَعَلَ	اس مرد نے کیا	فُعِلَ	وہ کیا گیا
	تثنیہ	فَعَلَا	ان دو مردوں نے کیا	فُعِلَا	وہ دو کیے گئے
	جمع	فَعَلُوا	ان مردوں نے کیا	فُعِلُوا	وہ کیے گئے
غائبہ	واحد	فَعَلَتْ	اس عورت نے کیا	فُعِلَتْ	وہ کی گئی
	تثنیہ	فَعَلَتَا	ان دو عورتوں نے کیا	فُعِلَتَا	وہ دو کی گئیں
	جمع	فَعَلْنَ	ان عورتوں نے کیا	فُعِلْنَ	وہ کی گئیں
مخاطب	واحد	فَعَلْتَ	تو نے کیا	فُعِلْتَ	تو کیا گیا
	تثنیہ	فَعَلْتُمَا	تم دو مردوں نے کیا	فُعِلْتُمَا	تم دو کیے گئے
	جمع	فَعَلْتُمْ	تم مردوں نے کیا	فُعِلْتُمْ	تم کیے گئے
مخاطبہ	واحد	فَعَلْتِ	تو (عورت) نے کیا	فُعِلْتِ	تو کی گئی
	تثنیہ	فَعَلْتُمَا	تم دو عورتوں نے کیا	فُعِلْتُمَا	تم دو کی گئیں
	جمع	فَعَلْتُنَّ	تم عورتوں نے کیا	فُعِلْتُنَّ	تم کی گئیں
متکلم	واحد	فَعَلْتُ	میں نے کیا	فُعِلْتُ	میں کیا گیا یا کی گئی
	تثنیہ جمع	فَعَلْنَا	ہم نے کیا	فُعِلْنَا	ہم کیے گئے یا کی گئیں

Marfat.com

ماضی منفی

ماضی کو یا لا ماضی سے قبل آکر اسے منفی کر دیتے ہیں۔ دونوں کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ لَا ماضی کے ساتھ صرف تکرار کے لئے آتا ہے مثلاً لَا اَکَلَ وَ لَا شَرِبَ (اس نے نہ کھایا نہ پیا)

ماضی مطلق کی مشتقی مثالیں:

(۱) فَرَضَ (اس نے لازم قرار دیا) فَرَضَا، فَرَضُوا، فَرَضَتْ، فَرَضَتَا، فَرَضْنَ، فَرَضْتَ، فَرَضْتُمَا، فَرَضْتُمْ، فَرَضْتِ، فَرَضْتُمَا، فَرَضْتُنَّ، فَرَضْتُ، فَرَضْنَا۔

(۲) نیز دَخَلَ۔ حَفِظَ وغیرہ۔

ماضی قریب

ماضی مطلق سے قبل قَدْ لگانے سے ماضی قریب بن جاتی ہے۔ مثلاً قَدْ جَاءَ (آیا ہے)

ماضی بعید

ماضی مطلق سے قبل کَانَ کا صیغہ لگانے سے ماضی بعید بن جاتی ہے۔ قَدْ کی ہیئت کسی حالت میں نہیں بدلتی لیکن کَانَ کا صیغہ اصل فعل کے ساتھ بدلتا جاتا ہے۔ کَانَ کی گردان یہ ہے:

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	کَانَ (وہ تھا)	کَانَا (وہ دو تھے)	کَانُوا (وہ تھے)
	مؤنث	کَانَتْ (وہ تھی)	کَانَتَا	کُنَّ (وہ تھیں)

Marfat.com

		واحد	تثنیہ	جمع
مخاطب	مذکر	كُنْتَ (تو تھا)	كُنْتُمَا	كُنْتُمْ
	مؤنث	كُنْتِ (تو تھی)		كُنَّ
متکلم (مذکر و مؤنث)		كُنْتُ (میں تھا یا تھی)	كُنَّا	

مثالیں: كَانُوا فَعَلُوْا: كُنَّا فَعَلْنَا

مضارع کی گردان

(مضارع حال و مستقبل ہر دو کے معنی دیتا ہے)

		مضارع معروف		مضارع مجہول	
غائب	واحد	يَفْعَلُ	وہ کرتا ہے (یا کرے گا)	يُفْعَلُ	وہ کیا جاتا ہے (یا کیا جائے گا)
	تثنیہ	يَفْعَلَانِ	وہ دو کرتے ہیں (یا کریں گے)	يُفْعَلَانِ	وہ دو کئے جاتے ہیں (یا کئے جائیں گے)
	جمع	يَفْعَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں (یا کریں گے)	يُفْعَلُوْنَ	وہ کئے جاتے ہیں (یا کئے جائیں گے)
غائبہ	واحد	تَفْعَلُ	وہ کرتی ہے (یا کرے گی)	تُفْعَلُ	وہ کی جاتی ہے (یا کی جائے گی)
	تثنیہ	تَفْعَلَانِ	وہ دو کرتی ہیں (یا کریں گی)	تُفْعَلَانِ	وہ دو کی جاتی ہیں (یا کی جائیں گی)
	جمع	يَفْعَلْنَ	وہ کرتی ہیں (یا کریں گی)	يُفْعَلْنَ	وہ کی جاتی ہیں (یا کی جائیں گی)
مخاطب	واحد	تَفْعَلُ	تو کرتا ہے (یا کرے گا)	تُفْعَلُ	تو کیا جاتا ہے (یا کیا جائے گا)
	تثنیہ	تَفْعَلَانِ	تم دو کرتے ہو (یا کرو گے)	تُفْعَلَانِ	تم دو کئے جاتے ہو (یا کئے جاؤ گے)
	جمع	تَفْعَلُوْنَ	تم کرتے ہو (یا کرو گے)	تُفْعَلُوْنَ	تم کئے جاتے ہو (یا کئے جاؤ گے)
	واحد	تَفْعَلِيْنَ	تو کرتی ہے (یا کرے گی)	تُفْعَلِيْنَ	تو کی جاتی ہے (یا کی جائے گی)
	تثنیہ	تَفْعَلَانِ	تم دو کرتی ہو (یا کرو گی)	تُفْعَلَانِ	تم دو کی جاتی ہو (یا کی جاؤ گی)
	جمع	تَفْعَلْنَ	تم کرتی ہو (یا کرو گی)	تُفْعَلْنَ	تم کی جاتی ہو (یا کی جاؤ گی)
متکلم	واحد	أَفْعَلُ	میں کرتا ہوں (یا کروں گا) میں کرتی ہوں (یا کروں گی)	أُفْعَلُ	میں کیا جاتا ہوں (یا کیا جاؤں گا) میں کی جاتی ہوں (یا کی جاؤں گی)
	تثنیہ و جمع	نَفْعَلُ	ہم کرتے ہیں (یا کریں گے) ہم کرتی ہیں (یا کریں گی)	نُفْعَلُ	ہم کئے جاتے ہیں (یا کئے جائیں گے) ہم کی جاتی ہیں (یا کی جائیں گی)

مُضارع کے اِعراب

(۱) مضارع معروف کے پہلے حرف یعنی یَ پر ہمیشہ زبر آتی ہے، دوسرا ساکن ہوتا ہے اور آخری حرف مضموم۔ اعراب کی تبدیلی صرف چوتھے حرف پر آتی ہے۔

مضارع کے مندرجہ ذیل اوزان ہیں:

فَعَلَ یَفْعَلُ: مثالیں: صَنَعَ یَصْنَعُ، جَعَلَ یَجْعَلُ، ذَهَبَ یَذْهَبُ، دَرَأَ یَدْرَأُ، شَهِدَ یَشْهَدُ

فَعِلَ یَفْعَلُ: مثالیں: عَلِمَ یَعْلَمُ، قَبِلَ یَقْبَلُ، رَحِمَ یَرْحَمُ، اَذِنَ یَاْذَنُ

فَعَلَ یَفْعِلُ: مثالیں: جَلَدَ یَجْلِدُ، نَكَحَ یَنْكِحُ، عَقَلَ یَعْقِلُ، رَجَعَ یَرْجِعُ۔

فَعِلَ یَفْعِلُ: مثالیں: حَسِبَ یَحْسِبُ، نَعِمَ یَنْعِمُ۔

فَعَلَ یَفْعُلُ: مثالیں: اَمَرَ یَاْمُرُ، عَبَدَ یَعْبُدُ، كَتَمَ یَكْتُمُ، اَخَذَ یَاْخُذُ، خَلَقَ یَخْلُقُ، حَكَمَ یَحْكُمُ، دَخَلَ یَدْخُلُ، بَلَغَ یَبْلُغُ۔

فَعُلَ یَفْعُلُ: مثالیں: كَرُمَ یَكْرُمُ، حَسُنَ یَحْسُنُ۔

(۲) مضارع مجہول کا ہمیشہ ایک وزن رہتا ہے یعنی یُفْعَلُ

مضارع منفی

مَا یا لَا مضارع سے قبل آکر اسے منفی کر دیتے ہیں مثلاً لَا یَذْهَبُ (نہیں جاتا ہے)

مضارع کا حال سے مُخَصَّص ہونا

لامِ مفتوح مضارع سے قبل آکر اسے حال سے مختص کر دیتا ہے مثلاً لَیَعْلَمُ، لَیَسْجُدُ۔

Marfat.com

مُضارِع کا مستقبل سے مختص ہونا

سَ یا سَوْفَ مُضارِع سے قبل آکر اسے مستقبل سے مختص کر دیتے ہیں مثلاً:

سَيَعْلَمُ

سَوْفَ يَعْلَمُ

سَ اور سَوفَ میں فرق یہ ہے کہ س میں قرب کا اظہار زیادہ ہے۔

ماضیِ استمراری

کَانَ مضارع سے قبل آکر اسے ماضیِ استمراری کے معنی دیتا ہے۔ کَانَ کا صیغہ اصل فعل کے صیغہ کے تابع رہتا ہے مثلاً

کَانَ يَصْنَعُ (وہ کرتا تھا)۔ کَانَا يَصْنَعَانِ (وہ دو کرتے تھے)

کَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (وہ کرتے تھے)

نفیِ جَحْد

ماضی کی قطعی نفی کو نفیِ جَحْد کہتے ہیں۔ نفیِ جَحْد مضارع سے قبل آکر لَمْ لانے سے ہوتی ہے۔ لَمْ کا حرف مضارع کے آخر میں کچھ تبدیلی لاتا ہے، جیسا کہ ذیل کی گردان سے ظاہر ہے:

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَمْ يَفْعَلْ	لَمْ يَفْعَلَا	لَمْ يَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَمْ تَفْعَلْ	لَمْ تَفْعَلَا	لَمْ يَفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	لَمْ تَفْعَلْ	لَمْ تَفْعَلَا	لَمْ تَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَمْ تَفْعَلِيْ	لَمْ تَفْعَلَا	لَمْ تَفْعَلْنَ
متکلم (مؤنث و مذکر)		لَمْ أَفْعَلْ	لَمْ نَفْعَلْ	

مثالیں: مَسَّ يَمَسُّ سے لَمْ تَمْسَسْ اسی طرح لَمْ يَذْهَبُوْا۔

Marfat.com

نفیِ تاکید

مضارع سے قبل لَنْ کا حرف آکر اسے نفیِ تاکید کے معنی دیتا ہے جو مستقبل کے لیے خاص ہے۔ اس کی گردان حسب ذیل ہے۔

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَنْ یَّفْعَلَ (وہ ہرگز نہیں کریگا)	لَنْ یَّفْعَلَا (وہ دو ہرگز نہیں کرینگے)	لَنْ یَّفْعَلُوْا (وہ ہرگز نہیں کریں گے)
	مؤنث	لَنْ تَفْعَلَ	لَنْ تَفْعَلَا	لَنْ یَّفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	لَنْ تَفْعَلَ	لَنْ تَفْعَلَا	لَنْ تَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَنْ تَفْعَلِیْ	لَنْ تَفْعَلَا	لَنْ تَفْعَلْنَ
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَنْ اَفْعَلَ	لَنْ نَّفْعَلَ	

نونِ تاکید

یہ مستقبل کے لئے خاص ہے۔ نونِ تاکید کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ مضارع سے قبل اوّل تو لام مفتوح آتا ہے ورنہ اِمّا

نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں: نونِ خفیفہ اور نونِ ثقیلہ

نونِ خفیفہ کا استعمال بہت کم ہے۔ اس سے صرف آٹھ صیغے آتے ہیں۔ اس سے تثنیہ اور غائب و مخاطب کے جمعِ مؤنث کے صیغے نہیں آتے۔ گردان یہ ہے:

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَیَفْعَلَنْ (وہ ضرور کریگا)		لَیَفْعَلُنْ
	مؤنث	لَتَفْعَلَنْ		
مخاطب	مذکر	لَتَفْعَلَنْ		لَتَفْعَلُنْ
	مؤنث	لَتَفْعَلِیْنْ		
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَاَفْعَلَنْ	لَنَفْعَلَنْ	

Marfat.com

نونِ ثقیلہ کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَيَفْعَلَنَّ (وہ ضرور کرے گا)	لَيَفْعَلَانِّ	لَيَفْعَلُنَّ
	مؤنث	لَتَفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَانِّ	لَيَفْعَلْنَانِّ
مخاطب	مذکر	لَتَفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَانِّ	لَتَفْعَلُنَّ
	مؤنث	لَتَفْعَلِنَّ	لَتَفْعَلَانِّ	لَتَفْعَلْنَانِّ
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَأَفْعَلَنَّ	لَنَفْعَلَنَّ	

نونِ خفیفہ اور نونِ ثقیلہ دونوں صورتوں میں مجہول کی گردان مضارع کے پہلے حرف کو مضموم کرنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے لَيُفْعَلَنَّ

مثالیں: لَيُخْرَجَنَّ

اَمر کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لِيَفْعَلْ (وہ کرے)	لِيَفْعَلَا (وہ دو کریں)	لِيَفْعَلُوا (وہ کریں)
	مؤنث	لِتَفْعَلْ	لِتَفْعَلَا	لِيَفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	اِفْعَلْ	اِفْعَلَا	اِفْعَلُوا
	مؤنث	اِفْعَلِيْ	اِفْعَلَا	اِفْعَلْنَ
متکلم (مؤنث و مذکر)		لِأَفْعَلْ	لِنَفْعَلْ	

مضارع يَفْعُلُ کے وزن پر ہو تو مخاطب کے صیغہ میں الف پر ضمہ آئے گا۔

مثلاً اُدْخُلْ

مثالیں: (۱) يَجْلِدُ (وہ کوڑا مارتا ہے)۔ اِجْلِدْ (کوڑا مار)۔ اِجْلِدُوْا (کوڑا مارو) (۲) يَشْهَدُ (وہ دیکھتا ہے)۔ اِشْهَدْ (تو دیکھ) لِيَشْهَدْ (وہ دیکھے)۔

(۳) یَصْفَحُ (وہ درگذر کرتا ہے)۔ اِصْفَحْ (درگذر کر)۔ اِصْفَحُوْا (درگذر کرو)
(۴) یَقْبَلُ (وہ قبول کرتا ہے)۔ اِقْبَلْ (تو قبول کر)۔
(۵) یَرْجِعُ (وہ مڑتا ہے)۔ اِرْجِعْ (تو مڑ)۔ اِرْجِعُوْا (تم مڑو)
(۶) یَحْذَرُ (وہ بچاؤ کرتا ہے)۔ لِیَحْذَرْ (وہ بچاؤ کرے)

نہی کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَا یَفْعَلْ	لَا یَفْعَلَا	لَا یَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَا تَفْعَلْ	لَا تَفْعَلَا	لَا یَفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	لَا تَفْعَلْ	لَا تَفْعَلَا	لَا تَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَا تَفْعَلِیْ	لَا تَفْعَلَا	لَا تَفْعَلْنَ
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَا اَفْعَلْ	لَا نَفْعَلْ	

مثالیں: (۱) یَقْبَلُ (وہ قبول کرتا ہے)۔ لَا تَقْبَلْ (تو قبول نہ کر)۔ لَا تَقْبَلُوْا (تم قبول نہ کرو۔

(۲) یَحْسَبُ (وہ گمان کرتا ہے)۔ لَا تَحْسَبْ (تو گمان نہ کر)۔ لَا تَحْسَبُوْا (تم گمان نہ کرو)
(۳) یَدْخُلُ (وہ داخل ہوتا ہے)۔ لَا تَدْخُلْ (تو داخل نہ ہو)۔ لَا تَدْخُلُوْا (تم داخل نہ ہو۔
(۴) تَجْعَلُ۔ لَا تَجْعَلْ۔ لَا تَجْعَلُوْا

نہی کی گردان نونِ خفیفہ اور نونِ ثقیلہ سے بھی آتی ہے۔ مثلاً:
لَا تَحْسَبَنَّ (تو ہرگز گمان نہ کر)

Marfat.com

فاعل

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	فَائِزٌ (مراد پانے والا)	فَائِزَانِ	فَائِزُوْنَ
مؤنث	فَائِزَةٌ	فَائِزَتَانِ	فَائِزَاتٌ

جو افعال فَعَلَ کے وزن پر ہوں ان سے فاعل نہیں آتا بلکہ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ آتی ہے۔

مثالیں: فاسِق۔ ظالم۔ عالم۔ قائم۔ نَاصِر

مفعول

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	معروف (پہچانا ہوا)	مَعرُوفَانِ	معروفُوْن
مؤنث	معروفة	مَعْرُوفَتَانِ	معروفاتٌ

مثالیں: مأخُوذ۔ مَقبُول۔ مَسکُونہ (آباد)

نوٹ: فاعل اور مفعول کے لیے دو مشترکہ وزن فَعِیل اور فَعُول کے بھی آتے ہیں

اِسمِ ظَرف

اسمِ ظرف مکان (جگہ) یا زمان (وقت) کے لئے آتا ہے۔ اس کے دو وزن ہیں، یعنی:

(۱) مَفْعَلٌ: مَأْدًی۔ مَطْبَخٌ۔ مَذْبَحٌ۔

(۲) مَفْعِلٌ: مَوْسِمٌ۔ مَنْزِل۔ مَجْلِسٌ

اِسمِ آلہ

اِسمِ آلہ اُس چیز کے لئے آتا ہے جس سے کسی اوزار یا آلہ کا کام لیا جائے۔ اس کے تین وزن ہیں:

Marfat.com

(۱) مِفْعَلٌ مثلاً مِفْتَحٌ (چابی) مِبْرَدٌ (ریتی)
(۲) مِفْعَلَةٌ مثلاً مِكْنَسَةٌ (جھاڑو)
(۳) مِفْعَال مثلاً مِشْكَاةٌ (طاق) مِقْرَاض (قینچی) مِضْرَاب۔ مفتاح اس میں تذکیر و تانیث کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اس کے واحد و جمع کے مندرجۂ ذیل اوزان ہیں۔

واحد	تثنیہ	جمع
مِفْعَلٌ	مِفْعَلَانِ	مَفَاعِلُ
مِفْعَلَةٌ	مِفْعَلَتَانِ	
مِفْعَالٌ	مِفْعَالَانِ	مَفَاعِيلُ

صفتِ مُشبّہ

صفتِ مُشبّہ فعلِ لازم سے بنتی ہے۔ اس کے کئی اوزان ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل مشہور ہیں:

(۱) فَعِيلٌ: الیم۔ قبیح
(۲) اَفْعَلُ (مؤنث فَعْلَاءُ): اَعْمٰی (اندھا)۔ اَعْرَجُ (لنگڑا) اَسْوَدُ (سیاہ)
(۳) فَعْلَان (مؤنث فَعْلٰی): ظَمْاٰن (پیاسا)

مُبالَغہ

مُبالَغہ کے کئی اوزان ہیں جن میں پندرہ مشہور ہیں مثلاً: فَعِيل، فَعُول، فَعَّوْل، فَعَّال وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اکثر نام مبالغہ کے اوزان پر آئے ہیں، مثلاً رحیم۔ کریم۔ قدیر۔ علیم۔ حکیم۔ سمیع۔ غفور۔ رَءُوف۔ تَوّاب وغیرہ

اسمِ تفضیل

اسمِ تفضیل وہ اسم ہے جو اپنے اندر مقابلہ کی دلالت رکھتا ہے۔ اس کا صرف

Marfat.com

ایک وزن ہے یعنی اَفْعَلُ۔ اس سے مؤنث فُعْلیٰ ہے۔
یاد رہے کہ اَفْعَلُ کے وزن پر جب رنگ یا عیب کا بیان ہو تو یہ اسم تفضیل نہیں ہوگا بلکہ صفتِ مُشَبَّہ ہوگی۔ تفضیل کے اَفْعَلُ کو اس لئے اَفْعَلُ التَّفْضِیل کہتے ہیں۔
مثالیں: اَزْکیٰ ۔ اَطْہَرُ ۔ اَفْضَلُ۔ اَکْرَمُ۔

تصرّفاتِ لفظ

نوعیتِ حروف کے اعتبار سے کلموں کی چند قسمیں یہ ہیں :-

۱۔ مہموز : جس میں ہمزہ ہو
۲۔ مُعتَلّ : جس میں حرفِ علّت ہو۔ حروفِ علّت تین ہیں : ا، و اور ی۔
۳۔ مُضاعَف : جس میں کسی حرف کی تکرار ہو۔
۴۔ صحیح : جس کے حروف میں ہمزہ، حرفِ علّت یا تکرار نہ ہو۔

مہموز، مُعتَلّ اور مُضاعَف الفاظ میں سہولتِ اَدا کے لئے حروف میں تصرّف ہو جاتا ہے۔ یہ حروف کبھی حذف ہو جاتے ہیں، کبھی بدل جاتے ہیں اور کبھی آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجۂ ذیل گردانوں سے واضح ہوگا :

Marfat.com

تصرفاتِ لفظ کی چند مثالیں

مصدر	ماضی معروف	ماضی مجہول	مضارع معروف	مضارع مجہول	امر	نہی	اسم فاعل	اسم مفعول	مزید مثالیں
اَخْذ	اَخَذَ	اُخِذَ	یَاْخُذُ	یُؤْخَذُ	خُذْ	لَاتَاْخُذْ	اٰخِذٌ	مَاْخُوْذٌ	اَمر
قَوْل	قَالَ	قِیْلَ	یَقُوْلُ	یُقَالُ	قُلْ	لَاتَقُلْ	قَائِلٌ	مَقُوْلٌ	کَوہ (کَانَ)، عَوْد (عَادَ)، توبہ (تَابَ)
عَفْو	عَفَا	عُفِیَ	یَعْفُوْ	یُعْفٰی	اُعْفُ	لَاتَعْفُ	عَافٍ	مَعْفُوٌّ	خلا۔ رجا۔ دَعَا۔
رَمْیٌ	رَمٰی	رُمِیَ	یَرْمِیْ	یُرْمٰی	اِرْمِ	لَاتَرْمِ	رَامٍ	مَرْمِیٌّ	اَتٰی
وَعْدٌ	وَعَدَ	وُعِدَ	یَعِدُ	یُوْعَدُ	عِدْ	لَاتَعِدْ	وَاعِدٌ	موعود	وَجَدَ۔ وَلَدَ
وَضْع	وَضَعَ	وُضِعَ	یَضَعُ	یُوْضَعُ	ضَعْ	لَاتَضَعْ	وَاضِع	موضوع	وَهَبَ
اِذْن	اَذِنَ	اُذِنَ	یَاْذَنُ	یُؤْذَنُ	اِئْذَنْ	لَاتَاْذَنْ	اٰذِنٌ	ماذون	اَمِنَ۔ یَامَنُ
خَوْف	کَافَ	خِیْفَ	یَخَافُ	یُخَافُ	خَفْ	لَاتَخَفْ	خائف	مخوف	کَادَ
بَیْع	بَاعَ	بِیْعَ	یَبِیْعُ	یُبَاعُ	بِعْ	لَاتَبِعْ	بائع	مَبِیْع	خَانَ۔ زَادَ۔ شَاعَ
سُؤَال	سَاَلَ	سُئِلَ	یَسْئَلُ	یُسْئَلُ	اِسْئَلْ	لَاتَسْئَلْ	سَائِلٌ	مَسْئُوْل	

Marfat.com

تصرّفاتِ لفظ کے بارہ میں چند متفرق معلومات

۱۔ کَانَ کی ماضی مطلق کی گردان گذر چکی ہے۔ اسی وزن پر قَامَ اور تَابَ کی گردان بھی آئے گی۔

۲۔ کَانَ۔ یَکُوْنُ۔ کُنْ (امر)۔ لَاتَکُنْ (نہی)، لَمْ یَکُنْ (نفی جحد) اسی وزن پر قَامَ۔ عَادَ۔ تَابَ۔

۳۔ وَجَدَ (ماضی)۔ یَجِدُ (مضارع)۔ جِدْ (امر)۔ لَاتَجِدْ (نہی)۔ لَمْ یَجِدْ (نفی جحد)۔ اسی وزن پر وَرَدَ، وَلَدَ

۴۔ دعا (ماضی)۔ یَدْعُوْ (مضارع)۔ اُدْعُ (امر)۔ لَاتَدْعُ (نہی) لَمْ نَدْعُ (نفی جحد)۔ اسی وزن پر رجا (امید کی) اور عَفَا (معاف کیا) کی گردان آئے۔ ان سے غائب کے لئے امر کا صیغہ ہوگا: لِیَدْعُ۔ لِیَعْفُ۔ لِیَرْجُ۔

۵۔ رَمَی (ماضی)۔ یَرْمِی (مضارع)۔ اِرْمِ (امر)۔ لَاتَرْمِ (نہی)۔ لَمْ تَرْمِ (نفی جحد)

۶۔ اَتٰی (ماضی)۔ یَاْتِیْ (مضارع)۔ اِئْتِ (امر)۔ لَاتَاْتِ (نہی)۔ لَمْ تَاْتِ (نفی جحد)

۷۔ اَتٰی (ماضی) یُؤْتِیْ (مضارع)۔ اٰتِ (امر)۔ لَاتُؤْتِ (نہی)

۸۔ زَادَ (ماضی)۔ یَزِیْدُ (مضارع)۔ زِدْ (امر)۔ لَاتَزِدْ (نہی) اسی وزن پر شَاعَ، جَادَ اور حَانَ

۹۔ خَشِیَ (ماضی)۔ یَخْشٰی (مضارع)۔ اِخْشَ (امر)۔ لَاتَخْشَ (نہی)، لَمْ یَخْشَ (نفی جحد) اسی وزن پر رَضِیَ، غَشِیَ۔

۱۰۔ مَشٰی (ماضی)۔ یَمْشِیْ (مضارع)۔ اِمْشِ (امر)۔ لَاتَمْشِ (نہی)۔ لَمْ تَمْشِ (نہی جحد) اسی وزن پر جَزٰی یَجْزِیْ، هَدٰی یَهْدِیْ۔ رَمٰی یَرْمِیْ۔

Marfat.com

۱۱۔ خَافَ (ماضی)۔ یَخَافُ (مضارع)۔ خَفْ (امر)۔ لَا تَخَفْ (نہی)۔ اسی وزن پر شَاءَ، کَادَ۔

۱۲۔ اَقَامَ (ماضی) یُقِیْمُ (مضارع)۔ اَقِمْ (امر)۔ لَا تُقِمْ (نہی)۔ اسی وزن پر اَصَابَ، اَفَاضَ، اَطَاعَ، اَضَاءَ۔

۱۳۔ اَخْفٰی (ماضی) یُخْفِی (مضارع)۔ اَخْفِ (امر)۔ لَا تُخْفِ (نہی)۔ اسی وزن پر اَبْدٰی، اَعْلٰی، اَلْقٰی۔

۱۴۔ اِتَّقٰی (ماضی)۔ یَتَّقِیْ (مضارع)۔ اِتَّقِ (امر)۔ لَا تَتَّقِ (نہی)

۱۵۔ اِبْتَلٰی (ماضی)۔ یَبْتَلِیْ (مضارع)۔ اِبْتَلِ (امر)۔ لَا تَبْتَلِ (نہی)۔ اسی وزن پر اِبْتَغٰی

۱۶۔ اَتٰی (واحد غائب)۔ اَتَوْا (جمع غائب)۔ اَتَیْتُمْ (جمع مخاطب)۔ اسی وزن پر زَکٰی، رَاٰی۔

۱۷۔ لَمْ یَاْتِ (واحد غائب)۔ لَمْ یَاْتُوْا (جمع غائب)

۱۸۔ دَعٰی (ماضی معروف)۔ دُعِیَ (ماضی مجہول)۔ دُعُوْا (ماضی مجہول برائے جمع غائب)۔

۱۹۔ تَلَقّٰی (ماضی)۔ یَتَلَقّٰی (مضارع) یَتَلَقَّوْنَ (مضارع برائے جمع غائب)

۲۰۔ تَوَلّٰی (واحد غائب)۔ تَوَلَّوْا (جمع غائب)

۲۱۔ اَفَاضَ (واحد غائب)۔ اَفَضْتُمْ (جمع مخاطب)۔ اَفَضْنَا (جمع متکلم) اسی وزن پر اَطَاعَ، اَقَامَ۔ اَصَابَ۔ اَعَانَ۔

۲۲۔ قُلْ (واحد)۔ قُوْلُوْا (جمع) اسی وزن پر عُدْ عُوْدُوْا۔ قُمْ قُوْمُوْا وغیرہ۔

۲۳۔ اَطِعْ (واحد) اَطِیْعُوْا (جمع) اسی وزن پر اَقِمْ۔ اَصِبْ۔

Marfat.com

ثلاثی مزید فیہ کے ابواب

اسم مصدر کی دو بنائیں ہیں :-

۱۔ ثلاثی : جس کے تین حرف ہوں - عربی میں اکثریت انہی بناؤں کی ہے۔

۲۔ رباعی : جس کے چار حرف ہوں - ایسے مصادر بہت کم ہیں۔

مندرجہ بالا بناؤں میں جب سب حروف اصلی ہوں تو مجرد کہلاتی ہیں اور اگر ان میں کوئی حرف زائد ہو تو مزید فیہ کہلاتی ہیں۔

ثلاثی مزید میں کئی ابواب ہیں۔ ہر باب چند معنوی خصوصیات رکھتا ہے جو اپنے بنیادی معنی کے گرد گھومتی ہیں۔

ذیل میں بعض کثیر الاستعمال باب درج ہیں۔ ساتھ ہی ان کے مشہور خواص بھی دیے گیے ہیں۔

نام باب	ماضی مطلق	خواص	مثالیں
افعال	اَفْعَلَ	کل پندرہ خواص ہیں اِبْتِدا (ابتدائی معنی رکھنا) مُوَافَقَتِ مجرد تَعْدِیَہ (لازم کو متعدی کرنا) لُزُوم (متعدی سے لازم ہونا) بُلُوغ (پہنچنے کا وقت، مقام یا عدد بتانا) صَیْرُورَت (ہو جانا) وُجُود (حاصل کرنا) نسبت دینا کسی صفت سے	اَبْدَیٰ (دیکھا) اَقْسَمَ (قسم کھائی) اَعْرَقَ (منہ موڑا) - اَسْلَمَ (اسلام لایا) اَسْرَعَ بمعنی سَرَعَ - اَعْجَبَ بمعنی عَجِبَ اَنْزَلَ (اتارا) اَصْلَحَ (اصلاح کی) اَجْمَعَ (جمع ہوئے) اَقْلَعَ (الگ ہوا) اَصْبَحَ (صبح کو آیا) - اَمْسَی (شام کو آیا) اَبْصَرَ (بصرہ میں آیا) اَقْفَرَ (ویرانہ ہوا) اَثْمَرَ (پھلا) اَلْحَمَ (پر گوشت ہوا) اَعْظَمَ (عظیم جانا)

Marfat.com

نام باب	ماضی مطلق	خواص	مثالیں
تَفْعِیل	فَعَّلَ	کل تیرہ خواص ہیں	
		اِبتداء	کَلَّمَ (کلام کیا) جَرَّبَ (آزمایا)
		مُوافقتِ مجرّد	سَافَرَ بمعنی سَفَرَ
		تحویل (حالت بدلنا)	عَرَّبَ (عربی میں بدلا) جَدَّدَ (جدید کیا)
		نسبت	کَفَّرَ (کفر سے نسبت دی)
		تکثیر یا مبالغہ	بَیَّنَ (خوب واضح کیا)۔ قَتَّلَ (خوب قتل کیا)۔ قَطَّعَ (ٹکڑے کیا)
		قصر	سَبَّحَ (سبحان اللہ کہا) کَبَّرَ (اللہ اکبر) کہا۔
مُفَاعَلَہ	فَاعَلَ	کل سات خواص ہیں	
		اِبتداء	قَابَلَ (غم کا مقابلہ کیا)
		تَعْدِیَہ	بَاعَدَ (دور کیا)
		مُشَارَکہ	ضَارَبَ (ایک دوسرے کو پیٹا)
		تکثیر	بَارَکَ (بہت برکت دی)
تَفَعُّل	تَفَعَّلَ	کل گیارہ خواص ہیں	
		اِبتداء	تَکَلَّمَ (اس نے کلام کیا)
		موافقتِ مجرّد	تَقَبَّلَ (قَبِلَ کے معنی میں) تَعَجَّبَ (عَجِبَ کے معنی میں) تَمَکَّنَ (مستحکم ہوا) تَحَصَّنَ (محفوظ ہوا)
		اِنتساب	تَنَصَّرَ (نصرانی ہوا)
		تَکَلُّف	تَکَبَّرَ (بڑا بنا) تَزَیَّنَ (اپنی زینت کی) تَصَنَّعَ (بناوٹ کی)
تَفَاعُل	تَفَاعَلَ	کل سات خواص ہیں	
		اِبتداء	تَبَارَکَ (مبارک ہوا)

Marfat.com

نام باب	معنی مطلق	خواص	مثالیں
اِنفِعال	اِنفَعَلَ	موافقتِ مجرّد	تَعَالٰی بمعنی عَلَا (بلند ہوا)
		مُشارَکَة	تَصَالَحَ (آپس میں صلح کی)۔ تَشَارَکَ (شریک ہوئے)
			تَعَارَفَ (آپس میں شناسا ہوئے)
		تخییل (دکھاوا)	تَکَابَرَ (اپنے کو بڑا ظاہر کیا) تَفَاخَرَ (فخر کا اظہار کیا)
			تَعَارَضَ (دکھاوے کو بیمار بنا)
		کل چھ خواص ہیں	
		موافقت مجرّد	اِنْبَسَطَ بمعنی بَسَطَ (کشادہ ابرو ہوا)
		لُزوم	اِنْصَرَفَ (مڑ گیا)۔ اِنْقَلَبَ (پلٹا)
		مُطاوَعہ (اثر پذیری)	اِنْکَسَرَ (ٹوٹ گیا) اِنْجَذَبَ (جذب ہوا)
اِفتِعال	اِفتَعَلَ	کل چھ خواص ہیں	
		موافقت مجرّد	اِجْتَرَءَ بمعنی جَرَءَ (جرأت کی)
		اِتّخاذ (لینا)	اِخْتَبَزَ (خبز یعنی روٹی لی)۔ اِحْتَجَرَ (حجرہ بنایا)
			اِجْتَنَبَ (جانب پکڑی)
		تَصَرُّف (کوشش)	اِکْتَسَبَ (کوشش سے پایا)
		مُشارَکہ	اِخْتَصَمَ (لڑے)
اِستِفعال	اِستَفعَلَ	کل دس خواص ہیں	
		موافقت مجرّد	اِسْتَقَرَّ بمعنی قَرَّ (قرار پکڑا)۔ اِسْتَوٰی بمعنی سَوِیَ
			اِسْتَعْجَبَ بمعنی عَجِبَ
		اِتّخاذ	اِسْتَخْلَفَ (خلیفہ بنایا)۔ اِسْتَوْلَی (ولی بنایا)
			اِسْتَخْرَجَ (نکال لیا)
		طَلَب (چاہنا)	اِسْتَأْذَنَ (اذن مانگا) اِسْتَأْنَسَ (معلوم کرنا چاہا)
		حِسبان (سمجھنا)	اِسْتَحْسَنَ (اچھا سمجھا) اِسْتَعْظَمَ (بڑا سمجھا)
		تَحَوُّل (بدلنا)	اِسْتَحْجَرَ (پتھر ہوا)
اِفعِلال	اِفْعَلَّ	فقط رنگ یا عیب کی صیرورت یا مبالغہ	اِحْمَرَّ (سرخ ہوا) اِسْوَدَّ (سیاہ ہوا۔ یا خوب سیاہ ہوا)

Marfat.com

ثلاثی مزید فیہ کی گردان

باب	ماضی		مضارع		امر	نہی	فاعل	مفعول اسم ظرف	مزید مثالیں
	معروف	مجہول	معروف	مجہول					
اِفعال	اَصْلَحَ	اُصْلِحَ	یُصْلِحُ	یُصْلَحُ	اَصْلِحْ	لَاتُصْلِحْ	مُصْلِحٌ	مُصْلَحٌ	اَنْزَلَ (اتارا)۔ اَعْجَزَ (عاجز کیا) اَشْرَکَ (شریک ٹھہرایا) اَغْنٰی (غنی کیا) اَلْھٰی (غافل کیا)۔ اَخْفٰی (چھپایا) اَبْدٰی (ظاہر کیا)۔ اَزْجٰی (کھینچا)۔ اَحْصَنَ (محفوظ کیا)۔ اَکْرَہَ (مجبور کیا) اَقْسَمَ (قسم کھائی)۔ اَنْکَحَ (نکاح میں دیا)۔ اَعْرَضَ (روگردانی کی) اَذْعَنَ (گردن جھکائی)۔ اَفْلَحَ (فلاح پائی)۔ اٰمَنَ (ایمان لایا)
تفعیل	بَدَّلَ	بُدِّلَ	یُبَدِّلُ	یُبَدَّلُ	بَدِّلْ	لَاتُبَدِّلْ	مُبَدِّلٌ	مُبَدَّل	زَکّٰی (پاکیزہ کیا)۔ بَرَّءَ (بری ٹھہرایا)۔ بَیَّنَ (واضح کیا) سَلَّمَ (سلام کیا)۔ اَلَّفَ (الفت ڈالی)۔ مَکَّنَ (مستحکم کیا) نَبَّاَ (آگاہ کیا) حَرَّمَ (حرام ٹھہرایا)۔ حَمَّلَ (اٹھوایا) سَبَّحَ (تسبیح کی)
مُفاعَلہ	خَالَفَ	خُولِفَ	یُخَالِفُ	یُخَالَفُ	خَالِفْ	لَاتُخَالِفْ	مُخَالِفٌ	مُخَالَفٌ	کَاتَبَ (مکاتبت کی)۔ بَارَکَ (برکت دی)
تَفَعُّل	تَکَلَّمَ	تُکُلِّمَ	یَتَکَلَّمُ	یُتَکَلَّمُ	تَکَلَّمْ	لَاتَتَکَلَّمْ	مُتَکَلِّمٌ	مُتَکَلَّمٌ	تَذَکَّرَ (نصیحت پکڑی)۔ تَقَلَّبَ (پلٹا) تَسَلّٰی (تسکی) تَحَصَّنَ (محفوظ ہوا)۔ تَوَلّٰی (پھرا) تَرَکَّبَ (بنا)

Marfat.com

ثلاثی مزید فیہ کی گردان (گذشتہ صفحہ سے پیوستہ)

باب	ماضی		مضارع		امر	نہی	فاعل	مفعول / اسم ظرف	مزید مثالیں
	معروف	مجہول	معروف	مجہول					
تَفَاعُل	تَعَارَفَ	تُعُوْرِفَ	يَتَعَارَفُ	يُتَعَارَفُ	تَعَارَفْ	لَاتَتَعَارَفْ	مُتَعَارِفٌ	مُتَعَارَفٌ	تَبَارَكَ (مبارک ہوا)۔ تَعَالٰی (اونچا ہوا)۔ تَصَالَحَ (صلح کی)، تَشَارَكَ (شریک ہوئے)
اِنْفِعَال	اِنْقَلَبَ	×	يَنْقَلِبُ	×	اِنْقَلِبْ	لَاتَنْقَلِبْ	مُنْقَلِبٌ	مُنْقَلَبٌ (اسم ظرف)	اِنْكَسَرَ (ٹوٹا)۔ اِنْجَذَبَ (جذب ہوا) اِنْصَرَفَ (مڑ گیا)
اِفْتِعَال	اِنْتَظَرَ	اُنْتُظِرَ	يَنْتَظِرُ	يُنْتَظَرُ	اِنْتَظِرْ	لَاتَنْتَظِرْ	مُنْتَظِرٌ	مُنْتَظَرٌ	اِتَّبَعَ (پیروی کی)۔ اِكْتَسَبَ (کمایا) اِبْتَغٰی (ڈھونڈا)۔ اِهْتَدٰی (ہدایت پائی) اِسْتَلَیٰ (قسم کھائی)۔
اِسْتِفْعَال	اِسْتَغْفَرَ	اُسْتُغْفِرَ	يَسْتَغْفِرُ	يُسْتَغْفَرُ	اِسْتَغْفِرْ	لَاتَسْتَغْفِرْ	مُسْتَغْفِرٌ	مُسْتَغْفَرٌ	اِسْتَاْذَنَ (اذن مانگا)۔ اِسْتَاْنَسَ (معلوم کرنا چاہا) اِسْتَعَفَّ (عفت چاہی)۔ اِسْتَخْلَفَ (خلیفہ بنایا) اِسْتَغْفَرَ (مغفرت چاہی)
اِفْعِلَال	اِحْمَرَّ	×	يَحْمَرُّ	×	اِحْمَرَّ / اِحْمَارَّ	لَاتَحْمَرَّ / لَاتَحْمَارَّ	مُحْمَرٌّ	مُحْمَرٌّ	اِسْوَدَّ (سیاہ ہوا)

Marfat.com

اَسمائے اِشارہ

عربی میں عام طور سے مندرجۂ ذیل اَسمائے اِشارہ مستعمل ہیں:

(۱) قریب کے لئے

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	هٰذَا (یہ)	هٰذَانِ	هٰؤُلَاءِ
مؤنث	هٰذِهٖ	هَاتَانِ	

نوٹ: ھا صرف تاکیداً آتا ہے۔ ورنہ اسم اشارہ کا اصل جزو نہیں۔

(۲) بعید کے لئے

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذٰلِكَ	ذٰنِكَ	اُولٰئِكَ
مؤنث	تِلْكَ	تَانِكَ	اُولَاكَ

اِسمِ ضمیر

اسمِ ضمیر وہ اسم ہے جو مخاطب، غائب یا متکلّم کی طرف اشارہ کرے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:
(۱) ضمیرِ مُنفصِل جو مرفوع ہوتا ہے اور (۲) ضمیرِ متصل جو منصوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ مندرجۂ ذیل گردانوں سے ظاہر ہے

(۱) ضمائرِ منفصل ——— مرفوع

	غائب		مخاطب		متکلّم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	هُوَ (وہ)	هِيَ	اَنْتَ (تو)	اَنْتِ	اَنَا (میں)
تثنیہ	هُمَا (وہ دو)		اَنْتُمَا		نَحْنُ (ہم)
جمع	هُمْ (وہ)	هُنَّ	اَنْتُمْ	اَنْتُنَّ	

Marfat.com

(۲) ضمائر متصل ـــ منصوب

	غائب		مخاطب		متکلم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	ضَرَبَهٗ (اسے مارا)	ضَرَبَهَا (اسے مارا)	ضَرَبَكَ	ضَرَبَكِ	ضَرَبَنِیْ (مجھے مارا)
تثنیہ	ضَرَبَهُمَا (ان دو کو مارا)		ضَرَبَكُمَا		ضَرَبَنَا (ہمیں مارا)
جمع	ضَرَبَهُمْ (ان کو مارا)	ضَرَبَهُنَّ	ضَرَبَكُمْ	ضَرَبَكُنَّ	

واحد و جمع

عربی میں واحد و جمع کے متعدد اوزان ہیں۔ ان سب کا احاطہ یہاں مقصود نہیں۔ البتہ یہ ملحوظ رہے کہ جمع کی دو قسمیں ہیں: جمعِ قِلّت (یعنی ۳ سے ۱۰ تک) اور جمعِ کثرت (یعنی ۱۰ سے زائد) جمعِ قلّت کے صرف چار اوزان ہیں: اَفْعُلٌ۔ اَفْعَالٌ۔ فِعْلَةٌ۔ اَفْعِلَه۔ باقی سب اوزان جمعِ کثرت کے ہیں۔

ذیل میں واحد و جمع کی چند مثالیں درج ہیں۔

واحد	جمع	واحد	جمع
ذُوْ (والا)	اُوْلُوا (والے)	فَتَاة (لڑکی)	فَتَيَات
اَبٌ (باپ)	اٰبَاءٌ	اَمَةٌ (لونڈی)	اِمَاءٌ
اُمٌّ (ماں)	اُمَّهَات	اَيِّم (بن بیاہا مرد یا عورت)	اَيَامَى
اَخ (بھائی)	اِخْوَان	نَفْس	اَنْفُس
اُخت (بہن)	اَخَوَات	رِجْل (پاؤں)	اَرْجُل
اِبن (بیٹا)	اَبْنَاء	يَدٌ (ہاتھ)	اَيْدِی
بِنْت (بیٹی)	بَنَات	لِسَان (زبان)	اَلْسِنَة (زبانیں)
زَوج	ازواج	قاع (دشت)	قِيْعَة
بعل	بُعُوْلَة	بیت (گھر)	بُيُوت

Marfat.com

واحد	جمع	واحد	جمع
جَیْب (گریبان)	جُیُوب	شَتّ (متفرق)	اَشتات
قَلْب	قُلُوب	عَمّ (چچا)	اعمام
خِمَار (اوڑھنی)	خُمُر	نَھال (ماموں)	اَخوال
غُدُوّ (صبح)	غُدُوّ	فُوہ (منہ)	افواہ
طَائِر (پرندہ)	طَیْر	عَورت	عورات
بَرَدَۃ (اولہ)	بَرَد	اٰیَۃ	اٰیات
سَحَابَۃ (بادل کا گالہ)	سَحَاب	صَافّہ (پر پھیلانے والی)	صافّات
قَاعِد (بیٹھا ہوا)	قَوَاعِد	شَھَادَۃ (بیان)	شھادات
مِفْتَح (چابی)	مَفَاتِح	مَرَّۃ (بار)	مرّات
مِفْتَاح	مَفَاتِیح	عَمَّۃ (پھوپھی)	عمّات
فَقِیر	فُقَرَاء	خَالَۃ	خَالَات
شَھِید	شُھَدَاء	بَیِّنَۃ (نشانی)	بَیِّنات
رَجُل (آدمی)	رِجَال	خَبِیثَۃ	خَبِیثَات
جَبَل (پہاڑ)	جِبَال	طَیِّبَۃ	طَیِّبات
عَبْد (بندہ)	عِبَاد	مُبَیِّنَۃ (بین کرنیوالی)	مُبَیِّنات
ثَوب (کپڑا)	ثِیَاب	مُحْصَنَۃ (پاکباز عورت)	مُحْصَنات
آصِیل (شام)	اٰصَال	مُؤمِنَۃ	مؤمنات
یَمِین (دایاں ہاتھ)	اَیْمَان	غَافِلَۃ	غافلات
طِفْل (لڑکا)	اطفال	ظُلمت	ظُلُمات
مَثَل	اَمثال	خُطُوَۃ (قدم)	خُطُوات
بَصَر (آنکھ)	اَبصَار	سَمَاء	سَمٰوٰت
عَمَل	اَعْمَال		

Marfat.com

- مرفوعات
- منصوبات
- مجرورات
- غیر منصرف

Marfat.com

مرفوعات

مرفوعات حسب ذیل ہیں:

(۱) مُبتَداء (۲) خَبَر (۳) فاعِل (۴) نائبِ فاعِل (۵) اَفعال ناقصہ کا اسم
(۶) حروفِ مُشَبَّہ بفعل کی خبر (۷) مَاء لَا مُشابہ بَلَیْسَ کا اسم
(۸) لایِ نَفیِ جنس کی خبر (۹) اَسماءِ اَفعال بمعنیِ ماضی کا اسم

مثالیں

مُبتداء و خَبَر: اَلْعَدْلُ مَحْمُوْدٌ - اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ

فاعِل: قَتَلَ الرَّجُلُ

نائبِ فعل: قُتِلَ الرَّجُلُ

افعالِ ناقصہ کا اسم:

(۱) کَانَ (تھا۔ ضرور ہے): وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○

(۲) لَیْسَ (نہیں): لَیْسَ زَیْدٌ جَالِسًا (زید بیٹھا ہوا نہیں)

(۳) صَارَ (حالت یا صفت کا بدل جانا) صَارَ الْفَقِیْرُ غَنِیًّا (فقیر تونگر ہوگیا)

(۴) اَصْبَحَ (صبح کے وقت ہوا): اَصْبَحْتُ صَحِیْحًا (میں صبح کے وقت تندرست ہوگیا)

(۵) اَمْسَی (شام کے وقت ہوا): اَمْسَیْتَ ذَا مَالٍ (تو شام کے وقت مال دار ہوا)

(۶) اَضْحَی (چاشت کے وقت ہوا): اَضْحَی اَکْبَرُ مَلِکًا (اکبر دوپہر کے وقت بادشاہ ہوا)

(۷) غَدَا (صبح کے وقت ہوا): غَدَا زَیْدٌ مُسَافِرًا (زید صبح کے وقت مسافر ہوگیا)

(۸) رَاحَ (شام کے وقت ہوگیا): رَاحَ زَیْدٌ مَرِیْضًا (زید شام کے وقت مریض ہوگیا)

(۹) ظَلَّ (دن کے وقت ہوا): ظَلَّ زَیْدٌ صَائِمًا (زید دن کو روزہ دار ہوا)

(۱۰) بَاتَ (رات کے وقت ہوا): بَاتَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید رات کو کھڑا رہا)

(۱۱-۱۲) مَا زَالَ - مَا بَرِحَ - مَا فَتِئَ - مَا اَنْفَکَّ بدستور جاری یا باقی رہا۔ مثلاً
مَا زَالَ زَیْدٌ سَخِیًّا (زید برابر سخی رہا)

Marfat.com

(۵) مَادَمَ (جب تک): جَلَسْتُ عِنْدَ زَیْدٍ مَادَامَ کَاتِبٌ (جب تک زید لکھتا رہا میں اس کے پاس بیٹھا رہا)۔

حُرُوف مُشَبَّہ بِفِعل کی خبر

(۱) اِنَّ (یقیناً): اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے باخبر ہے)

(۲) اَنَّ (کہ یقیناً): اَعْلَمُ اَنَّ زَیْدًا شُجَاعٌ (میں جانتا ہوں کہ زید یقیناً بہادر ہے)

(۳) کَاَنَّ (حرف تشبیہ ہے۔ گویا): کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ (زید گویا شیر ہے)

(۴) لَیْتَ (حرف تمنّی ہے۔ کاش): لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ (کاش شباب پلٹ آتا)

(۵) لَعَلَّ (ترجّی کے لئے آتا ہے۔ شاید): لَعَلَّ الْاَسَدَ جَرِیْحٌ (شیر شاید زخمی ہوگا)

(۶) لٰکِنَّ: زَیْدٌ غَائِبٌ لٰکِنَّ عَمْرًا حَاضِرٌ (زید غائب ہے لیکن عمرو حاضر ہے)

مَا و لَا مشابہ بَلَیْسَ کی خبر:

مَا معرفہ اور نکرہ دونوں پر آتا ہے اور لَا فقط نکرہ پر۔

(۱) مَا زَیْدٌ قَائِمًا۔ (۲) لَا رَجُلٌ جَالِسًا۔

لَایِ نفیِ جنس کی خبر:

اسم نکرہ کی نفیِ جنس کے لئے آتا ہے۔

لَا غُلَامَ رَجُلٍ غَنِیٌّ

اَسْمَاءُ الْاَفْعَال بمعنیِ ماضی

(۱) هَیْهَاتَ (دور ہوا) : هَیْهَاتَ زَیْدٌ

(۲) سَرْعَانَ (سرعت کی) : سَرْعَانَ زَیْدٌ

(۳) شَتَّانَ (جدا ہوئے) : شَتَّانَ زَیْدٌ وَّبَکْرٌ۔

ان تینوں الفاظ میں مبالغہ پایا جاتا ہے

منصوبات

منصوبات مندرجۂ ذیل ہیں:

(۱) مفعول (۲) حال (۳) تمیز (۴) مُسْتَثْنیٰ (۵) افعال ناقصہ کی خبر (۶) حروف مشبہ بفعل کا اسم

Marfat.com

(۷) مَا و لَا مشابہ بلَیْسَ کی خبر (۸) لَا یِ نفی جنس کا اسم (۹) عوامل مضارع (۱۰) اسماء الافعال بمعنی امر

مشابہ

مفعول پانچ ہیں۔ انہیں مفاعیل خمسہ کہتے ہیں:۔

(۱) مفعول بہ (۲) مفعول مُطلَق (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لَہٗ (۵) مفعول مَعَہٗ

مفعول بہ۔ اس اسم کو کہتے ہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے (یعنی حرف جر کے واسطہ کے بغیر) مثلاً رَأَیْتُ رَجُلًا (میں نے ایک آدمی دیکھا)

جب کوئی حال یا مقال قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ پر واقع شدہ فعل کا محذوف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(اوّل) مُنَادَی: اس پر مندرجہ ذیل صورتوں میں نصب آتا ہے:۔

(ا) جب آخر میں الف استغاثہ ہو: یَا زَیْدَا

(ب): جب مُنَادَی اور دوسرے عَلَم کے درمیان اِبن کا لفظ ہو: یَا زَیْدَ بْنَ کُلْثُوم۔

(ج): جب مُنَادَی مضاف یا شبہ مُضاف[1] یا نکرہ غیر متعین ہو: یَا عَبْدَ اللّٰہِ۔ یَا طَالِعًا جَبَلًا

(دوم) اِضْمَارٌ عَلَی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْر (یعنی ایسے فعل کا حذف کرنا جسے مابعد کا فعل ظاہر کر رہا ہو): وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ (وہی) قَدَّرْنَا الْقَمَرَ سے شروع ہوتا ہے۔ مابعد کے قَدَّرْنَا کی وجہ سے پہلے قَدَّرْنَا کو محذوف کر دیا ہے۔

(سوم) تحذیر (خوف دلانا)

اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ (شیر سے بچ کر رہ)۔ اَلطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ (رستہ سے بچ کر رہو)

مفعولِ مُطلَق: وہ فعل ہے جو فاعل سے واقع ہوتا ہے۔

ضَرَبْتُ ضَرْبًا (میں نے مار ماری)۔ سَتَرْتُ سَتْرًا[2]

مفعولِ فیہِ (یا ظرف): وہ زمان یا مکان جس میں فعل ہوتا ہے۔

---

[1] مشابہ مضاف وہ اسم ہے جس کے معنی مابعد کے ملائے بغیر "تام" نہ ہوں

[2] پوشیدہ کرنا۔

(۱) ظرفِ زمان : رَجَعْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. صُمْتُ دَهْرًا.

(۲) ظرفِ مکان : مثلاً اَمَامَ، خَلْف، يَمِين، شِمال، فَوْق، تَحْت یا ان کے ہم معنی الفاظ مثلاً وَرَاءَ، قُدَّام

قُمْتُ اَمَامَكَ۔ جَلَسْتُ وَرَاءَكَ

مفعول لَہٗ : وہ اسم مصدر ہے جو فعل کا سبب یا مقصود ہو۔

ضَرَبْتُهٗ تَاْدِيْبًا (میں نے اسے تادیب کے لئے مارا)

قَعَدَ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا (وہ بزدلی کے سبب جنگ میں شامل نہ ہوا)

مفعول مَعَہٗ : وہ اسم ہے جو واو کے بعد فاعل یا مفعول کی مصاحبت کے لئے آئے۔ یہ ایک ہی زمان و مکان کو ظاہر کرتا ہے۔

اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةَ یعنی مَعَ الْخَشَبَةِ یعنی لکڑی کے ساتھ پانی برابر ہوا۔

كَفَاكَ وَزَيْدًا دِرْهَمٌ (تجھے اور زید کو ایک ہی درہم کافی ہے)

حال (ہیئت بیان کرنا) : وَلّٰى زَيْدٌ هَارِبًا (زید منہ موڑ کر بھاگ گیا)

تمییز (جملہ واضح کرنا) : مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا (زمین کا بھراؤ سونے سے)

كَتَبَ زَيْدٌ نَفْسًا۔ ذِرَاعٌ ثَوْبًا۔ خَاتَمٌ حَدِيْدًا۔

نوٹ : حال اور تمییز میں فرق یہ ہے کہ حال فاعل یا مفعول کی ہیئت کو بیان کرتا ہے اور تمییز ذات کو واضح کرتی ہے۔

مُسْتَثْنٰی : وہ اسم ہے جسے اِلَّا کی طرح کے الفاظ سے ماقبل کے حکم سے خارج کر دیا جائے۔

اِشْتَرَيْتُ الدَّارَ اِلَّا نِصْفَهَا (میں نے گھر خریدا سوائے اس کے نصف کے یعنی صرف نصف گھر خریدا)

جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا (زید کے سوا لوگ آئے)

Marfat.com

نوٹ : افعالِ ناقصہ کی خبر، حروفِ مشبہ بفعل کا اسم، مَا و لَا مشابہ بَلَیْسَ کی خبر اور لا نفی جنس کے اسم کی مثالیں مرفوعات کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

عوامل مضارع :

اَنْ (کہ) : اَرَدْتُ اَنْ اَذْهَبَ اِلَیْهِ (میں نے چاہا کہ اس کی طرف جاؤں)

لَنْ : لَنْ اَسْرِقَ اَبَدًا (میں ہرگز چوری نہ کروں گا)

کَیْ (تاکہ) : اَسْلَمْتُ کَیْ اَسْلَمَ (میں اسلام لایا تاکہ سلامتی پاؤں)

اِذَنْ (تب) : اَسْلِمْ اِذَنْ تَسْلَمَ (اسلام لا تب تو سلامتی پائے گا)

اسماءُ الافعال بمعنیِ امر :

دُوْنَاکَ (لے) : دُوْنَاکَ الْقَلَمَ (قلم لے)

هَا (یہ لو) اس کی تین صورتیں ہیں : هَا۔ هَاءِ۔ هَاءَ۔ اس سے واحد تثنیہ اور جمع بھی ہے یعنی هَاءَ۔ هَاءَ مَا اور هَاؤُمْ

مثلاً هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتَابِیَهْ (۶۹ : ۱۹)

حَیَّهَلْ (لا) : حَیَّهَلْ کِتَابَکَ (اپنی کتاب لا)

بَلْهَ (چھوڑ دے) : بَلْهَ النَّظَرَ فِی النُّجُوْمِ (نجوم میں سوچنا چھوڑ دے)

عَلَیْکَ (تجھے لازم ہے) : عَلَیْکَ الْجِهَادَ (تجھ پر جہاد لازم ہے)

رُوَیْدًا (مہلت دے) : یَا رَجُلُ رُوَیْدًا زَیْدًا (اے شخص زید کو مہلت دے)

مجرورات

مجرورات حسب ذیل ہیں :

(۱) مُضَافٌ اِلَیْهِ مثلاً صَاحِبُ الْکَرَمِ

(۲) حرفِ جارّ کا مابعد اسم

حروفِ جارہ سترہ ہیں :

بَا[1] وَ تَا[2] وَ کَافْ[3] وَ لَامْ[4] وَ وَاوْ[5] وَ مُنْذُ[6] وَ مُذْ[7] خَلَا[8] رُبَّ[9] حَاشَا[10]

Marfat.com

مِنْ[۱۱]۔ عَدَا[۱۲]۔ فِیْ[۱۳]، عَنْ[۱۴]، عَلٰی[۱۵]، حَتّٰی[۱۶]، اِلٰی[۱۷]۔

غیر مُنصَرِف

غیر منصرف وہ اسم ہے جس کے آخر میں کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔ کسرہ کے بجائے فتحہ آتا ہے۔
غیر منصرف ہونے کے لئے مندرجہ ذیل نو اسباب میں سے دو سبب کا یا ایک ایسے سبب کا ہونا ضروری ہے جو دو سبب کے قائم مقام ہو۔

۱۔ عدل ۲۔ وصف ۳۔ تانیث ۴۔ مُعرفہ ۵۔ عُجمہ ۶۔ جمع ۷۔ ترکیب ۸۔ الف و نون زائدتان ۹۔ وزنِ فعل۔

(۱) عدل (قاعدہ سے مڑ جانا): عدل یہ ہے کہ اسم اپنی اصل سے بغیر کسی مقرر قاعدہ کے نکالا گیا ہو۔ جس عدل کے بارے میں تحقیقی ثبوت ہو اسے عدلِ تحقیقی کہتے ہیں اور جو فرض کر لیا گیا ہو اسے عدلِ تقدیری کہتے ہیں۔

عدلِ تحقیقی کی مثالیں: مَثْنٰی جو دراصل اِثنانِ اِثنان تھا۔
مثلث جو دراصل ثلاثہ ثلاثہ تھا۔

عدلِ تقدیری کی مثالیں: عُمَرُ جو عامر سے معدول مانا گیا ہے۔
زُفَرُ جو زافر سے معدول مانا گیا ہے۔
اسی طرح: قُثَمُ۔ هُبَلُ۔ قُزَحُ۔

(۲) وَصف: بشرطیکہ یقینی اور مستقل ہو، وہمی اور عارضی نہ ہو۔ مثلاً اَحْمَرُ۔ اَصْفَرُ۔

(۳) تانیث: اس کی تین قسمیں ہیں:
(ا) تانیث بالتاء: بشرطیکہ اس میں عَلَمیت ہو مثلاً طَلْحَةُ، مَكَّةُ
(ب) تانیث معنوی بشرطیکہ اسم تین حرف سے زائد ہو مثلاً زَيْنَبُ یا مُتَحَرِّکُ الْاَوْسَط ہو مثلاً سَقَرُ
(ج) تانیث بالفِ مقصورہ مثلاً حُبْلٰی یا بالفِ ممدودہ مثلاً حَمْرَاءُ بشرطیکہ الف کے بعد حمزہ زائد ہو۔ یہ تیسری تانیث منعِ صرف کے دو سببوں کے قائم مقام ہے۔

(۴) مُعرِفہ جس میں عَلَمیت پائی جائے مثلاً زینب

Marfat.com

(۵) عُجمہ یعنی وہ اسم جو اصلاً غیر عرب ہے۔ اس کی دو شرطیں ہیں۔
(ا) حقیقی ہو جیسے ابراھیم یا حکمی ہو یعنی غیر عرب میں اسم جنس ہو لیکن عربی والوں نے اسے بغیر کسی تبدیلی کے عَلَم کر دیا ہو مثلاً قالُون (جِیّد) کو ایک قاری کا نام کر دیا
(ب) متحرّک الاوسط ہو جیسے شَتَر (ایک قلعہ کا نام) یا تین حرف سے زائد ہو
(۶) جمع: جو مُنتہی الجموع کے وزن پر ہو مثلاً مفاعِل اور مَفاعیل کے وزن پر مثلاً اَسَاوِرَہ (جمع اُسْوِرہ جمع سِوَار کی) اَنَاعِیم (جمع نَعَم[۱] کی) مَصَابِیح جمع مِصْبَاح کی۔
اس کی شرط یہ ہے کہ آخر میں تا نہ آتی ہو۔
(۷) ترکیب: یعنی دو کلموں کا بغیر اضافت یا سند کے مرکب ہونا مثلاً بَعْلَبَک (شام کا ایک شہر)
(۸) الف ونونِ زائدتانِ: اس کی دو شرطیں ہیں:
(ا) اسم میں ہو تو عَلَم ہو مثلاً عثمان۔ عِمْران
(ب) صفت میں ہو تو فَعْلان کے وزن پر ہو اور اس کے آخر میں تا نہ ہو مثلاً سَکْرَان
(۹) وَزنِ فعل: یعنی اس کا وزن فعل کے وزن پر ہو مثلاً شَمَّرَ۔ بَنْدَرَ۔
یا مضارع کا کوئی حرف اس سے پہلے آئے بشرطیکہ اس میں تائے تانیث نہ آتی ہو
مثلاً اَحْمَدُ۔ تَغْلِب۔ یَزِید۔
نوٹ (۱): اسم غیر منصرف مندرجۂ ذیل صورتوں میں حالتِ جرّی میں مکسور ہوتا ہے:
(ا) جب مضاف ہو مثلاً مَرَرْتُ بِاَحْمَدِکُمْ۔
(ب) جب اس سے پہلے الف لام ہو مثلاً مَرَرْتُ بِالْمَسَاجِدِ۔
نوٹ (۲): جو اسم عدل یا جمع یا وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہو وہ مُصَغَّر ہونے سے منصرف ہو جاتا ہے۔ مثلاً
عُمَر سے عُمَیر۔ شَمَّر سے شُمَیْر۔
مَسَاجِد سے مُسَیْجِدَات وغیرہ

---

[۱] کنگن [۲] چوپایہ

اِسم کی اَقسام ــــ مَعرِفَہ اور نَکِرَہ کے اعتبار سے

اِسمِ نَکِرَہ ۔ لُغت کی رو سے نَکِرَہ کے معنی ہیں، شناخت نہ کرنا۔
نحو میں اسم نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی غیر معین چیز کے لئے ہو۔
اسم نکرہ کی پہچان کا کوئی خاص قاعدہ نہیں۔ عام سمجھ کی ضرورت ہے۔ اس پر تنوین آتی ہے لیکن تنوین اسم نکرہ کے لئے مختص نہیں، اسم عَلَم پر بھی آتی ہے۔
مثالیں: فِدْیَۃٌ، صَدَقَۃٌ، حَسَنَۃٌ
اِثْمًا، کَبِیْرًا، فَرِیْقًا، اَذًی
مُوْصٍ، قَاضٍ

اِسمِ مَعرِفَہ : مَعرِفَۃ کے لغوی معنی ہیں، شناخت، پہچان۔
نحو میں اسم معرفہ اُس اسم کو کہتے ہیں جو کسی معیّن چیز کے لئے ہو۔
اسم معرفہ کی سات قسمیں ہیں: (۱) عَلَم (۲) ضَمِیر (۳) اِسمُ الْاِشارہ (۴) اَلْاِسْمُ الْمَوْصول (۵) مُعَرَّف بِاللَّام (۶) مُعَرَّف بِالنِّداء (۷) مُعَرَّف بِالْاِضافۃ

۱۔ عَلَم۔ وہ اسم ہے جو کسی ایک مُعَیَّن چیز پر چسپاں ہو۔ اشخاص، ملکوں، شہروں، دریاؤں وغیرہ کے نام نحو میں عَلَم کہلاتے ہیں۔
مثالیں: اَللّٰہُ، اٰدَمُ، اِسْرَائِیْلُ، ھٰرُوْن
مُوْسٰی، طَالُوت، بَکَّۃ
تَوَفَّات

۲۔ ضَمِیر۔ وہ اسم ہے جو متکلم، مُخاطَب یا غائب کا پتہ دے۔
اس کی دو قسمیں ہیں ــــ مُتَّصِل اور منفصل
ضمیرِ مُتَّصِل کی آگے دو حسبِ ذیل شاخیں ہیں:

(۱) ضمیر منفصل ـــ مرفوع

	غائب		مخاطب		متکلم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	هُوَ	هِیَ	اَنْتَ	اَنْتِ	اَنَا
تثنیہ	هُمَا	هُمَا	اَنْتُمَا	اَنْتُمَا	نَحْنُ
جمع	هُمْ	هُنَّ	اَنْتُمْ	اَنْتُنَّ	

(۲) ضمیر منفصل ـــ منصوب

	غائب		مخاطب		متکلم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	اِیَّاهُ	اِیَّاهَا	اِیَّاکَ	اِیَّاکِ	اِیَّایَ
تثنیہ	اِیَّاهُمَا	اِیَّاهُمَا	اِیَّاکُمَا	اِیَّاکُمَا	
جمع	اِیَّاهُمْ	اِیَّاهُنَّ	اِیَّاکُمْ	اِیَّاکُنَّ	اِیَّانَا

۳- اِسْمُ الاِشَارَہ - وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے اس کا تعین کر دے

اسم الاشارہ کی دو قسمیں ہیں - ایک اشیاء و اشخاص کے لئے اور دوسری مکان یعنی جگہ کے لئے - آگے ان میں سے بھی ہر ایک کی دو شاخیں ہیں، یعنی، قریب اور بعید -

Marfat.com

(۱) اسمِ اشارۂ قریب ـــ برائے اشیاء و اشخاص

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذَا	ذَانِ	اُولَآءِ
مؤنث	تا ـ ذِہ	تَانِ	

ان اسماء سے پہلے عموماً ھا آتا ہے جس سے ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ سننے والے کو توجہ دلائی جائے۔ ایسے میں ان اسماء کی صورت حسب ذیل ہوتی ہے۔

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ھٰذَا	ھٰذَانِ	ھٰؤُلَآءِ
مؤنث	ھٰذِہٖ	ھٰذَانِ	

(۲) اسمِ اشارہ بعید ـــ برائے اشیاء و اشخاص

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذَاكَ ـ ذَالِكَ	ذَانِكَ	اُولٰئِكَ
مؤنث	تَاكَ ـ تِلْكَ	تَانِكَ	اُولَاكَ

(۳) اسمِ اشارہ ـــ برائے مکان

اس میں واحد جمع کا فرق نہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

قریب	ھُنَا	ھٰھُنَا
بعید	ھُنَاكَ	ھُنَالِكَ
	ثَمَّ	ثَمَّهٗ

Marfat.com

۴۔ اَلْاِسْمُ الْمَوْصُوْل

بشرطیکہ اس کے بعد صلہ ہو۔ اسم موصول بذات خود شناخت کے قابل نہیں لیکن اس کے بعد اگر ایسا جملہ آئے جو اس کو معین کر دے تو اسم معرفہ ہو جائے گا۔ تعیین کرنے والے جُملہ کو صلہ کہتے ہیں۔ مثلاً اَلَّذِی جَاءَ (وہ جو آیا) میں اَلَّذِی اسم موصول ہے اور جَاءَ صلہ ہے جس سے اَلَّذِی کی معرفت ہو گئی۔ یہی صورت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور اَلَّذِیْنَ اتَّقَوْا کی ہے۔

اسمائے موصولہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ اَلَّذِی اور اس کے صیغے

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	اَلَّذِی	اَلَّذَانِ	اَلَّذِیْنَ
مؤنث	اَلَّتِیْ	اَللَّتَانِ	اَللَّاتِیْ۔ اَللَّائِیْ

(۲)۔ مَنْ (جو)۔ عموماً عاقل کے لئے آتا ہے۔

مثالیں۔ مَنْ درج ذیل عبارتوں میں:

مَنْ یَّقُوْلُ (جو کہتا ہے)

مَنْ یَّشْرِیْ (جو خریدتا ہے)

مَنِ اضْطُرَّ (جو مجبور ہوا)

(۳) مَا (جو)۔ عموماً غیرِ عاقل کے لئے آتا ہے۔ مثلاً

مَا لَا یَسْمَعُ (وہ جو نہیں سنتا)

مَا کَسَبَتْ (جو اس نے کمایا)

مَا فَرَضْتُمْ (جو تم نے مقرر کیا)

(۵) مُعَرَّف باللَّام۔ مُعَرَّف کے معنی ہیں، وہ جس کی پہچان کرائی گئی یا جس کو مَعْرِفَہ بنایا گیا۔ لَام سے یہاں مراد ہے، اَلْ۔ اس اَلْ کو لام تعریف

بھی کہتے ہیں یعنی وہ لام جو اسم نکرہ کو معین کرتا ہے۔
جب اسم نکرہ پر اَل داخل ہو تو اسے معرفہ کر دیتا ہے۔ اس معرفہ کو
مُعَرَّف بِاللّام کہتے ہیں۔

مثالیں:
اَلدُّنْیَا، اَلْاٰخِرَۃ، اَلْجَنَّۃ، اَلْاَنْبِیَاءُ، اَلْمَلٰٓئِکَۃُ،
اَلْاَمْرُ، اَلْبَیِّنٰت
اَلْقِصَاص، اَلصِّیَامُ

۶۔ **مُعَرَّف بِالنِّدَاءِ**۔ جب اسم نکرہ کی نداء میں قصداً تعیین کی گئی ہو تو یہ مُعَرَّف ہو جاتا ہے۔ اب اس کو اسم معرفہ کہیں گے۔

مثالیں: یَا فُلَانُ، یَا خَلِیْلُ، یَا رِجَالُ

۷۔ **مُعَرَّف بِالْاِضَافَۃ**۔ جب کسی اسم کی اضافت اسم معرفہ (کی مذکورہ اقسام میں سے کسی قسم) کے ساتھ ہو تو اس مضاف اسم کی بھی تعیین ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مُعَرَّف ہو۔

مثالیں:

دَعْوَۃَ الدَّاعِ	میں	دَعْوَۃ
لَیْلَۃُ الصِّیَامِ	میں	لَیْلَۃ
حُدُوْدَ اللّٰہِ	میں	حُدُود
بَنُوْ اِسْرَآءِیْلَ	میں	بَنُوْن (نون اضافت میں حذف ہوا)
اٰلَ عِمْرٰنَ	میں	اٰل
خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ	میں	خُطُوَات

مرکّبات — اضافی و توصیفی

مُرکّب - جب دو یا دو سے زائد کلمے آپس میں ملیں تو اسے مرکّب کہتے ہیں۔

مُرکّب کی قسمیں - مرکّب کی دو قسمیں ہیں یعنی (۱) مرکّبِ تام اور (۲) مرکّبِ ناقص

مُرکّبِ تامّ - اس سے مراد ہے، پوری بات یعنی وہ مرکّب جس میں معنی یا مطلب پوری طرح ادا کر دیا جائے اور سننے والے کو بات سمجھنے میں انتظار نہ رہے۔ مرکّبِ تامّ کو کلام یا جملہ بھی کہتے ہیں۔

مرکّبِ ناقص - اس سے مراد ہے، ادھوری بات یعنی وہ مرکّب جس کے معنی یا مطلب کے ادا کرنے میں کمی رہ جائے اور سننے والے کو بات سمجھنے میں انتظار رہے۔

مرکّبِ ناقص کی قسمیں - مرکّبِ ناقص کی کئی قسمیں ہیں۔ ذیل میں ہم اس کی صرف دو قسموں یعنی مرکّبِ اضافی اور مرکّبِ توصیفی کی وضاحت کریں گے۔

مُرکّبِ اِضافی - وہ کلام ہے جس میں ایک اسم کی اضافت دوسرے اسم کے ساتھ ہو۔

جس اسم کی اضافت کی گئی ہو اُسے مُضاف کہتے ہیں اور جس سے اضافت کی گئی ہو اس کو مُضاف اِلَیْہ کہتے ہیں۔ مثلاً رِضْوَانُ اللّٰہ میں رضوان مضاف ہے اور اللہ مُضاف اِلیہ ہے۔

مثالیں: طَعَامُ مِسْکِیْنٍ (ایک مسکین کا کھانا) مِلَّۃُ اِبْرٰھِیْمَ (ابراہیمؑ کی ملّت)، مَثَلُ رِیْحٍ (ریح کی مثال) ھُدَی اللّٰہِ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ، یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ. وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَھْلُہٗ (اس کے اہل)، اٰیَاتِہٖ (اس کی آیات) اَمْوَالُکُمْ (تمہارے اموال)

Marfat.com

عِبادی (میرے بندے)

بعض دفعہ صفت اسم کے ساتھ مُضاف ہوتی ہے۔ ایسے میں معنی کی صورت یوں ہوگی:

شَدِیْدُ الْعِقَابِ — سخت سزا دینے والا

سَرِیْعُ الْحِسَابِ — جلد حساب لینے والا

مُرَکَّبِ توصیفی۔ وہ کلام ہے جس میں ایک اسم دوسرے اسم کی صفت ہو۔ جس اسم کی تعریف کی گئی ہو اس کو موصوف کہتے ہیں۔ موصوف اسمِ ذات ہوتا ہے۔

مرکبِ توصیفی کے چند قواعد

(۱) موصوف اسم نکرہ ہو تو صفت بھی نکرہ ہوگی مثلاً:

عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ، ضَلٰلٌ مُّبِیْنٌ ، صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ، اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ

(۲) موصوف اسم معرفہ ہو تو صفت بھی لامِ تعریف کے ساتھ معرفہ ہوگی۔ مثلاً

اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ ؛ اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ

اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ، اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ

قَاسِمُ الْجَسُوْرُ ، بَغْدَادُ الْجَدِیْدَةُ

(۳) موصوف مؤنث ہو تو صفت بھی مؤنث ہوگی۔ مثلاً:

تِجَارَةٌ حَاضِرَةٌ ، اٰیَةٌ بَیِّنَةٌ ، اُمَّةٌ مُّؤْمِنَةٌ ،

اَلْحَیٰوةُ الدُّنْیَا۔

(۴) صفت واحد، تثنیہ اور جمع کے باب میں موصوف کے تابع ہوگی۔ مثلاً:

واحد : اَجَلٌ مُّسَمًّی ، اَمَدٌ بَعِیْدٌ

تثنیہ : رَجُلَانِ شَرِیْفَانِ ، کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ (دو ہلکے لفظ)

جمع : اٰیَاتٌ مُحْکَمَاتٌ ، اَیَّامٌ مَّعْدُوْدَاتٌ

البتہ موصوف جمع مکسّر، غیر عاقل، یا غیر اہم ہو تو اس کی صفت مؤنث اور واحد بھی آسکتی ہے۔ مثلاً

رِھَانٌ مَّقْبُوْضَۃٌ ، اَلْقَنَاطِیْرُ الْمُقَنْطَرَۃُ

(۵) جو اعراب موصوف کے ہوں وہی صفت کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ سابقہ مثالوں سے واضح ہے۔

Marfat.com

توضیح القرآن

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

رکوع ۱ ــــ تا ــــ آخر سورت

شیخ محمد اقبال ایم اے

علمی کتاب خانہ * اردو بازار * لاہور